بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حالاتِ سلطان شمس الشموس امام علی رضا علیہ السلام معہ تاریخ اولاد الرضا بنی سادات رضوی

تاریخ درِ نایاب

یعنی سوانح حیات شمس الشموس علیہ السلام

مؤلفہ

سید ظہیر الحسن رضوی [illegible]

باسمہ سبحانہ

قوم کی خدمت میں بسر ہے مرا حیات جاوداں   اور عمر خضر بھی پائی تو کیا حاصل ہوا

تاریخ

دُرِّ نایاب

یعنی سوانح حیات

شمس الشموس

حالات سلطان طوس امام ہشتم حضرت علی الرضا علیہ السلام و
ازواج، اولاد، احفاد نسبی سادات رضوی

مؤلفہ

سید ظہیر الحسن رضوی، مشہدی، ہیلکی، بجنوری

ریٹائرڈ تحصیلدار و ممبر اسمبلی بجنور، و ممبر ریجنل کمیٹی آف انڈین ہسٹوریکل ریکارڈ کمیشن کلکتہ، انڈیا

ملنے کا پتہ:- بی ۳۲، رضویہ ہاؤسنگ سوسائٹی ناظم آباد کراچی ۱۸

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ

*

ناشر :- سید آصف رضا رضوی بھرتپوری

طبع :- ایک ہزار

سال طبع :- جنوری ۱۹۷۷ء

کتابت :- مرکز کتابت ۲۰، ۸۳۹/ فیڈرل
بی ایریا، کراچی

مطبوعہ :- کتب پرنٹرز اینڈ پبلشرز لمیٹڈ کراچی

قیمت صرف [redacted] علاوہ محصول ڈاک

نوٹ :- پانچ کتب کے خریدار کو ایک کتاب مفت

ملنے کا پتہ

سید ظہیر الحسن رضوی سی ۳۲، رضویہ ہاؤسنگ سوسائٹی ناظم آباد کراچی

maablib.org

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	تعارف	۷
۲	تقاریظ	۹
۳	دیباچہ	۲۱
۴	مقدمہ	۲۶
	باب اوّل	
۵	تعارف امام عالی مقام	۳۶
۶	ورود نیشاپور	۳۹
۷	سبب اختلاف امامت و حکومت عباسیہ	۴۱
	باب دوم	
۸	مامون کی پُر فریب ولی عہدی کی پیش کش	۴۴
	باب سوم	
۹	اعلان ولی عہدی کے لئے یادگار دربار	۴۷
۱۰	اقتباس اقرار نامہ	۵۲
۱۱	نماز کی امامت کے مسئلہ میں مامون کا ظلم	۵۵
	باب چہارم	
۱۲	مامون کے دل میں امام رضاؑ سے بغض و عناد	۵۸
۱۳	امام رضاؑ کی رحلت	۶۰

باب پنجم

۱۴	بنیاد نزاع آل محمدؐ و آل عباس	۶۳

باب ششم

۱۵	تاریخ دارالحکومت مرو (خراسان)	۶۹

باب ہفتم

۱۶	امام علی رضاؑ کے روحانی فضائل	۷۸
۱۷	عالم نصاریٰ سے مناظرہ	۸۰
۱۸	آل محمدؐ کون ہیں؟	۸۲

باب ہشتم

۱۹	آثار باقیہ و حقیقت معجزہ	۸۳

باب نہم

۲۰	زیارت مزار کی عظمت	۹۹
۲۱	روضہ مشہد مقدس کے متعلق جامع اور پہلی رپورٹ (ایرانی رپورٹر)	۱۰۲

باب دہم

۲۲	ذکر ازواج و اولاد امام رضاؑ مع سادات رضوی	۱۲۹
۲۳	فرزندان امام علی رضاؑ	۱۶۱

باب یازدہم

۲۴	خصوصیات شاہزادہ میران ابراہیمؒ	۱۷۵

باب دوازدہم

۲۵	نسب نامہ و نقش خصوصی	۱۸۱

ہدیہ

میں اپنی اس ناچیز تالیف کو آٹھویں امام آقا و مولا سلطان عرب و عجم اپنے مورث اعلیٰ حضرت امام علی آلرضا علیہ السلام کی خدمت میں ہدیۃً پیش کر کے انہیں کے نام نامی سے معنون کرتا ہوں اور مستدعی ہوں کہ ہدیہ کو شرف قبولیت بخشا جاوے تاکہ مقبول عام ہو کر حقیر کے سفر آخرت کا توشہ ہو اور میرے بزرگان کی روح کیلئے ایصال ثواب کا ذریعہ بنے

آپ سلطان عرب اور عجم ہیں آقا } غریب الغربا
ہدیہ مقبول ہو احقر کا غریب الغربا } الیاس صاحب جارچوی

قارئین کرام سے التماس ہے

اس کتاب کی تالیف کا اجر کو اپنے بزرگان ذیل کی ارواح کو بخشتا ہوں۔ اللّٰھم تقبل منا

۱۔ دادا میر ریاض حسین مرحوم بن سید مہربان علی

۲۔ پدر بزرگوار سید علی حسنین مرحوم بن میر ریاض حسین

۳۔ دادی معظمہ اشرافی خاتون مرحومہ بنت سید امیر علی جعفری پیر سری

۴۔ والدہ محترمہ رقیہ بانو مرحومہ بنت سید امداد حسین رضوی ہیلکی

۵۔ محترمہ والدہ ثانی مرحومہ آل بتول بنت سید نیاز علی نقوی

استدعا

قارئین کرام بھی ایک سورۂ فاتحہ برائے ایصال ثواب جملہ مرحومین کی ارواح کیلئے پڑھ کر ثواب دارین حاصل کریں۔

احقر الزمن:۔ سید ظہیر الحسن رضوی

سید ظہیر محسن رضوی ایلیکی بھرت پوری (ریٹائرڈ تحصیلدار)

باسمہٖ سبحانہٗ

تعارف ———— اقتباس

جناب فاضل القاب مولانا سید موسوی آقائے بارہوی الاخباری۔ علم بار مغلپورہ لاہور پنجاب

میں سید ظہیر الحسن رضوی الہیلکی بھرتپوری کو تقریباً ۷۰ سال سے جانتا ہوں
یہ میرے ہم مکتب رہے ہیں جبکہ میرے والد بزرگوار محقق بارہوی ابوالذعد علامہ سید ذاکر حسین
اعلی اللہ مقامہٗ کا قیام بھرتپور میں تھا ————
———— انہیں سے ہم دونوں نے ابتدائی تعلیم اور میں نے انتہائی تعلیم
حاصل کی تھی تقسیم ہند سے قبل بھرتپور میں کافی مدت میرا قیام رہا۔ اور آخر میں شہر بھرتپور میں منتقل
ا۔ اور وہاں سکونت رکھتا تھا کہ ۱۹۴۷ء کے واقعات رونما ہوئے۔
موصوف کے توسل سے بڑا امام باڑہ جلال پاڑہ میں ایک ابتدائی اسکول بھی قائم ہوا
جس کا میں معلم تھا اور موصوف منتظم۔ جو اہل بھرتپور سے چندہ وصول کر کے تقریباً ایک سال تک اسکول
کو چلاتے رہے ہیں اپنے قیام بھرتپور میں دیکھتا رہا کہ موصوف تحصیل ندبئی ریاست بھرتپور
میں اول بعہدہ دفتر قانونگوئی پھر منصرم بندوبست رہے۔ جبکہ بھرتپور آپ کے حلقہ میں تھا اور وہاں کا
ابتدائی کام بندوبست آپ نے بڑے اسلوب سے کیا۔ اس کے بعد ڈپٹی کلکٹر بھرتپور در ریونیو منسٹر
کی چیکاری ریڈر کا کام کیا۔ بیئرل ریکارڈ آفس ریونیو میں رہے۔ اس کے بعد نائب تحصیلدار ڈیگ
و بیانہ اور آخر میں تحصیلدار بیانہ ڈیگ پنشن پر ریٹائرڈ ہوئے۔ حکام ریاست نے قابلیت اور اہلیت کے
لحاظ پر اسمبلی ریاست بھرتپور کا ممبر منتخب کیا۔ اور چونکہ تاریخ دانی میں کافی مہارت اور واقفیت
تھی۔ اس لئے گورنمنٹ برطانیہ کی قائم کردہ ریجنل کمیٹی آف انڈیا ہسٹوریکل ریکارڈس کمیشن کلکتہ

کا ممبر ریاست بہرتپور سے ہو کر پرانا ریکارڈ ہسٹوریکل۔ پولیٹیکل امپورٹنٹ جو محکمہ توشہ خانہ ریاست میں خفیہ محفوظ تھا یا دیگر دفاتر وغیرہ میں تھا۔ آپ کے سپرد کر کے انچارج افسر بنایا۔ جہاں مسلمان تو درکنار۔ ہندو معتمدان خاص تک کا گزرنا ممکن تھا۔ یہ آپ کی پُراعتمادی۔ اور اعلیٰ قابلیت کی دلیل تھی۔ یہ اعزاز بہرتپور کی تاریخ میں کسی مسلمان کو حاصل نہ ہوا۔ بچپن سے آپ کو دینی اور مذہبی تحقیق کا شوق تھا۔ بہرتپور شہر میں صرف ایک مسجد و امام باڑہ محلہ نیا کندہ کی ہاٹ میں شیعوں کا تھا۔ اس کے بوسیدہ ہو جانے پر بامداد اہل برادری آپ نے مع سید طاہر حسین جعفری ٹھیکیدار تجدید فرمائی اور اپنے ذاتی خرچ سے بڑے وضو باہر ایک پختہ کنواں تعمیر کرائی۔ یہ میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ سادات بہرتپور خصوصاً ہلیک۔ بہرسر کی صحیح تاریخ اور حالات سے جس قدر آپ بزرگاں کی روایات یا ریکارڈ سرکاری سے واقف ہیں اور کوئی نہیں ہے چنانچہ آپ نے تاریخ سادات بہرتپور ۱۹۵۰ء میں تالیف فرما کر شائع کرائی۔ یہ ایک بے نظیر کارنامہ انجام دیا جس کے اقتباسات انسائیکلوپیڈیا آف مطبوعہ لندن اور دیگزینیا نیز حریت۔ ۱۹۷۰ء میں آ کر سادات بیانہ و بہرسر کو دنیائے اسلام میں روشناس کرایا۔ یہ باب ماضی کا وہ سنہرا ورق ہے جس کی تابندگی ترک وطن کو جتنا زمانہ گزرتا جائے گا بڑھتی رہے گی۔ کتاب در نایاب کی خوبی نام سے ظاہر ہے۔ عالم ضعیفی میں خدمت دینی بڑا کارنامہ ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے۔

مہر

خاک نشین عبدہ

آغائے بارہگا الاخباری حنفی عفی عنہ

۱۲ اپریل ۱۹۷۳ء

تقریظ

جناب زبدۃ العلماء لسان الملت رئیس المحققین
مولینا مولوی سید آغا مہدی صاحب لکھنوی

تصنیف و تالیف زندگی کے وہ بہترین لمحات ہیں جس کا موقع پا جانے والے گویا عمر طبعی کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں۔ خصوصاً اس وقت جب خامہ فرسائی خدمت دین میں ہو۔

میں نے فخر السادات سید ظہیر الحسن صاحب رضوی کا ... تحصیلدار بہیر تہور کی تحریر اکتاب نایاب شمس الشموس لفظ بلفظ پڑھی، اور کئی مقام پر استدلال کو مزید طاقت دی اور بڑھایا، تاریخ و ادب کی خدمت ہے، جو بڑی عرق ریزی سے انجام پائی ہے اور بڑی خوش اسلوبی سے ترتیب دی ہے اس قلمی جدوجہد کا خداوند عالم مولف کو اجر دے اور اہل ایمان کو مستفیض کرے۔

آغا مہدی

۱۰ اپریل ۱۹۶۳ء

maablib.org

تقریظ ______________ اقتباس

جناب وسیع المطالعہ محقق فخر ملت مولانا حکیم سید محمود گیلانی صاحب دام الشہ

انسان و گروہ

ضعیف البنیان، فانی اور ناپائیدار ہے اور اس کی ہستی ہر گام پر نیستی کا ثبوت دیتی ہے۔ لیکن خالق اکبر آفریدگار عالم نے اپنی قدرت کاملہ بالغہ سے کچھ ایسے انتظامات بھی فرمائے ہیں کہ یہ خاک کا پتلا نیست و نابود کا لباس اتار کر ہست و وجود کا لبادہ پہن لے اور فنا سے بقا میں تبدیل ہو جائے اس کا نام رہتی دنیا تک صفحۂ عالم پر ثبت رہے۔ چنانچہ اس کو دائمی زندگی سے ہمکنار کرنے کے لئے علم تاریخ سے نوازا گیا، انسان اور تاریخ کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اسی آئین ایزدی اور قانون فطرت کے مطابق صرف وہی دین، مذہب اور قوم و ملت وہی خطۂ ملک و ریاست عمر جاودان پانے کا مستحق ہے جس کی تاریخ زندہ ہے۔ قرآن مجید اور احادیث رسولؐ، فرمودات آل رسولؐ نے تو وضاحت نہ صرف حال و ماضی کی تاریخ بیان فرمائی بلکہ مستقبل کی تاریخ سامنے رکھ کر اہل عالم کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا ہے۔ جسے پڑھ کر بڑے بڑے مورخین سر دھنتے ہیں۔

محترم المقام جناب سید ظہیر الحسن رضوی بھرت پوری دام مجدہٗ وہ بزرگ ملت ہیں جنہوں نے عمر عزیز کا ایک کثیر حصہ ملازمت کے فرائض سرانجام دینے میں صرف کیا۔ مگر محسوس یوں ہوتا ہے کہ آپ تحصیلداری وغیرہ کی مصروفیات کے ساتھ، جہانداری کے طور طریق پر بھی نظر رکھتے تھے اور آپ کی نگاہ نہ صرف محکمۂ مال کی کارگزاریوں ہی کا جائزہ لیتی تھی۔ بلکہ جن محبوبان خدا نفوس مجسمہ نے جملہ مال و منال وجود میں آئے ان ذوات قدسیہ اور ان کے حالات مقدسہ کی

معرفت میں آپ کا خاص شغف رہا جس کا ثبوت یہ ہے کہ آپ نے سرکاری ملازمت سے فارغ ہونے کے بعد نہایت اہم اور دستاویزی کتب تصنیف فرمائیں۔ ان تصانیف میں ایک کتاب تاریخ سادات سہر تپور بھی ہے ——— اس تصنیف لطیف میں جناب مصنف نے نہایت دیدہ ریزی اور جانفشانی سے ان سادات کے صحیح اور مستند تاریخی حالات درج کئے ہیں جن کا نکاس عرب و عجم سے تھا۔ جنہوں نے اپنی جرأت اور دلیری سے راجپوتانہ جیسے راجپوت گڑھ بیانہ، بیلک وغیرہ کی جنگجو قوموں کو زیر کر کے اپنے جھنڈے گاڑے اور کلمۂ توحید کے ڈنکے بجائے اور پھر ہندوستان کے ہر خطہ میں جا کر آباد ہوئے اور اپنے آباو اجداد و خود کا نام روشن کیا۔ ان کی معرکہ آرائیاں بکتاب مذکور سے ظاہر ہے۔ جس کی صداقت انسائیکلو پیڈیا اسلام مطبوعہ لندن و دیگر دین نمبر۔ اخبار حریت ۱۹۸۰ء سے ہوتی ہے۔

اسی طرح آپ نے ایک دوسری کتاب علی مرتضیٰ حیدر شیر خدا کی تصنیف و تالیف سے مولائے کائنات کی سوانح فضائل معجزات کو جمع کر کے نعرۂ حیدری کے جواز کو ثابت کیا ہے۔ اس کا نسل بھی چودہ معصومین علیہم السلام کے اسمائے گرامی سے خیر و برکت اور نجات ابدی کا باعث بنایا ہے۔ اب آپ نے تیسری کتاب تاریخ دُرِ نایاب۔ شمس الشموس سوانح سلطان طوس و چار دیگر فرزند اور ان سے نسل چلنا اور سادات نسبی رضوی کے حالات دوبارہ سو سالہ غلطی کا ازالہ فرماتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ علاوہ ایک فرزند امام محمد تقی علیہ السلام۔ آنحضرتؑ کے چار دیگر فرزندان بھی ——— جو ملک ایران میں جا کر لڑے وہاں شہید ہوئے۔ ان کی اولاد دُور کر دی گئی ——— اپنے قبیلوں میں لے گئیں ان کی نسلیں پھیلتی رہیں اور عباسی حکومت کے خاتمہ پر وہ دیگر ممالک خصوصاً ہندوستان میں آئیں اور آباد ہوئیں۔ یہ تاریخ عالمی سادات نسبی رضوی سے تعلق ہے۔ سادات رضوی سے نسبت رکھنے والے دنیا میں جہاں ہوں اس سے بخوبی استفادہ کر سکتے ہیں۔ دوسرے سادات بھی اپنی نسلوں اور خاندانوں کی صحت اور درستی کی جانچ کر سکتے ہیں۔ قارئین کرام مصنف کی محنت اور تحقیق کی داد و تحسین دیں گے۔

والسلام حکیم سید محمود گیلانی

معراجکے سیالکوٹ

تقریظ

برادر گرامی مرتبت جناب سید حیدر رضا صاحب رضوی البیلکی متوطن شاہ گنج آگرہ حال کراچی ڈپٹی ایڈیشنل ایڈوائزر ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ پاکستان۔

برادرم سید ظہیر الحسن رضوی پنشنر تحصیلدار ریاست بھرت پور برادری کی وہ مایۂ ناز اور قابل قدر ہستی ہیں جن کو ہمیشہ برادری کے کاموں سے دلچسپی رہا ہے۔ آپ کے پاس شجرہ نسب سادات اور تواریخ کا کافی ذخیرہ ہے۔ بعد ۱۹۴۷ء کی ہجرت پاکستان کے بعد آپ نے ۱۹۵۰ء میں تاریخ سادات بھرت پور بغیر کسی معاونت و مدد کے ذاتی کاوش وجد وجہد سے چھپوا کر بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ جو بہت مفید ثابت ہوئی اور سادات ہیلک (آگرہ شاہ گنج) امیر سر۔ بیانہ۔ سید پور۔ وارہ وغیرہ متعلقہ ریاست بھرت پور و متوطن شاہ گنج آگرہ۔ یو۔ پی۔ سی۔ پی کے جدید و قدیم حالات سے دنیا کو روشناس کرایا اور رقی رہے گی۔ اسی کتاب کے ماخذ سے انسائیکلوپیڈیا اسلام کے صفحہ ۱۹۲ پر چھوٹی سی ریاست اور قصبہ جات کا ذکر ہو کر تاریخ میں جگہ پائی اور اسی کے ماخذ سے اخبار حریت میگزین نمبر ۲۴ اگست ۱۹۷۰ء کراچی میں خونچکاں داستان بھرت پور کا تذکرہ آیا۔

دوسری کتاب تصنیف کردہ "علی مرتضیٰ حیدر شیر خدا" بھی حالات کے تقاضوں کو پورا کرنے میں مفید ثابت ہوگی۔ موضوع کتاب کو دلائل سے ثابت کیا ہے۔ حقیقتاً مولائے کائنات کی ذات والا صفات دین و دنیا کے لئے اپنا ثانی نہیں رکھتی۔

ان دونوں کو دیکھنے کے بعد آپ نے جو تیسری کتاب "تاریخ دُرِ نایاب معروف شمس الشموس سوانح سلطان طوس امام ہشتم حضرت امام رضا علیہ السلام معہ ازدواج اولاد" کے نام سے تدوین فرمائی ہے۔ اس میں مصنف نے اپنی بساط بھر کاوش اور تحقیقات و دیگر تاریخی کتب و سوانح وغیرہ

تصنیف کردہ اکابر علماء اور بزرگان کی یادداشت کے ماخذ سے ترتیب دے کر چیدہ چیدہ حالات امام ہشتم علیہ السلام اور ازواج و اولاد درج کئے ہیں۔ اس موضوع پر یہ پہلی کتاب اپنی نوعیت کے لحاظ سے ہے۔ جس میں حقیقی سادات رضوی کو منظر عام پر لایا گیا ہے جبکہ سادات رضوی کے اختلافات نے ایک خاندان امام علیہ السلام کی نسلوں کو غلط فہمی میں مبتلا کر رکھا تھا۔

مجھے امید ہے کہ مصنف کی یہ سعی مقبول اور مفید ثابت ہوگی۔

سید حیدر رضا رضوی

۱۰/اکتوبر ۱۹۸۳ء اسلام آباد پاکستان

تقریظ

مخدوم و مکرم جناب ڈاکٹر سید امیر حیدر رضوی سبزواری

بوجہ علالت، میں کل کتاب تاریخ درنایاب المعروف شمس الشموس سوانح حیات سلطان طوس کو نہ دیکھ سکا چند آخری باب متعلق ازواج و اولاد۔ احفاد امامؑ کو سُنا۔ میرے محترم دوست سید ظہیر الحسن رضوی بھرت پوری نے باب ہائے مذکورہ میں اس اُلجھے ہوئے اختلافی مسئلہ پر کافی روشنی ڈالی ہے اور صدیوں پُرانے نقطۂ نظر کی تجدید فرمائی ہے، جو دلائل دستاویزی و معقولات اور بعض حوالے جات پر مبنی ہے، یہ آسان کام نہیں تھا اس لئے کہ کسی اہم نقطۂ نظر کو پیش کرنے سے پہلے اس کے جواز میں صرف ایک دلیل پر ہی غور نہیں کیا جاتا، بلکہ بہت سی باتوں یعنی واقعات، ان کی نمود۔ آثار۔ علامات پر نظر رکھ کر فیصلہ کیا جاتا ہے خصوصاً جبکہ پیچیدہ نسل یا نسب اور اس سے زندگی کے ہر شعبہ میں واسطہ ہو تو ہر معاملے کے ہر پہلو پر انسان کو غور کرنا پڑتا ہے۔ اس مسئلہ اختلافی میں زیادہ تر سابقین ہر مورّخ اور سوانح نگار نے روایات یا ان کی بنا پر خبر کے ایک رخ کو دیکھ کر اس کا ذکر کیا ہے۔ حقیقت کی نہ تلاش ہوئی نہ واقعاتِ زمانہ کی پُر آشوبی پر غور ہوا۔ مؤلف نے بڑی کاوش اور بساط بھر جدو جہد و تلاش کے بعد حقیقت کا آشکار کیا ہے۔ آپ کا علمی اور ادبی شوق ایک مدّت سے جاری ہے۔ کئی کتاب اس سے پہلے بھی تالیف فرمائی ہیں جن میں تاریخ سادات بھرت پور و علی مرتضیٰ حیدر شیر خدا قابلِ دید ہیں۔ اس کتاب کی تدوین بھی شوق و سلیقے و تن دہی

سے کی ہے جو قابلِ تحسین ہے، اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے۔ امید کہ قارئین خصوصاً سادات رضویہ اس کی قدر کریں گے۔

بقول ؎

تودۂ خاکی نے دانے کو دبایا تو مگر
زندگی کی روح سر اونچا اٹھا کر ہی رہی

احقر العباد
ڈاکٹر سید امیر حیدر رضوی سبزواری
پنشنر وزارت امور خارجہ حکومت پاکستان
۲۰/۸۷۹-۸۰ سبزوار ہاؤس۔ کاظمین
فیڈرل بی ایریا کراچی
۲۹ دسمبر ۱۹۷۵ء

تقریظ

پروفیسر مولانا سید محمد حسن صاحب امروہوی

بسلسلہ روانگی ممالک غیر اپنے مجالس عزا اور عدیم الفرصتی کے سبب صرف ایک باب ہی مسودہ کتاب تاریخ شمس الشموس کو سرسری طور پر جستہ جستہ سنا۔ اس کتاب میں سوانح امام ہشتم حضرت علی الرضا علیہ السلام دوسری کتاب کے جدید و قدیم ماخذ سے تدوین کئے جانے کے ساتھ مصنف صاحب نے اپنی تحقیق اور عقیدت سے ازواج و اولاد امام " کا تذکرہ اپنے نئے پیرایہ میں کیا ہے۔ حوالہ جات کے وہ خود ذمہ دار ہیں مگر اپنی نوعیت کی یہ پہلی کتاب قابل تحسین و داد ہے۔ ادبی اعتبار سے بھی خوب ہے۔ امید کہ یہ سعی مقبول اور مفید ثابت ہوگی۔

محمد حسن

۲۷ دسمبر ۱۹۷۵ء

۳۳ سی رضویہ سوسائٹی

ناظم آباد کراچی

پیش لفظ

تاریخ دُرِ نایاب۔ شمس الشموس کے مصنف کو اپنے موضوع سے گہری محبت ہے۔ اس نسخہ
اس کی ترتیب و تدوین میں انھوں نے محنت و جانفشانی، تحقیق و دیدہ ریزی سے کام لیا ہے۔

جناب امام علی الرضا علیہ السلام موسوم آٹھویں امام کی زندگی، تاریخِ اسلام کا ایک شدید
المیہ ہے اور فی نفسہٖ کربلا ہی کے المناک حوادث کا ایک تجزیہ ہے جو عہد بنی عباس میں پیش آیا۔

شمس الشموس کا مطالعہ اس جہت سے بھی عبرت آموز ہے۔ یہ ادب کے شگفتات میں سے ہے
کہ المیہ کا مطالعہ عبرت آموز ہوتا ہے اور عموماً تزکیۂ نفس و تصفیۂ باطن کا سبب بن جاتا ہے۔ اس
پہلو سے یہ صحیفہ اخلاق کے لئے تریاق کا کام دے گا۔

لیکن اس عمیق اخلاقی مفاد سے قطع نظر، جناب امامؑ ثامن کے فرزندوں کی تعداد کا مسئلہ
بھی نہایت اہم ہے۔

عام طور پر یہ باور کیا جاتا ہے کہ جناب امام موصوف نے صرف ایک فرزند اپنی یادگار
چھوڑے، جو سلسلۂ اثنا عشریہ میں نویں امام موسوم ہوئے۔ اس صحیفے میں، اس واقعاتی غلطی کا
ازالہ کیا گیا ہے۔ مصنف نے اکابر علماء کی اسناد سے ثابت کیا ہے کہ نویں امامؑ سے عمر میں بڑے
چار فرزند اور بھی تھے، جو مصلحت کے تقاضے سے ایک مدت تک پردۂ خفا میں مستور رہے۔
مصنف کے بقول، سادات رضوی جن کی تعداد کے ایک بڑے حصے کا شناس موضح ملک

وہیر اگر) قبل تقسیم ، ریاست بھرتپور سے ہے ، جناب امام ہشتم کے فرزند جناب ابراہیم کی اولاد سے ہیں۔ ان کے مورث اعلیٰ سید محمد غازی کو سلطان شہاب الدین محمد غوری نے ، ایک فرمان میں شہزادے کے لقب سے ملقب کیا ہے۔

جو حضرات نسل و نسب کے مسائل سے دلچسپی رکھتے ہیں ، ان کے لئے یہ صحیفہ گویا آسمانی صحیفے کی سی منزلت رکھتا ہے۔ اس میں شبہ بھی نہیں کہ تاریخی غلطی کے ازالے کی سعی و کاوش جو حق و صداقت کی نقاب کشائی کرے بلاشبہ برکت و شرف کی موجب ہے۔

مجھے امید ہے کہ حضرتِ مصنف کی یہ سعی ، مفید و مشکور ثابت ہوگی۔

محمود اکبر آبادی

اعلان

عام حضرات کی خدمت میں گزارش ہے خواہ وہ اہل طبع ہوں یا تاجر اس کتاب کے چھاپنے یا فروخت کرنے کا ارادہ بلا حصول اجازت تحریری مصنف یا ناشر کتاب ہذا ہرگز نہ فرمائیں۔

"ناشر"

جناب سید محمد محمود رضوی مخمور اکبر آبادی

ڈاکٹر سید امیر حیدر صاحب رضوی سرداری

جناب سید غلام قنبر نقوی امروہوی (صحافی)

اس کتاب کی اشاعت و تشکیل میں کوشش بلیغ کا ثمرہ ہے کہ
میں نقوی صاحب کا عکس دینے میں مسرت محسوس کرتا ہوں

ظہیر رضوی
یکم جنوری ۱۹۷۶ء

۷۸۶
۱۱۰ ———
۲۰۲

تختۂ قرطاس جنت کلک قدرت سا بھی ہے — کھینچتا ہے نقشۂ تصویر سلطانی مجھے

دیباچہ

تاریخ شمس الشموس ۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے حضرت امام علی الرضا علیہ السلام سلطان عرب و عجم کی مختصر سوانح کی تاریخ ہے اور وہ بھی ایسے سلطان کی، کہ جنکی سلطانیت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قدرت کاملہ نے قائم کردی جو فیوض روحانی سے بندگان خدا کی مشکلات دُور کر کے فی زمانہ بھی سطوت شاہانہ اور جلالت خسروانہ کے ساتھ اپنی ضوفشانی اور آب و تاب سے اس زمانۂ جمہوریت میں بڑے بڑے سلاطین سے بلند و بالا مشہد مقدس میں جلوہ افروز ہیں۔ بقول رپورٹر ایران مشہد درگیہاں ایمان ۱۹۶۶ء، آج بھی اسکی شان و شوکت اور جاہ و جلال کے آگے شاہی اقتدار کی یادگاریں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔

اس موضوع پر ہزاروں سوانح و تذکرات وغیرہ کی کتب و رسالے لکھے جا چکے ہیں، مگر اس مختصر سی کتاب میں مخصوص گوشوں کے ماخذ جمع کر کے پیش کئے گئے ہیں تا کہ قارئین غریب الغربا، رضائے الٰہی کے تابع، ہردلعزیز، معجز نما، سلطان دو جہاں، بے نظیر کے سوانح خاص اور ان کی اولاد و احفاد کے اختلاف و صحیح تعداد اور حالات سے کماحقہٗ

آگاہ ہو کر حسن عقیدت میں اضافہ کریں۔ زیادہ تفصیلات کو بالعموم نظر انداز کر دیا گیا ممکن ہے کہ متنازعہ فیہ مسلہ اور توجیہہ سے خصوصاً اولاد و احفاد کے بارے میں بعض صاحبان اتفاق نہ کریں، مگر توجیہہ بحر حال تاریخ کے مطالعہ ہی پر مبنی ہے۔ اختلاف کی گنجائش ہر حالت میں باقی رہتی ہے، اور یہ کوئی معیوب بات بھی نہیں ہے۔

بہرکیف یہ کتاب جو ہدیۂ ناظرین ہے تاریخ امام علیہ السلام کا ایک حصہ ہے۔ مجھے امید ہے کہ یہ تالیف عام ناظرین کے لئے کئی وجوہ سے مفید ثابت ہوگی۔

بقول محمود اکبر آبادی صاحب منہ رجہ دیباچہ قاموس الفساد یہ بھی فرض اس تالیف کی ہے کہ قطرہ اکثر دریا کی طرف ذہن منتقل کرتا ہے۔ بہت ممکن ہے کوئی صاحب وسیع تر اور جامع تر کوشش کے لئے کمر ہمت باندھ لیں ۔!

اب ناظرین سے اصل موضوع کتاب کے متعلق تخاطب ہے۔ مجھے جو کہنا ہے بقول ارشد رضوی یہ جذباتی اثر کے تحت نہیں ہے بلکہ علمی اور روایاتی و تحقیقاتی اصولوں پر مبنی ہے ۔!

مجھے یہ پڑھ کر سخت تعجب ہوتا ہے کہ امام رضا علیہ السلام کی کل اولاد یا کم از کم پانچ فرزند اور ایک دختر کو تسلیم کرنے یا نہ کرنے کے سوال کو کیوں جذباتی دو حلقہ ہائے کی رائے میں تقسیم کیا گیا ہے حالانکہ جو لوگ تسلیم کرنے کی مخالفت کرتے ہیں وہ جذباتی قرار پاتے ہیں اور جو تسلیم کرنے پر اصرار کرتے ہیں وہ حقیقت پسند پائے جاتے ہیں۔ پہلا مکتب خیال کیوں جذباتی ٹھہرا اس لئے کہ اس کے پاس حقائق اور دلائل کی کمی ہے۔ سوائے اس کے کہ چند علماء قدیم کے اقوال، واقعات سے عرصہ بعد کے جو روائتی بنیادوں کے سہاروں پر لکھے گئے ہیں ان کے حوالوں سے استدلال کیا جاوے ۔!

تسلیم کرنے والوں کے پاس ٹھوس دلائل اور دستاویزی ثبوت ہیں کہ وہ اولاد ولدی امام علی رضاؑ سے ہیں اور لقب رضوی سے موسوم جد و امجاد سے چلے آتے ہیں علماء عالیمقام کے بعد جو ائمہ علیہم السلام کی اولادیں ہیں ۔ وہ اپنے جد امامؑ کے لقب سے تقوی نقوی وغیرہ ہیں ۔ مگر ایران میں ان کو رضوی اس لئے کہا گیا کہ اول تو امام علی رضا علیہ السلام مجدد مذہب امامیہ تھے اور پھر سوائے آنحضرت اور کسی امام علیہ السلام کا ورود ملک ایران میں ہوا نہیں اس لئے سادات بنی فاطمہؑ کی نسلوں کو زیادہ تر لقب رضوی سے ہی موسوم کیا گیا جبکہ اس سے پہلے اولاد علیؑ و فاطمہؑ آل رسولؐ ، آل محمدؐ ، اہلبیت وغیرہ خطابات سے موسوم تھے کچھ اس میں حکومت کی چال بھی کارفرما تھی ۔ اور وہ یہ کہ امام رضا علیہ السلام کی اصلی نسل اولاد رضوی کا وجود باقی نہ رہے تاکہ کسی وقت اور کسی بھی صورت سے دعویٰ خلافت و حکومت نہ کر پائے ۔ !

جب ہندوستان میں سادات علوی و بنی فاطمہ آئے تو یہاں اپنا اپنے قبیلوں کو یکجا رہنے یکجہتی سے اپنی روایات خاندانی ۔ مراسم مذہبی کو انجام دینے کی غرض سے ، ہر امام اور امام زادہ کی اولاد نے اپنے اپنے کو روشناس کرایا ۔

تقریباً بارہ سو سال سے یہ اختلاف چلا آتا ہے ، مگر کسی نے اس موضوع پر تحقیق کے بعد قلم نہیں اٹھایا ۔ چنانچہ اس حصہ اول تاریخ میں بہ دلائل یہ ثابت کیا گیا ہے کہ امام ہشتم علی الرضا علیہ السلام کی پانچ اولادوں سے نسل چلی جو اب تک کثیر تعداد میں موجود ہے ۔

التماس ضروری

اپنی علمی بے بضاعتی کا مجھے خود اعتراف ہے ۔ یہ امداد غیبی ہے یا جناب قبلہ

زبدۃ العلماء مولانا جناب آغا سید مہدی صاحب لکھنوی مدظلہ العالی کا فیض کرم اور ہمت افزائی ہے کہ بارہ سو سالہ اختلاف تعداد اولاد و احفاد امام عالیمقام ایسے اہم مسئلہ پر قلم اٹھائی اور اپنے مقصد کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ وقتاً فوقتاً باوجود ضعیفی اور ناسازیٔ صحت۔ موصوف نے اصلاحات و اضافہ کا شرف بخشا جس کا تہ دل سے شکر گذار ہی نہیں احسانمند ہو کر دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو صحت اور تندرستی کے ساتھ ہماری سرپرستی کے لئے قائم و دائم رکھے اور اپنے رشحات قلم سے قوم کی رہنمائی فرماتے رہیں۔

گذارش

اگر اس تالیف میں کسی مقام پر کوئی لغزش، سہو یا غلطی پائی جائے جس کا ہونا بشریت سے ممکن ہے تو بجائے نکتہ چینی کے بنظر اصلاح راقم الحروف کو آگاہ فرما دیا جاوے تاکہ تا امکان اس کا ازالہ کر دیا جاوے۔

شکریہ

ساتھ ہی شکر گذار ہوں کہ عزیز گرامی۔ سید سید رضا صاحب رضوی و سید حسن شبیر صاحب رضوی جیلکی متوطن شاہ گنج آگرہ و سید شریف احمد رضا جعفری پیر سری نے ہر طرح پر معاونت فرمائی۔ اس تالیف میں مدد فرمائی اور کافی دلچسپی لی۔ نیز جناب مولانا کاظم نقوی صاحب نے بھی مسودہ کو بار بار پڑھ کر اصلاحات و معلومات خصوصاً علماء کے اسم گرامی و کتب کے پتے وغیرہ میں اصلاحات سے مشرف فرمایا۔ نیز نواب سید یوسف رضا صاحب رضوی لکھنوی بھی تلاش و جستجو میں مددگار رہے اور جناب مرزا محمد جعفر صاحب لکھنوی مہتمم و لائبریرین مکتبۃ العلوم ریسرچ سینٹر ابراہیم ٹرسٹ کراچی نے مطالعہ کتب و ترجمہ سے اور سید حسین رضا صاحب رضوی نے اپنے مشورہ سے وقتاً فوقتاً سرفراز فرمایا۔ نیز جناب محترمی فخر ملت مشہور و معروف

وقائع نگار حکیم سید محمود گیلانی صاحب معراج کے رجویان) سیالکوٹ پنجاب کا ممنون ہی نہیں بلکہ شکرگزار ہوں کہ باوجود خرابی صحت و مکانات وقت آپ نے بھی جستہ جستہ مسودات کا ملاحظہ فرماکر داد تحسین سے نوازا اور تالیف کو پسند اور وقت کی ضرورت کا پورا ہونا تحریر فرمایا ہے۔ بہرحال وقت کے تقاضے کو پورا کیا ہے۔ ناظرین دعاء خیر سے یاد فرمائیں۔

آخر میں عزیز گرامی قدر سید محمد محمود رضوی اہیلکی۔ مخمور اکبرآبادی کا جو ہندوستان حال پاکستان کے مشہور و معروف مصنف، شاعر، علم دوست اور صحافی دنیا میں مسلم الثبوت ادیب، سادات بھرتپور میں مایۂ ناز ہستی ہیں، ممنون ہی نہیں احسان مند ہوں کہ موصوف نے باوجود ضعیفی و کمزوری اور علمی مشاغل ایک قابل قدر پیش لفظ الفاظ کے موتیوں سے جڑا ہوا عنایت فرماکر اپنی مختصر رائے بھی تحریر فرمائی جس سے کتاب کی زینت بڑھی۔ آپ کی ہستی قابل قدر ہے۔ خدا انہیں خوش اور زندہ رکھے۔ آمین

ظہیر بھرتپوری

مقدمہ

حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کی رحلت کے بعد امامت کی کرسی پر آپ کے صاحبزادے حضرت امام علی الرضاؑ رونق افروز ہوئے۔ الرضا میں ایس۔ ایم شاهد لکھتے ہیں کہ "جن تعلق سے کہ اس زمانہ میں بنی عباس کو ایسے قابل وزراء مل گئے تھے جو دور بینی اور تدبر میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ وہ حالات کا جائزہ لے کر سمجھ چکے تھے کہ اگر آل رسولؐ کی کھلم کھلا اسی طرح مخالفت اور اہانت کی جاتی رہی اور انہیں مزید تکالیف میں رکھا گیا تو ایک سلیمان ہادی کا بیٹا ہارون رشید کا بھائی (یہی کا ذکر کیا ہے جس نے امام موسیٰ کاظمؑ کی لاش مطہر کی تشہیر کے مسئلے میں ہارون کا حکم نہ مانا۔ اور آپ کا جنازہ بڑی دھوم دھام سے اٹھایا) رفتہ رفتہ ساری دنیائے اسلام حکومت اور خلافت کے خلاف آوازیں بلند کرنے لگے گی۔ اس کے نتائج عباسی اقتدار کے حق میں نہایت تباہ کن ہوں گے۔ اس بروقت احساس کے علاوہ خلیفۂ وقت ہارون رشید کے بیٹوں اور ولیعہدی کے سلسلہ میں ارکان حکومت میں شدید رسہ کشی شروع ہو گئی۔ جس کے باعث خانہ جنگی کا بازار گرم ہونے لگا۔ آخر یہ فتنہ تقسیم ملک پر فرد ہو گیا۔ مگر ساتھ ہی خلافت کی طاقت بٹ کر پارہ پارہ ہونے لگی۔

ان ایام میں امام علی الرضاؑ کو گونا گون مشکلات کے باوجود اگر سکون کے ساتھ نہیں تو کم از کم مدینۂ رسولؐ میں ایک جگہ بیٹھ کر علومِ رسالت اور درسِ حق کی تبلیغ اور ترویج کا موقع مل گیا۔ اور مسلمانوں میں حق پسندی اور حق فہمی کا مادہ سابق سے کچھ زیادہ پیدا ہو گیا۔

یہ زمانہ عہدِ شباب امام علی الرضا علیہ السلام کا تھا جس کا پس منظر یہ تھا کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے پیشِ نظر اپنے بھائیوں کی مخالفت تھی جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ محمد بن اسمٰعیل وغیرہ، جو بعد وفات امام جعفر صادق علیہ السلام بلحاظ وراثت مدعی امامت ترکہ وغیرہ ہوئے۔ اور بالآخر امام علیہ السلام کے خلاف ہارون رشید کو غلط بیانی سے مشتعل کر کے آنحضرت کو گرفتار کرایا۔ درحالیکہ ان کے والد بزرگوار امام جعفر صادق علیہ السلام بلحاظ اوصاف و فضیلت بحکم خدا ذریعہ وصیت نامہ حضرت موسیٰ کاظمؑ کو جانشینی اور امامت کے لئے منتخب فرما چکے تھے اس صورت حال کے سبب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے بھی امام علی الرضا کے حق میں مفصّل اور مشرح وصیت نامہ تحریر فرما کر تنبیہ فرما دی تھی کہ ان کی دیگر اولاد یا کوئی شخص امام علی الرضاؑ سے جھگڑا یا فساد نہ کرے نہ ان کے اختیارات میں مداخلت کرے اور اس کی تصدیق معتمدین سے کرا دی۔ مگر باوجود اتنے تحفظ کے بھائیوں نے وصیت نامے سے سرتابی کر کے امام علی الرضاؑ سے مال متروکہ و مملوکہ کیلئے اس حد تک جھگڑا اور فساد برپا کیا کہ نوبت مقدمہ بازی کی پہنچی جس میں امام عالی مقامؑ کو کامیابی ہوئی۔ مگر نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ ایک نیا فرقہ آل رسولؐ کے ماننے والوں کا واقفیہ پیدا ہو گیا اور پھر اسی کی ایک دوسری شاخ جو امام علی الرضاؑ کی امامت سے ہی منکر ہو گئے جس کے استیصال کے لئے آنحضرت کو بڑی جد و جہد کرنی پڑی۔ ان حالات میں حکومتِ وقت کو بھی موقع ملا کہ امامت کا سلسلہ امام علی الرضاؑ کے بعد ختم ہو جاوے۔ اس کے

جاسوس بھی مستفسر یا معترض بن کر امام علیہ السلام کے پاس آ کے اولاد اور جانشین کی بابت سوالات کرنے لگے جن کو ہمیشہ یہی جواب بصورت تقیہ[1] دیا گیا کہ میرے ایک فرزند ہو گا جو میرا جانشین اور امام ہو گا۔ یہی روایتیں عوام تک پہنچ کر مشہور ہو گیا کہ امام لاولد ہیں بھائی اور اہل خاندان یہ سمجھ کر کہ امامؑ لاولد ہیں ان کے بعد ہم ہی ترکہ وغیرہ کے مالک ہونگے خاموش ہو گئے۔

یہ زمانہ دور حکومت ہارون رشید کا تھا جو ۱۷۰ھ سے ۱۹۳ھ تک رہا۔ اسی میں کچھ سادات بنی فاطمہؑ نے مشتعل ہو کر حکومت ہارون سے مقابلہ کیا اور باہم جنگ و جدال ہوا۔ ہارون کی فوج کامیاب ہو کر تسلط برقرار ہو گیا۔ مگر ہارون سادات کا بھائی دشمن بن گیا۔ اول عیسیٰ الجلودی کے ذریعہ مدینہ منورہ میں سادات کا قتل عام اور لوٹ مار کرائی۔ یہاں تک کہ امام علی الرضا علیہ السلام کو عورتوں تک کے پارچے، بچوں کے خلخال اور بندے تک اتروا کر دینے پڑے۔ کل اثاثہ ہر قسم کا فوج کے حوالے کرنا پڑا۔ اس کے بعد ہارون رشید نے ایسا سادات کا قتل عام کرایا کہ جس کی دنیا میں نظیر نہ تھی۔ سادات اولاد علیؑ و فاطمہؑ کو چن چن کر اور گھروں میں تلاش کرا کے تہ تیغ کیا گیا۔ یہاں تک کہ سادات کی حاملہ عورتوں کے حمل تک ساقط کروائے تاکہ کوئی بچہ بھی پیدا نہ ہونے پاوے۔ تلواریں متواتر سادات کے خون کے قطرے ٹپکا رہی تھیں۔ انکی حالت یہ تھی کہ کچھ مقتول ہوئے کچھ اسیر، کچھ رواں دواں، کچھ ادھر ادھر چھپتے پھرتے تھے، کچھ خوف و ہراس کے عالم میں مبتلا تھے۔ بہت سے تقیہ کے عالم میں درویشی اختیار کر کے یا ہجرت کر کے دوسرے ممالک میں چلے گئے۔ غرضکہ سادات اولاد علیؑ و فاطمہؑ کا شیرازہ بکھر گیا۔

---

[1] ہر سانح وقت نے کہا ہر تقیہ دیگر ائمہ علیہم السلام نے بھی فرمایا ہے جس کا ذکر سوانح میں موجود ہے۔ مؤلف

جب کوئی تصرف ستم آرا بنا ٭ خون سے سادات کے گارا بنا

ہارون رشید کے فوت ہونے پر ۱۹۳ھ میں امین خلیفہ ہوا۔ چودہ ستارے صفحہ ۲۲۔ پردرج ہے کہ امین عیاش، لاؤبالی اور کمزور طبیعت کا تھا۔ اس کے زمانے میں سادات کے خلاف کوئی واقعہ نہیں ہوا۔ مگر اس کے عہد میں امام رضاؑ کے بھائیوں نے جو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے املاک کی وراثت کے سلسلے میں آپ کو طرح طرح کی تکلیفیں اور اذیتیں پہنچاتے رہے۔ دیگر اہل خاندانوں کو بھی ساتھی بنالیا۔ انہوں نے امام محمد تقی علیہ السلام کے متعلق ۱۹۸ھ میں جبکہ آپ کی عمر اس وقت تقریباً تین سال کی تھی یہ ادعا کیا کہ ان کا رنگ اپنے پدر بزرگوار سے بالکل نہیں ملتا۔ اس لئے یہ ان کے صلبی فرزند نہیں ہیں بلکہ (نعوذ باللہ) لے پالک ہیں۔ جو شرع محمدی کی رو سے ان کے جائز وارث قرار نہیں دیئے جا سکتے چنانچہ امام ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں۔ اقتباس۔ ترجمہ۔ احمد بن محمد بن علی کا بیان ہے کہ میں نے علی بن جعفر کو جو حضرت امام رضاؑ کے چچا تھے حسن بن حسین بن علی بن حسینؑ کی زبانی یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے سنا ...... کہ آپ کے بھائیوں نے حضرت امام محمد تقیؑ کے متعلق آپ کی خدمت میں یہ اعتراض کیا کہ ہم میں سے کوئی امام سیاہ فام نہیں ہوتا آپ نے اُن کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ نہیں یہ میرا ہی فرزند ہے۔ یہ سن کر بھائیوں نے کہا کہ جناب رسالتمآبؐ نے بھی علماء قیافہ کے فیصلہ پر اسامہ بن زید کے معاملے میں اعتبار کیا ہے۔ انہوں نے پوری قوت سے امام رضاؑ پر یہ ایسا حملہ کیا جس کی مدافعت ان کے خیال سے ناممکن تھی۔ آخر ان لوگوں نے چند علماء قیافہ کو بلا بھیجا اور فیصلے کے دن ان لوگوں نے تمام سادات مرد و زن کو جمع کیا اور حضرت امام رضاؑ کے تمام بھائی، چچا وغیرہ سب ایک قطار میں کھڑے ہو گئے لیکن امام رضا علیہ السلام کو

لہ الرضا۔ ایم۔ اے۔ شاہد۔

اُن لوگوں نے عام مزدوروں کے لباس میں بالوں کا ایک جبہ پہنا کر کندھے پر کُدال رکھوا کر باغ کے اندر بھیجدیا تاکہ علم قیافہ کے ماہر آپ کو معمولی باغبان سمجھ کر امام محمد تقی علیہ السلام کے باپ ہونے کا خیال ہی نہ کر سکیں۔ بہرحال آپ اسی لباس میں باغ کے اندر کام کرنے چلے گئے اور یہ لوگ صف بستہ باغ کے دروازے پر کھڑے ہے اس کے بعد ان لوگوں نے امام محمد تقیؑ کو بلا کر اپنے پاس کھڑا کیا۔ اور علم قیافہ کے ماہرین کو بلوا کر کہا کہ بتاؤ اس مجمع میں اس لڑکے کا باپ کون ہے۔ ان ماہروں نے اس جماعت کو نہایت غور سے دیکھا۔ پھر امام محمد تقیؑ کی شکل وصورت اور خد وخال کو دیر تک دیکھتے رہے۔ جب اچھی طرح دیکھ چکے تو کہنے لگے کہ ان لوگوں میں اس بچے کا باپ کوئی نہیں ہے مگر بچہ ان ہی لوگوں کی نسل کا ایک فرد معلوم ہوتا ہے اتنے میں انہیں امام رضاؑ بھی نظر آ گئے۔ انہیں دیکھتے ہی ان ماہروں نے چلا کر کہا کہ اس بچے کا باپ یہی باغبان ہے جو سامنے کام کر رہا ہے اور پسینے میں شرابور ہے۔ یہ احوال مشاہدہ کر کے مجھے تاب ضبط باقی نہ رہی۔ علی بن جعفرؑ کا بیان ہے کہ میں بے اختیار ہو کر آگے بڑھا اور امام محمد تقیؑ کے لبوں کے بوسے لے کر کہا کہ تم بے شک اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہمارے امام اور پیشوا ہو۔ رضاؑ میری یہ حالت دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے اور کہنے لگے کہ اے چچا! کیا آپ کو میرے پدر بزرگوار کی یہ حدیث یاد ہے۔ "آنحضرت نے فرمایا کہ میرے ماں باپ اس کنیز کے فرزند پر فدا ہوں جو تمام زنان نوبیہ سے بہتر ہے اور اس کا رحم رجس وآلائش سے پاک ہے۔ تو ما عبس کے لوگ اور ان کی ذریات خدا کی لعنت کے مستحق ہیں۔۔۔ وغیرہ" میں نے کہا کہ میں تم پر فدا ہوں۔ بے شک میں تصدیق کرتا ہوں کہ میں نے ایسا ہی سنا ہے۔ الشافی اصول کافی صفحہ ۱۸۱ ترجمہ ادیب اعظم

مولانا سید ظفر حسن صاحب نقوی امروہوی میں بھی یہ واقعہ درج ہے۔ اور لکھا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ بہترین کنیز کا فرزند اس زنِ حبشیہ کا فرزند ہوگا جس کے منہ سے خوشبو آتی ہوگی۔ خدا کی لعن ہو ان عباسیوں اور ان کی ذریت پر جنہوں نے میری اولاد سے دشمنی کی۔

غرض امین کے بعد جب مامون رشید عباسی کل ملک پر قابض ہو گیا جس کی حدیں عرب سے بڑھ کر عجم میں دور دور تک پھیل چکی تھیں۔ عوام کے رجحان اور احساس کو جو آل محمد کی طرف ہوتا جاتا تھا۔ مامون نے بھی محسوس کیا اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ ائمہ، اہلبیت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سرپرستی حاصل کئے بغیر عام مسلمانوں کے دل نہیں جیتے جا سکتے اور اب امام رضا کو اپنا کر ہی خفیہ طور پر ان کی جڑیں کاٹی جا سکتی ہیں۔ چنانچہ خلافت نے اسی خیال اور ارادے کے تحت اہل بیت اطہار کی طرف دست مصالحت بڑھایا اور امام عالیمقام کو نظام حکومت میں شریک کرنے کیلئے مدینہ منورہ سے مرد طلب کر لیا۔ اگرچہ امام علیہ السلام جانتے تھے کہ اس عارضی صلح کے نتیجہ میں ان کی جان کو گزند پہنچے گا مگر آپ مصالح امت اور احکام قرآنی کے پیش نظر اس دعوت صلح کو مسترد نہ کر سکے۔

بیشک عرب کے لوگ اس پروپیگنڈے سے کافی متاثر تھے جو اموی اور عباسی دور حکومت میں اب تک اہل بیت رسول کی تنقیص کے لئے کیا جا رہا تھا۔ مگر باہر ابھی تک اہل عجم ان باتوں سے پوری طرح باخبر نہ تھے اور عین ممکن تھا کہ اس موقع پر علوم اور معارف کے صحیح حقائق ان کے سامنے پیش کر دیئے جائیں اور دلائل براہین سے حق کی عظمت ان کے قلوب میں نقش اوّل کے طور پر راسخ ہو جائے تو پھر انہیں صراط مستقیم سے

عہ الرضا۔ ایم۔ اے۔ شاہد جعفر عہ وعث

دنیا کی کوئی طاقت منحرف نہیں کر سکتی۔ ان دینی مصالح سے امام علی رضا علیہ السلام نے
خلافت کی دعوت اور طلبی پر کئی مرتبہ اصرار کے بعد لبیک کہی، جس کا نتیجہ وہی نکلا جو امام
کے پیش نظر تھا۔

اگرچہ آج اس واقعہ کو تقریباً بارہ سو سال کی مدت گذر چکی ہے مگر عجم کی نسلیں
اب بھی اہل بیت اطہار سے وہی عقیدت رکھتی ہیں جو امام رضا علیہ السلام کی تبلیغ و
ہدایت سے پیدا ہوئی تھی۔ اگر امام رضا علیہ السلام، خلافت کی دعوت کو اس مرتبہ بھی
ٹھکرا دیتے تو حکومت وقت اہلبیتؑ کے خلاف اس پروپیگنڈے میں حق بجانب سمجھی
جاتی، کہ ہم تو ہر طرح صُلح پر تیار ہیں۔ مگر اہلبیتؑ خود ہی اسے قبول نہیں کرتے اور ہم سے
جنگ باقی رکھنا چاہتے ہیں۔ اس کے بعد ایک طرف تو حکومت کے لئے امام رضاؑ کو نعوذ باللہ
باغی قرار دے کر شہید کر دینے کا جواز پیدا ہو جاتا اور دوسری طرف اس دینی مفاد سے
جو اس صلح سے حاصل ہوا دنیائے اسلام کلیتہً محروم رہ جاتی۔

اس دنیاوی نقطۂ نظر کے علاوہ مشیت الٰہی کا بھی منشا تھا کہ خطۂ عجم کو
بھی جو امامت حقہ کے مرکز سے دور دراز تھا، اپنی حقانیت کی تعلیم سے روشناس کرا کے
اپنا ایک نمائندہ مستقل طور پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے معین کر دے تاکہ تشنگانِ علوم
ربانی امام علیہ السلام کے ذریعہ سیراب ہو کر فیضیاب ہو سکے ہیں۔ نیز دنیا کو دکھا دیا
جائے کہ حکومت الٰہیہ کے نمائندوں کو اگر دنیاوی سلطنت کا موقع بھی ملے تو وہ اُسے
نظام قدرت اور احکام الٰہی کے مطابق ہی چلاتے ہیں۔ اگر ائمہ علیہم السلام میں سے کسی کو
یہ موقع نہ ملتا تو دنیا کہتی کہ ان کو ایسے موقعے میسر ہی نہ آئے کہ وہ حکومت کرتے۔ اگر
ان کو سلطنت اور حکومت ملتی تو وہ بھی ہماری طرح عیش عشرت، ظلم و زیادتی اور

حشمت و جلال کے ساتھ حکومت کرتے۔ چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ تابع حکم الٰہی چاہے فقر و فاقہ یا شدائد و مصائب میں مبتلا ہوں یا شاہی مسند پہ جلوہ افروز ہر حال میں حکم ربانی کے تحت قلوب انسانی پہ حکمرانی کرتے ہیں نہ کہ دنیاوی سطوت

سلطانی کے ساتھ ــــــــــ (ماخوذ الرضا)

ترجمہ جلاء العیون نصر سوئی صفحہ ۱۰ اپر درج ہے کہ ابن بابویہ نے بسند حسن روایت کی ہے کہ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا جب مجھے مدینہ سے لے جانے لگے تو میں نے اپنے اہل و عیال کو جمع کر کے ان سے اپنی خبر شہادت بیان کی اور کہا کہ میں اس سفر سے واپس نہ آؤں گا۔ اب میری تعزیت میں قیام کر کے مجھ پر نوحہ و زاری کرو اور اشک حسرت اپنی آنکھوں سے برساؤ۔ یہ کہہ کر آپ نے ہر ایک اہلبیت کو وداع کیا اور بارہ ہزار دینار طلا تقسیم کئے اور آپ معتمین سو ہمراہیان مرو خراسان ملک ایران کو تشریف لے گئے تی مفصل حالات دیگر کتب وغیرہ میں بھی درج ہیں اور مختصراً اس کتاب میں بھی۔

(ظہیر رضوی ۔ مؤلف)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

السلام اے سید بیکس غریب ابن موسیٰ اے رضا حق کے حبیب

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَزِدْ وَبَارِکْ عَلَی السَّیِّدِ الْمَظْلُوْمِ وَالْاِمَامِ الْمَعْصُوْمِ الشَّہِیْدِ الْمَسْمُوْمِ وَالْغَرِیْبِ الْمَغْمُوْمِ وَالْعَالِمِ بِالْعِلْمِ الْمَکْتُوْمِ نَعْشِ الشَّھِیْدِ الْمَدْفُوْنِ بِاَرْضِ طُوْسِ الرَّضِیِّ الْمُرْتَضٰی الْمُجْتَبٰی الْمُرْتَجٰی الْعَادِلِ فِی الْقَضَاءِ وَالسَّیْفِ الْمُنْتَضٰی نُوْرِ حَدَقَۃِ الْمُصْطَفٰی نُوْرِ حَدِیْقَۃِ الْمُرْتَضٰی الْاِمَامِ بِالْحَقِّ اَبِی الْحَسَنِ عَلِیِّ ابْنِ مُوْسَی الرِّضَا صَلَوٰتُ اللّٰہِ وَسَلَامُہٗ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَبَا الْحَسَنِ یَا عَلِیَّ بْنَ مُوْسٰی اَیُّھَا الرِّضَا یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ یَا ابْنَ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ یَا حُجَّۃَ اللّٰہِ عَلٰی خَلْقِہٖ یَا سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا اِنَّا تَوَجَّھْنَا وَاسْتَشْفَعْنَا وَتَوَسَّلْنَا بِکَ اِلَی اللّٰہِ وَقَدَّمْنَاکَ بَیْنَ یَدَیْ حَاجَاتِنَا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ یَا وَجِیْھًا عِنْدَ اللّٰہِ اِشْفَعْ لَنَا عِنْدَ اللّٰہِ ۝

ترجمہ اردو

یا اللہ درود اور سلام اور رحمت بھیج اور زیادہ کر اور افزائش کر اوپر سردار مظلوم اور امام معصوم، شہید راہِ خدا کے زہر سے اور مسافر اندوہناک اور جاننے والے علم پوشیدہ کے، ماہِ کامل ستاروں میں، آفتاب آفتابوں میں دفن کئے ہوئے بیچ زمین طوس کے، ایسے مقبول کہ دوسرے مقبول بھی اس سے خوش ہو دیں، مقبول خدا کے، باامر و نہی اور ساتھ راستی کے، حکم کرنے والے بیچ قضا و قدر کے، اور شمشیر تیز نورِ چشم مصطفےٰ کے، غنچہ شگفتہ باغ علی مرتضیٰ کے، امام برحق۔ ابوالحسن۔ علیؑ بیٹے موسیٰ کے رضا۔ درود اللہ کا اور سلام اس کا اوپر ان کے درود اور سلام تم پر اے ابوالحسن۔ اے علیؑ بیٹے موسیٰ کے، اے رضا۔ اے فرزند رسولؐ اللہ۔ اے فرزند امیر المومنین اے حجت خدا کے، اس کی تمام خلق پر، اے سردار ہمارے اور آقا ہمارے،

بدرستیکہ رجوع کیا ہم نے اور شفاعت چاہی ہم نے اور وسیلہ گردانا ہم نے تم کو طرف خدا کے، اور پیش کیا ہم نے تم کو روبرو اپنی حاجتوں کے بیچ دنیا اور آخرت کے، اے صاحب رتبہ نزدیک خدا کے شفاعت کرو ہماری نزدیک خدا کے۔

باب اوّل

تعارف امام عالیمقام

ماخوذ از رضا سید آغا مہدی لکھنوی

مذہب اسلام کو جن متبرک ہاتھوں نے گرداب فنا سے بچایا ان میں امام
علیہ السلام کی ذات، وہ مقدس ہستی ہے جس پر دین و ملّت جتنا فخر کرے کم ہے
مجسمہ علم وکمال، مرکز حکمت و افضال پیکر صدق و صفا۔ فخرنہ ہر دوا تقا عف
اور دشمنوں کی زبان پر بھی آج تک رضاؑ کے لقب سے پکارے جاتے ہیں دجلا
میں جناب مجلسی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ آٹھویں امام حضرت علی رضاؑ
ترین لقب رضا ہے۔ اس لئے کہ حضرت آسمان پر پسندیدۂ خدا تھے۔

خدمت خلق کرنے والے والینٹیروں کو اب بھی رضا کار کہتے ہیں۔ یہ لفظ
کے نام نامی سے مشتق رائج ہوا۔ راویان حدیث نے نقل روایات میں آپ کا
ثانی کے الفاظ سے بھی یاد کیا ہے۔ اور مشہور لقب آپ کا غریب الغربا بھی ہے۔
عرب میں بے وطن اور مسافر کو غریب کہتے ہیں۔ اور کہنا صحیح ہے۔ القاب کثرت سے
جو زیارتوں سے واضح ہوتے ہیں۔ چونکہ زندگی کا خاتمہ آبائی وطن سے دُور شہر طوس
ہوا۔ اس لئے پردیسی سمجھنا بھی درست ہے۔ سلطان بھی آپ کا ایک مشہور لقب ہے

جلاء العیون ملا مجلسی علیہ الرحمہ ترجمہ اردو حصہ دوم صفحہ ۱۰۱۔ سلیمان بن حفص
ے بسند معتبر روایت کی ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اپنے فرزند کو رضاؑ کہتے تھے
سند معتبر امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا کہ لقب رضاؑ مامون نے نہیں دیا
ہ یہ کہنا کہ الرضا کہا کرو۔ لقب رضا تو ان کے والد ماجد کا دیا ہوا ہے۔

ولادت

۱۔ سلسلۂ امامت کی یہ آٹھویں کڑی اور چہاردہ معصومین کے دسویں فرد
ری سال کے گیارھویں مہینے ماہ ذیقعدہ کی گیارھویں کو جمعرات کے دن اپنے آبائی وطن
ینہ طیبہ میں ولادت ہوئی۔ سال ولادت ۱۴۸ھ مطابق ۷۶۵ء تھا۔ باپ امام موسیٰ کاظم
یہ السلام جن کی ذات محتاج تعارف نہیں ہے۔ ماں کا نام اروی اور کنیت ام البنین
"روی" عرب میں سیراب کو کہتے ہیں۔ اور راوی پانی پلانے والے اور روایت کرنیوالے
ور "روا" خوبصورت کو کہا جاتا ہے۔ امام رضاؑ کی پیدائش کے بعد ان کی ماں کو طاہرہ
نام سے پکارا جاتا تھا۔ (مجمع البحرین لغت کتم)

مفتی اعظم قسطنطنیہ شیخ سلیمان بلخی قندوزی نقشبندی رقمطراز ہیں۔

ترجمہ:۔ امام حضرت علی الرضا علیہ السلام کی ماں عجم کے شریف گھرانے کی
تھیں اور وہ تمام عورتوں سے ذہین و عقل کے لحاظ سے برتر تھیں۔

۲۔ ابن بابویہؒ۔ کلینیؒ۔ فضل طبرسیؒ، علامہ مجلسیؒ۔ و بعد کے مؤلفین نے
سنہ ولادت ۱۵۳ ہجری لکھا ہے اور شہادت ۲۰۳ھ اس حساب سے آپ کی عمر ۵۰
ل ہوتی ہے۔ اور بحساب ولادت ۱۴۸ھ ۵۵ سال رہ (واللہ اعلم)

دورِ امامت

آٹھویں امام عالیمقام ورہبر، امامت پر ۳۵ سال کی عمر میں نائز ہوئے۔ ج
اس وقت بڑے پُرخطر دور سے گزر رہی تھی۔ تلوار، زہر اور حبس دوام دوستدارا
اور اہلبیت کا کام تمام کر رہے تھے۔ انقلاب زمانہ سے عباسی حکومت کی راجدھا
بغداد میں نہ رہی۔ مامون رشید عباسی کو حکومت تفویض ہونے پر خود بخود گوشۂ ...
کی طرف توجہ مبذول کرنا پڑی، اور مدینۂ رسول سے "مرو" (طوس) بلانے کی ...
دعوت دی گئی۔ امام عالیمقام زندگی کی باون منزلیں وطن میں گزار چکے تھے۔

کتاب شرح مواقف صفحہ ۶۲۹ کے حوالے سے کتاب حقیقت مذہب شیعہ
علی حسنین صاحب شیفتہ کے صفحہ ۱۳۱ پر درج ہے کہ فرقہ شیعہ امامیہ، اول اور بعد
اور اولادِ علیؑ کے تھا۔ جب زمانہ دراز گزرا تو مذہب امامیہ کے بھی چند فرقے ہو گئے

کتاب جامع الاصول ابن اثیر میں لکھا ہے کہ مذہب امامیہ کے مجدد حضر
امام علی رضاؑ ہیں۔ یعنی مذہب شیعہ میں جو بوجہ ظلم بنی امیہ اور بنی عباس تقیہ کے ...
اختلاف واقع ہوا تھا اس کی اصلاح دوسری صدی ہجری میں حضرت امام علی رضاؑ
فرمائی۔ اور جب سے یہ مذہب امامیہ اثنا عشریہ کے نام سے نامزد ہوا جو تا ایند
طریقہ پر قائم ہے۔

کتاب معجم طبرانی در سعاف الراغبین صفحہ ۱۵۶ ترجمہ حدیث ہے کہ فر
جناب رسول خدا صلعم نے کہ میری امت سے ستر ہزار آدمی بغیر حساب جنت میں د...

ہوں گے۔ عرض کی حضرت علیؑ نے کہ یا رسول اللہ وہ کونسی جماعت ہے جو بغیر حساب جنت میں داخل ہوگی۔ فرمایا آنحضرتؐ نے گروہ شعار نے شیعہ امامیہ اثنا عشریہ ہیں۔

(عین الحیات ترجمہ چشمہ نجات صفحہ ۹۴ مصنف جناب ملا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ)

شیخ طوسی نصیر الدین علیہ الرحمہ نے جناب امیر علیہ السلام کے باخلاص صحابی میثم تمار سے روایت کی ۔ کہتے ہیں کہ رات کے وقت میں جناب امیرؑ کی خدمت میں تھا آپ نے فرمایا۔ جو ہمارے دشمنوں کا دوست ہے وہ ہمارا دوست نہیں۔ ہماری اور ہمارے دشمنوں کی دوستی ایک دل میں نہیں رہ سکتی۔ جسے ہماری محبت ہو۔ چاہیے کہ دوستی میں کھرا ہو۔ مجھ سے لڑنے والے گروہ شیطان ہیں۔ جس کو ہماری محبت کا خیال ہو اسے دل کا امتحان کرنا چاہیے۔ اگر اس میں ہمارے دشمن کی بھی محبت ہو تو جان لے کہ خدا۔ جبرئیل، میکائیل اس کے دشمن ہیں۔

(چشمہ نجات صفحہ) اگر ائمہ معصومین علیہ السلام اُس طاقت کو استعمال کرتے جو قدرت نے اُن کو اپنی نمائندگی کے سلسلے میں ودیعت فرمائی تھی تو عوام الناس ان کو ہی خدا ماننے لگ جاتے۔ اس لئے انہوں نے ظلم و ستم سہے۔ مصیبتیں اٹھائیں مگر اُن طاقتوں سے کبھی کام نہیں لیا۔ سوائے ایسے موقع کے جب قدرت کاملہ کی قوت کے اظہار کا وقت آیا۔

ورود نیشاپور

امام حضرت علی الرضا علیہ السلام زمین طوس پر قدم رکھتے ہیں اور دل کو خبر ہے کہ پھر پلٹنا نصیب نہ ہوگا۔ مگر راستہ میں نیشاپور کے باشندوں نے بقول

عزت کی۔ اپنی علم دوستی سے غیر فانی عقیدت کا اظہار کیا اور وہاں اس جو
سے آپ کا استقبال ہوا جس کی نظیر تاریخ فارس میں نہ ہوگی مجمع کا صحیح ا
نہ ہو سکا لاکھوں کا مجمع تھا۔

جو پڑھے لکھے اور جید علماء و مورخین نقل حدیث کر رہے تھے
تقریباً بیس ہزار تھا اور خیر مقدم کرنے والوں کا عالم بیخودی۔ ابن حجر عسقلا
ترجمانی سے جن الفاظ میں بیان ہوا ہے اس کا ترجمہ بھی زبان عنبر میں ملاحظہ
لوگ۔ روتے، چلاتے اور مٹی میں لوٹتے آرہے تھے (بحوالہ اللواکب المغیۃ
فضائل العلویہ صفحہ ۴۲۵) علماء، محدثین، مورخین کے اصرار پر امام عالیمقام
مجمع عام میں بہ تسلسل اسم ہاء اجداد و امجاد بحوالہ جبرئیل امین علیہ السلام
محفوظ پر لکھی ہوئی یہ حدیث بیان فرمائی۔

"خدا فرماتا ہے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه میرا قلعہ ہے اور جو میرے
قلعے میں پہنچ گیا وہ میرے عذاب سے محفوظ رہا۔ مگر یہ مشروط
ہے جس کی ایک شرط میں بھی ہوں۔ یعنی اقرار امامت توحید
پرست کے لئے جز و لاینفک ہے۔ توحید اس وقت تک مکمل
نہ ہوگی جب تک عقائد کا سلسلہ امامت تک نہ پہنچے۔

یہ مقصد بزرگ اور ٹھوس حقیقت سامعین کے دل نشیں ہوا کہ نہ اس وقت
اس سے انکار ہوا نہ مستقبل کے طبقوں نے عذر کیا۔

سبب اختلاف امامت و حکومت عباسیہ

یہ تاریخی حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ بنی عباس نے خلافت و حکومت۔ بنی فاطمہؑ کا حق بتلاکر ان کے نام سے حاصل کی اور پھر غاصبانہ اس پر خود قابض ہوگئے۔ بنی فاطمہؑ نے اس پر کبھی اعتراض کیا نہ دعویٰ۔ مگر حکومت بنی عباس کے دل میں چور تھا۔ ہمیشہ یہ دغدغہ رہا کہ بنی فاطمہؑ اس کے لیے نہ اٹھ کھڑے ہوں اسلئے بنی عباس ہمیشہ اولاد بنی فاطمہؑ۔ ائمہ علیہم السلام اور سادات کے دشمن جانی رہے اور ستانے، دھمکانے اور مٹانے کی کوشش کرتے رہے۔ اسی سلسلے میں مامون الرشید عباسی نے پُرفریب طریقہ پر نئے منصوبہ کے تحت حضرت امام علی الرضا علیہ السلام کو اپنے دارالحکومت مرو میں بلوایا۔

(الرضا آغا مہدی لکھنوی)

ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب فاروقی سید الشہداء نمبر رضاکار لاہور میں لکھتے ہیں کہ "پیغمبر اسلام نبی آخر الزماں صلوٰۃ علیہ کی آنکھ بند ہوتے ہی مسلمان دو مکاتب فکر میں تقسیم ہوگئے۔ ایک طبقہ الٰہی حاکمیت کا مدعی تھا اور دوسرا انسانی حاکمیت کا علمبردار الٰہی حاکمیت کے علمبرداروں کی قیادت آل رسولؐ کے ہاتھوں میں تھی اور انسانی حاکمیت کے مدعی ان کے مخالف تھے۔ چنانچہ حضرت امام علی الرضا علیہ السلام کو اپنے پاک اصول کی خاطر ایک انتہائی سخت امتحان سے گذرنا پڑا۔ اور یہ امتحان ایسا تھا کہ اگر امام عالیمقام کی بجائے کوئی دوسرا شخص ہوتا تو لازماً اس کے قدم ڈگمگا جاتے۔

مامون الرشید عباسی نے جبراً امامؑ کو اپنا ولی عہد مقرر کیا۔ اس غرض سے کہ آپ انسانی حاکمیت کے اس لطف و کیف سے آگاہ ہو جائیں۔ جسے شیطان نے انسانی فرمانبرداری کے لیئے مخصوص کر دیا ہے۔

امام علیہ السلام کے ہاتھوں میں حکومت آئی۔ لیکن یہ حکومت انسانی حاکمیت کے اصول پر مبنی تھی۔ اس کا بنیادی نقطہ بھی یہی تھا کہ جس طرح انسانوں کے سر مامون الرشید کے سامنے جھکتے ہیں اسی طرح اور اسی اصول کے مطابق امامؑ کے سامنے جھکنے لگیں۔ عام انسان جس طرح تلوار کے دباؤ یا خزانے کے زور سے مامون کے سامنے سرِ عبودیت خم کرتا ہے اسی طرح امامؑ کے سامنے سرِ نیاز خم کرنا شروع کر دے۔ انسانی نفس و ضمیر جس انداز سے مامون کا غلام ہے اسی انداز سے امام کا غلام بن جائے۔ اور جس طرح اللہ کے مقابلے میں مامون الرشید کی فرمانبرداری عوام پر مسلط ہے اسی طرح (معاذ اللہ) اللہ کی حاکمیت کے مقابلے میں۔ امامؑ اپنی انسانی حاکمیت کا اعلان کر دیں۔

امام علیہ السلام کے لیئے یہ ایک بڑا امتحان تھا۔ اور مامون کو امید تھی کہ انسانی حاکمیت کے ظاہری جاہ و جلال، دولت کے انبار، دربار کی چمک دمک اور سلطنت کا دبدبہ آلِ رسولؐ کو الٰہی حاکمیت کی دعوت دینے سے باز رکھنے میں کامیاب ہو جائے گا لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں مامون کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔ اس نے دیکھ لیا کہ آلِ محمدؐ کی تحریک اصول پسندی۔ ان مستحکم چٹانوں پر قائم ہے جنھیں مادی جاہ و جلال کے طوفان ذرا بھی متاثر نہیں کر سکتے۔ الٰہی حاکمیت کا داعی۔ انسانی حاکمیت کے قصرِ رفیع میں بیٹھ کر بھی اپنا کام انجام دیتا رہا۔ اور آخر وہ منزل آگئی جہاں خود امتحان لینے والوں کی ہمتیں پست ہو گئیں۔ مامون کی امیدوں کا قلعہ ریت کے محل کے مانند

زمیں پر آرہا۔ اور آل رسولؐ کی بے پناہ اصول پسندی کا پرچم اس شان سے بلند ہوا کہ انسانی حاکمیت والی غلط اصولوں کی بوسیدہ دیوار متزلزل نظر آنے لگی۔ آخر امویوں نے وہی کیا جو سلاطین ہمیشہ اولیاء اللہ کے مقابلے میں کرتے آئے ہیں۔ امام کو زہر دے کر شہید کر دیا گیا۔ اور اس طرح اللہ کی سرزمین پر اللہ کی بادشاہت کا ایک داعی شیطانی طاقتوں کے ہاتھوں ابدی نیند سو گیا۔

(ماخوذ سید الشہداء نمبر رضاکار لاہور)

باب دوم

مامون کی پُر فریب ولیعہدی کی پیش کش

ماخوذ از رضا۔ ایم۔ اے۔ شاہد ________

صاحب روضتہ الصفا لکھتے ہیں کہ مامون اپنی پُر فریب خلافت کی پیش کش میں کامیاب نہ ہو سکا تو ایک دن اس نے امام رضا علیہ السلام سے خلوت میں کہا کہ اگر امر خلافت قبول نہیں کیا جاتا تو میری ولیعہدی قبول فرمائی جاوے۔ اس کے جواب میں امامؑ نے کھل کر کہا اور صاف لفظوں میں فرمایا کہ مجھے اپنے آبائے طاہرین کے رشاد سے معلوم ہوا ہے کہ یہ بات تمام نہ ہونے پائے گی کہ میں تم سے پہلے تمام ہو جاؤں گا مجھے زہر دے کر شہید کیا جائے گا۔ ملائکہ ارض و سما میری غربت پر روئیں گے اور سی غربت کے عالم میں میری قبر تیرے باپ ہارون کے پاس بنائی جائے گی۔ مامون نے کہ کس کا مقدور ہے کہ میرے جیتے جی ایسی جرأت کرے۔

امامؑ نے فرمایا کہ اگر مناسب وقت سمجھتا تو میں اسی وقت اپنے قاتل کے نام سبھی صراحت کر دیتا۔ مگر قبل از وقوع کسی واقعہ کے اظہار کو خلاف عقل سمجھتا ہوں اب تو اپنے متواتر اصرار اور امامؑ کے بار بار انکار پر انکار کو دیکھ کر مامون کی سطوت سلطانی حرکت میں آئی اور اس نے کسی قدر چیں بجبیں ہو کر کہا کہ آپ کا مقصد

یہ ہے کہ دنیا اور اہل دنیا کی نگاہوں میں آپ کے زہد و استغنا اور ترک علائق کی تو شہرت ہو اور میرا ذاتی عجز اور طبیعت کی کمزوری ثابت ہو جائے۔

..مون کی اس مخالفانہ تعریض کے جواب میں امام نے فرمایا: حصول دنیا کے لئے محض ظاہری طور پر دنیا سے نفرت کرنا ہمارا شیوہ نہیں۔ لیکن ان امور (؟) او۔ بار بار اصرار سے جو تیرا خاص مقصد ہے وہ البتہ تیرے منہ پہ ہی کہے دیتا ہوں۔ دراصل تیری غرض اس اصرار سے یہی ہے کہ لوگوں پہ یہ ثابت کر کے علی بن موسیٰ حقیقت میں تارک دنیا نہیں تھے بلکہ خود دنیا نے انہیں ایک خاص مدت تک انہیں چھوڑے رکھا تھا۔ مگر جب دنیا نے ان کی طرف رجوع کیا تو وہ پوری رغبت سے اس کی طرف جھک گئے۔ مامون اب کی دفعہ اپنی تعریض کا جواب پا کر پہلے سے بھی زیادہ برہم ہوا اور اپنی امارت و حکومت کی شان دکھا کر بولا۔ کہ آپ برابر میری اتنی منت سماجت اور استدعا و التجا پر بھی مسلسل انکار کرتے چلے جا رہے ہیں اور میری سطوت سے ذرا نہیں ڈرتے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر آپ میری ولیعہدی قبول نہ کریں گے تو میں تحقیر و تذلیل سلطنت برداشت نہ کرتے ہوئے آپ کو قتل کرا دوں گا۔

اس کا یہ جواب سننا تھا کہ امام رضا علیہ السلام کے چہرہ مبارک پر انتشار اور اضطرار کی جگہ اب اطمینان اور سکون کے آثار نمایاں ہو گئے۔ اور فرمایا کہ جب تو ہر قیمت پہ یہ طوق میری گردن میں ڈال دینے کے لئے طے ہی کر چکا ہے اور میرے مزید انکار پہ مجھے قتل کرا دینے کی دھمکی دے رہا ہے تو اب مجھ پر آئیہ کریمہ و لا تُلقُوا بِاَیدِیکُم اِلَی التَّھلُکَۃ کی تکمیل واجب ہو گئی۔ یہ بھی مجھے معلوم ہے

کہ اگر اس وقت میں کسی حادثے سے دوچار ہوا تو اُمت میں بڑی سخت خونریزی ہو جائے گی اس لئے میں بندگان خدا کے خون بہائے جانے کا ذریعہ نہیں بننا چاہتا میں تیری ولیعہدی قبول کرتا ہوں۔ مگر ان شرائط پر کہ میں کاروبار سلطنت میں کوئی دخل نہیں دوں گا۔ نہ کسی کو معزول کروں گا۔ نہ مامور۔ نہ کسی آئین ملکی میں تبدیلی کروں گا اور نہ کسی قواعد مالی میں تغیر۔ ہاں ان امور کی مداخلت سے الگ تھلگ رہ کر بندگان خدا کی صلاح و فلاح کے کاموں میں تجھے حکم خدا و رسولؐ کے مطابق ضرور مشورہ دوں گا۔ مامون نے یہ شرطیں قبول کرلیں۔ اس کے بعد امامؑ نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کئے اور بارگاہِ رب العزت میں عرض کی:-

"پروردگار! تو جانتا ہے کہ میں نے اس امر کو مجبوری قبول کیا ہے۔ خداوندا تو میرے اس عمل پر اسی طرح کوئی مواخذہ نہ فرما جس طرح حضرت یوسفؑ اور جناب دانیال سے ان کے معاملات کے متعلق کوئی بازپرس نہیں کی جائے گی۔"

اس کے بعد آپ نے پھر ان کلمات کا اعادہ کیا:-

"بارالٰہا! کوئی عہد سوائے تیرے عہد کے اور کوئی ولایت سوائے تیری ولایت کے نہیں ہے۔ تو مجھے اپنے دین پر قائم رہنے اور اپنے نبی کی سنت زندہ کرنے کی راہوں پر مستقل رہنے کی توفیق عنایت کر

باب سوم

اعلان ولیعہدی کیلئے یادگار دربار

الرضا۔ ایم۔ اے۔ شاہد

جب امام علی رضا علیہ السلام نے بمجبوری محض صلاح و فلاح اُمت کے پیش نظر ولیعہدی قبول کر لی تو مامون رشید بہت خوش ہوا اور آپ کی رسم ولیعہدی ادا کرنے کے لئے ایک بڑا جشن اور شاندار دربار کے انتظامات نہایت اعلیٰ پیمانے پر شروع کر دیئے گئے۔

چنانچہ یکم رمضان ۲۰۱ھ کو ایک عظیم الشان دربار منعقد ہوا۔ پہلے سے یہ اعلان کر دیا گیا تھا کہ اس مبارک موقع پر ملازمین ملکی و مالی و فوجی اور تمام وظیفہ خواران شاہی کو ایک ایک سال کا روزینہ بخشش کے طور پر عطا کیا جائے گا اس لئے دربار میں درہم و دینار کے ڈھیر لگا دیئے گئے۔ اور طرح طرح کی بیش بہا خلعتیں، قسم قسم کے قیمتی لباس تخت شاہی کے قریب چاندی سونے کی کشتیوں میں چن دیئے گئے دربار زینت شاہانہ اور رنگ آرائش خسروانہ سے آراستہ و پیراستہ کیا گیا۔ امام علی الرضاؑ کے لئے ایک مُطلّا و مذہب مسند نہایت تکلف سے مامون کی مسند سے ملی ہوئی سجائی گئی۔ ان ضروری انتظامات کے بعد افتتاح دربار کا وقت آیا۔ علماء، فضلاء، رؤسا و امراء

مشائخ و عمائد نیز عوام چاروں طرف سے جوق جوق آنے لگے۔ جب تمام دربار حاضرین سے بھر گیا تو سب سے پہلے مامون اپنے شاہی کر و فر سے دربار میں داخل ہوا۔

اس کے بعد امام علی الرضا علیہ السلام اس شان سے تشریف لائے جیسا کہ علامہ ابن حجر لکھتے ہیں کہ "رعب و جلال امامت سے دربار میں خاموشی چھا گئی۔ آپ مامون کے داہنی جانب مسند پر جلوہ افروز ہوئے۔ اور خدام شاہی علم ہائے سبز جن کے پھریروں میں کثرت سے جواہرات ٹکے ہوئے تھے ہاتھوں میں لئے آپ کے پس پشت کھڑے ہو گئے خطیبوں اور شاعروں کی جماعت حکم کے انتظار میں دو رویہ قطار باندھے ہوئے کھڑی تھی۔

دربار کا افتتاح اس طرح ہوا کہ سب سے پہلے مامون نے اپنے بیٹے عباس کو امام رضاؑ کی بیعت کا حکم دیا۔ عباس کے بعد ہر طبقہ اور ہر درجہ کے لوگ باری باری آتے گئے۔ اور آپ کی بیعت سے مشرف ہوئے۔

عیون الاخبار میں مروی ہے کہ اس وقت بیعت کرنے کا عموماً یہ طریقہ تھا کہ ہر شخص اپنا سیدھا ہاتھ امام علی رضاؑ کے دست راست پر اس طرح رکھتا تھا کہ اس کی آخری انگلی آپ کی آخری انگلی سے مل جاتی یا چھو جاتی۔ جو دراصل اسلامی طریقہ کے خلاف تھا۔ اسی طرح پے در پے ہر شخص آتا اور بیعت کرتا گیا۔ مگر جب ایک مرد انصاری آیا تو اس نے اس طریقے کے خلاف اس طرح بیعت کی کہ اس کی پہلی انگلی آپ کی آخری انگلی سے مل گئی۔ یہ دیکھ کر آپ نے تبسم فرمایا۔ مامون جو آنکھ لگائے آپ کے چہرے اور تمام حرکات کا مطالعہ کر رہا تھا۔ فوراً تبسم فرمانے کا سبب پوچھنے لگا۔ آپ نے ٹالنا چاہا۔ مگر اس نے اصرار کیا۔ اُس وقت امامؑ نے فرمایا۔ کہ سب نے فسخ عہد کی نیت سے

بیعت کی ہے۔ سوائے اِس شخص انصاری کے، کہ اس نے اسلام کے اصلی طریقہ پر بیعت کا فریضہ ادا کیا ہے۔ یہ سن کر تمام دربار میں کھلبلی پڑ گئی۔ اور مامون نے تمام حاضرین کو از سرِ نو بیعت دوبارہ کرنے کا حکم دیا۔

امر بیعت تمام ہونے کے بعد زود، دینار غربا و مستحقین کو تقسیم کئے گئے پھر قصیدہ خوانی شروع ہوئی۔ سب سے پہلے جس بزرگ نے قصیدۂ تہنیت پڑھ کر سنایا وہ عباس ابن حسن سید علوی اولاد حضرت عباسؑ تھے۔

خطبہ امامؑ جو دربار ولیعہدی میں ارشاد فرمایا

قصیدہ خوانی اور تقسیم انعام و اکرام کے بعد مامون نے امامؑ کی خدمت میں حاضرین کا اشتیاق ظاہر کر کے استدعا کی کہ اب آپ اس مجمع میں خطبہ ارشاد فرمائیں اور سامعین کو لہجۂ رسولؐ اور کلام رسولؐ سے مستفیض کریں۔ امام علیہ السلام اٹھ کر منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ شروع کیا۔ جو عیون الاخبار میں بیہقی کی سند سے اسطرح درج ہے (الرضا۔ سید ایم۔ اے۔ شاہد صفحہ ۳۵)

ترجمہ خطبہ۔ یعنی اُس خدائے عزوجل کا شکر ہے جس نے ہمارے اُن امور کی حفاظت کی جنکو لوگ ضائع کر چکے تھے اور ہمارے اُن امور کو بلند فرمایا جنکو لوگ گرا چکے تھے اور یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ اسّی برس تک اہل کفر و عصیاں کے منبروں پر سے ہم پر لعنت کیجاتی رہی اور ہمارے فضائل مناقب کو چھپاتے رہے اور ہمارے خلاف جھوٹے جھوٹے الزام اور تہمت لگانے میں خوب مال و زر خرچ کرتے رہے مگر خدائے تعالیٰ کی مشیت نے یہی چاہا کہ ہمارا ذکر بلند ہو اور ہماری فضیلت ظاہر ہو۔ خدا کی قسم یہ تمام

بھاری وجہ سے نہیں ہوا۔ بلکہ جناب رسولؐ خدا کی قرابت کے باعث واقع ہوا ہے۔ جس حد تک ہمارا حال ہوا ہے اور آئندہ ہوگا وہ تمام آنحضرت کی خبر کے مطابق ہے جو آپ کی نبوت کے بزرگ ترین آثار و دلائل سے ہے۔ (سید ایم اے۔ شاہد الرضا صفحہ ۲۶ پیم)

علامہ بیہقی نے لکھا ہے کہ امامؑ نے دربار میں ذیل کا خطبہ ارشاد فرمایا تھا ترجمہ یہ ہے:۔

ترجمہ۔ ایہا الناس آگاہ ہو کہ میں علی بن موسیٰ الرضا ہوں۔ میں تمہیں اس امر کی اطلاع دیتا ہوں کہ مامون نے خدا اس کو نیکیوں کی توفیق دے۔ ایسے وقت میں ہمارا حق پہچانا جب تمام دنیا کے لوگ اسکی طرف سے غافل ہو گئے تھے۔ اور اس نے اس وقت صلہ رحم کو پھر زندہ کیا جبکہ وہ مدت سے قطع کیا ہوا پڑا تھا۔ بہت سے بے قرار دلوں کو اس نے اس دا طمینان بخشا۔ اور اپنی ان خدمات میں وہ جناب باری عز اسمہٗ کے سوا اور کسی سے کسی بدلے کی امید نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ اسے ضرور اس کا اجر دے گا۔ کیونکہ وہ کسی کے اعمال کو ضائع نہیں کرتا۔ بس جیسا کہ تم لوگ دیکھتے ہو کہ اس نے مجھے اپنی خلافت و امارت میں اپنا ولیعہد مقرر کیا ہے اگر میں اس کے بعد زندہ رہا تو جو شخص اس اقرار بیعت کے بعد اپنے اقرار کے خلاف کرے گا اس سے اختلاف وانحراف کرے گا اور اس عروۃ وثقیٰ کو جسے حق سبحانہ تعالیٰ نے مستحکم کیا ہے، توڑ دے گا اس کے متفق نظام اور

تدبیر کے پریشان کرنے، رسم و رواج، جاہلیت کے تازہ کرنے اور بدعات و نفاق کے قائم کرنے کی کوشش کرے گا وہ ضرور سخت مواخذہ میں گرفتار کیا جائے گا اور میں نہیں جانتا کہ ہمارے اور تمہارے ساتھ فردائے قیامت میں۔ کیا کیا جائے گا۔

عربی: ان الحکم الا للّٰہ یقضی بالحق وھو خیر الفاصلین۔

ترجمہ۔ سوائے خدا کے اور کسی کا حکم نہیں ہے۔ وہی ٹھیک ٹھیک فیصلہ کرے گا اور وہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

صاحب صواعق محرقہ لکھتے ہیں کہ آپ کے خطبہ کو سن کر مجمع پر جیسی کچھ تاثیر تھی وہ بیان سے باہر ہے۔ بہت سے حاضرین آپ کے چہرۂ مبارک پر نظر جمائے نقش بدیوار تھے۔ اکثر آپ کی معجز بیانی سے وجد کی حالت میں جھوم رہے تھے۔ بہتیرے ایسے تھے جو مضامین پر غور کر کے خوفِ الٰہی اور عذابِ آخرت کے خیال سے دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔ غرض کوئی متنفس ایسا نہ تھا جو امام کے معجز نما کلام سے پورے طور پر متاثر نہ ہوا ہو — چودہ ستارے صفحہ ۳۴۹۔ علامہ شریف جرجانی نے لکھا ہے کہ قبول ولیعہدی کے متعلق جو تحریر امام علی الرضا علیہ السلام نے مامون کو لکھی اس کا مضمون یہ تھا کہ "چونکہ مامون نے ہمارے ان حقوق کو تسلیم کر لیا ہے جن کو ان کے آبا و اجداد نے نہیں پہچانا تھا۔ لہٰذا میں نے اس کی درخواست قبول کی ہے"۔

اقرار نامہ جو مامون الرشید نے دربار میں پڑھ کر سنایا

امام کے خطبہ ارشاد فرمانے کے بعد مامون نے اقرار نامہ پڑھ کر سنایا جسے امر ولیعہدی کے سلسلہ میں اس نے خود تحریر کیا تھا۔

اقتباس اقرار نامہ

ترجمہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ وہ کتاب ہے جسے مامون عبد اللہ بن ہارون نے علیؑ بن موسیٰ الرضا۔ اپنے ولیعہد کیواسطے لکھا ہے جاننا چاہیئے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اپنی انتہائی مہربانی سے اپنے حبیب پاک حضرت محمد مصطفےٰؐ کو رسالت پر مبعوث کیا اور ان پر قرآن مجید و فرقانِ حمید کو نازل فرمایا جس میں حلال و حرام اور امر و مناہی کو واضح اور روشن کر دیا تاکہ حجت خلائق پر تمام ہو۔

آنحضرتؐ نے رسالت خدا کو بندگانِ خدا تک پہنچایا پہلے موعظہ حسنہ سے پھر جنگ و جدال، جہاد سے ان کو راہ راست کی طرف دعوت دی یہانتک کہ وہ عہد مبارک ختم ہوگیا.........

میں نے اپنی ولایت و جانشینی کے معاملے میں بہت غور و خوض کیا۔ اور ایک دیندار و پرہیزگار ولیعہد کی تلاش میں تمام خاندان اور اولاد عبد اللہ بن عباس و امیر المومنین علیؑ بن ابی طالب کو چھان ڈالا۔ ایک ایک کے حالات سے کامل واقفیت اور پوری معرفت حاصل کی اور بکمال عجز و الحاح درگاہ الٰہی سے خواستگار رہا کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ اس کے اصلی اور جائز مستحق کو مجھ پر ظاہر کر دے اور اس معاملے میں خدائے عزوجل سے استخارہ بھی کیا چنانچہ بڑی کدوکاوش کے بعد دونوں قبیلوں میں سے جس شخص کو ہر طرح سے

فائق، صاحب علم و فضل۔ مالک زہد و تقوٰی پایا۔ وہ علیؑ بن موسیٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالب ہیں۔ جب ہر نوع ان کا امتحان کر لیا، پھر جوانی، لڑکپن اور پیری کے حالات کو بھی پورے طور سے جانچ لیا تو آپ کو اپنی ولیعہدی کے لئے مقرر کر کے مجلس بیعت منعقد کی
حق سبحانہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں نے صرف خوشنودی خدا اور قربتہ الی اللہ۔ یہ کام کیا ہے اس لئے مجھے قوی امید اور یقین کامل ہے کہ توفیق الٰہی شامل حال ہوگی اور میرا یہ کام بخیر و خوبی انجام کو پہنچے گا۔

.... یہ اقرار نامہ عبداللہ مامون بن ہارون نے دو شنبہ کے دن ۷ رمضان المبارک ۲۰۱ھ کو اپنے ہاتھ سے اپنے دارالحکومت شہر مرو میں لکھا (الرضا) مگر بقول شاعر ؎

کہاں امام۔ کہاں ملک کی ولیعہدی ؛ کہاں زمین کہاں مہر آسمانِ رضا
دبا سکا نہ انھیں دے کے اپنی سلطانی ؛ لیا تھا مسند شاہی پہ امتحانِ رضا

چودہ ستارے صفحہ ۳۴۹ بحوالہ علامہ شبلی کہ تینتیس ہزار عباسی مرد و زن کی موجودگی میں آپ کو ولیعہد بنایا گیا تھا۔

اس تقریب کے بعد رشتۂ ولیعہدی اور مضبوط کرنے اور اپنی سیاسی مصلحتوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے بقول علامہ ابن حجر مکی۔ مامون نے اپنی لڑکی کے ساتھ عقد کرنے کی امامؑ سے خواہش کی جسے آپ نے منظور فرمالیا۔ چودہ ستارے صفحہ ۳۴۹ تمام ملک میں احکام شاہی نافذ ہوئے کہ مامون کے بعد علی الرضاؑ تخت و تاج کے مالک ہیں۔ اور کا لقب ہے "الرضا بن آل محمدؐ"۔

عقد اُمِ حبیبہ دختر مامون کے ساتھ امام عالی مقام کا

اُمِ حبیبہ اپنی بڑی لڑکی سے امامؑ کا عقد کر کے اپنے خویش میں آنجناب کو منسلک
اس طرح سادات کرام پر جو مظالم مامون کے آباؤ اجداد کی طرف سے ہوئے تھے۔ عام
میں اس کا ایک حد تک تدارک کر دیا۔ جس سے سادات میں خوشیاں منائی گئیں
ملحوظ خاطر رہے کہ ام حبیبہ سے کوئی اولاد نہیں ہوئی ورنہ امامت میں مزید خبط
پیدا ہو جاتا۔ (بشکریہ آغا صاحب)

سکوں پر اور خطبہ میں امام کا نام نامی

اس عہد نامہ کی تحریر کے بعد مامون عباسی نے حکم دیا کہ امام رضاؑ کے
سکے بھی مضروب کئے جائیں چنانچہ اُسی وقت آپ کے نام کے سکے جاری کئے گئے۔
مامون نے یہ احکام بھی جاری کئے کہ تمام قلمرو سلطانی میں عمال اور والیا
کے ذریعے آپ کی ولایت کا اعلان کیا جائے اور جمعہ کے روز سے آپ کا اسم گرامی
میں داخل کیا جائے۔ چنانچہ عبدالحمید مدینہ منورہ کے عامل نے یہ حکمنامہ شاہی پاکر
رسولؐ میں منبر پر خطبہ پڑھا تو امام رضاؑ کا نام نامی اس طرح لے کر دعا مانگی۔
ترجمہ:۔ مسلمانوں کے ولیعہد علی بن موسٰی بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی
بن ابی طالب ہیں۔

تذکرۃ الائمہ مؤلفہ علامہ مجلسی علیہ الرحمہ میں ایک متقی و پرہیزگار شخص
زبانی لکھا گیا ہے کہ مرزا محمد حسن متولی سرکار امام رضاؑ کے زمانہ میں مترو کے قلعہ
ایک شخص ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کو چند اشرفیاں ملیں جن کا وزن موجودہ صرافی کے م

ان اشرفیوں میں سے چند پر امام علی بن موسیٰ الرضاؑ کا نام منقش تھا جس کے الفاظ یہ تھے :- اَلْمُلْکُ لِلّٰہِ وَالدِّیْنُ اَلْمَامُوْنُ اَمِیْرُ الْمُوْمِنِیْنَ وَخَلِیْفَۃُ الرِّضَا اِمَامُ الْمُسْلِمِیْنَ

نمازِ عید کی امامت کے مسئلے میں مامون کا ظلم

ولیعہدی کے بعد ہلال عید نمودار ہوا تو مامون نے امامؑ سے خواہش کی کہ کل آپ نماز عید پڑھائیں۔ امامؑ نے اول تو انکار کیا، لیکن پھر اس شرط پر راضی ہو گئے کہ آپ رسالتمآبؐ اور علی ابن ابی طالب کے طریقے سے نماز عید کے لئے جائیں گے۔ مامون نے اسے منظور کر لیا۔

امام نے صبح ہوتے ہی غسل کیا۔ اور لباس پاکیزہ زیب تن فرما کر سفید سوتی عمامہ سر پہ باندھا۔ دامان قبا کمر تک اور پائجامہ نصف ساق تک چڑھا لیا۔ صحن خانہ میں پہنچ کر سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا اور با آواز بلند تکبیر کہی۔ دروازے پر امراء وزراء زرق برق لباس پہنے استقبال کے لئے کھڑے تھے۔ آپ نہایت سکون و وقار سے پا پیادہ برآمد ہوئے۔ تھوڑی دیر تامل فرما کر تکبیرات اربعہ کو زبان مبارک پر جاری فرمایا۔ آپ کے ساتھ ہمراہیوں نے بھی آوازیں بلند کیں جس سے تمام شہر میں زلزلہ سا پڑ گیا۔ اور صدائے گریہ و بکا ہر طرف بلند سے بلند ہونے لگیں۔ اسی طرح آپ نے تین دفعہ تکبیرات کی تکرار کی۔

..... راوی حدیث کا بیان ہے کہ ایسا عجیب و غریب سماں میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ ارض و سماں اور در و دیوار آپ کے ساتھ تکبیرات کہنے میں شریک ہیں۔

فضل بن سہل نے جب یہ منظر دیکھا تو دوڑا ہوا مامون کے پاس گیا اور کہنے لگا :" ارے غضب ہو گیا۔ اگر امام رضاؑ اسی شان سے عیدگاہ تک چلے گئے تو

اہلِ مرو تمام و کمال ان کے گرویدہ و فریفتہ ہو جائیں گے۔ اور ایک متنفس بھی تم
...... باقی نہ رہے گا۔ پھر ممکن ہے کہ ایسا فسادِ عظیم برپا ہو کہ اس کا انسداد حیطۂ
امکان سے باہر ہو جائے۔ مصلحتِ وقت اسی میں ہے کہ امامؑ کو راستے ہی سے واپس
بلالیا جائے (مؤلف: فضل بن سہل مجمی تھا اسی کے مشورہ سے امامؑ کو مرو بلانے
کے لئے بلوایا۔ ہر طرح امامؑ کا معتقد رہا مگر اس موقعہ پر وسوسۂ شیطانی سے امامؑ
کے خلاف یہ حرکت کی۔ نتیجتاً مامون نے بسازش اس کو قتل کرایا جو اس کی بدکرداری
کا پھل تھا۔)

مامون نے حسبِ مشورہ وزیر فضل فوراً ایک معتمد شخص کو بھیج کر امامؑ کو
راستے ہی سے واپس بلالیا۔ آپ کا لوگوں کی نگاہوں سے غائب ہونا تھا کہ تمام جماعت
متفرق ہو گئی اور آخر کار نماز اس دن منعقد ہی نہ ہو سکی۔

مامون نے کہا کہ یا ابن رسول اللہ میں نے ناحق آپ سے اتنا اصرار کیا۔ حضرت کو
زحمت ہوئی ہو گی۔ آپ واپس تشریف لے آئیں۔ جو شخص ہر سال نماز پڑھاتا ہے
وہی امسال بھی پڑھا دے گا۔ جناب امام رضاؑ نے یہ پیغام سن کر فرمایا
لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ امام وہیں سے دولت سرا تشریف
لے آئے۔

نماز عید امام کے نہ پڑھانے سے لوگوں میں بےچینی اور عباسیوں کی مخالفت مامون کیخلاف ولیعہدی امام کے سبب

ایک طرف تو نماز عید کے واقعہ سے لوگوں میں بےچینی اور انتشار پھیلا دوسری طرف عباسی خاندان کے لوگ امام رضاؑ کی ولیعہدی کے مسئلے سے برہم ہو رہے تھے عباسیوں نے مامون کے خلاف بغداد میں بغاوت کردی۔ مامون فضل سے برگشتہ ہو گیا۔ اور اسے خفیہ طور پر قتل کرا دیا۔

باب چہارم

مامون کے دل میں امام رضاؑ کی طرف سے بغض و عناد

نماز عید کے واقعہ سے پہلے ہی مامون کا دل امام رضاؑ کی طرف سے مکدر ہو چکا تھا۔ ویسے بھی ضرورت وقت سے مجبور ہو کر مامون نے آپ کو ولیعہدی کے لئے منتخب کیا تھا۔ مگر اس کا مقصد پورا نہ ہوا۔ بعد واقعہ نماز عید بھی وقتاً فوقتاً امام رضاؑ کا اسے امر و نواہی کے معاملے میں روکنا ٹوکنا اور خلوت و جلوت میں بے جا اور خلاف شریعت امور کے متعلق پند و نصائح فرمانا ناگوار گذرتا تھا۔ اس کے علاوہ آپ کی حق گوئی اور صداقت بھی اسے پسند نہ تھی۔ دو ایک واقعات اور ایسے پیش آئے کہ امام رضاؑ کی طرف سے اس کے دل میں ایسی مخالفت سمائی کہ پھر کسی طرح نہ نکلی۔

نماز عید اور ولیعہدی کے واقعات سے لوگوں میں بے چینی تھی ہی۔ حاسدوں کو اچھا موقع مل گیا۔ اور عام طور پر چرچا ہونے لگا کہ ہم مامون کو اپنا خلیفہ اور امیر المومنین نہیں مانتے۔ چند روز کے بعد عباسیوں کی ایک بہت بڑی مجلس قائم ہوئی اور دوسرے خلیفہ کی تلاش ہونے لگی۔

ان تمام واقعات سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ مامون کے دل میں امام رضاؑ

کی جانب سے ایسی گرہ پڑ گئی جس کا کھلنا سوائے اس ایک صورت کے اور کسی طرح ممکن نہ تھا کہ امام رضاؑ (نعوذ باللہ) صداقت وحق گوئی ، ہدایت ونصیحت سے دست بردار ہو کر جاؤ بیجا اس کی تائید کرتے رہیں۔ یہ کسی طرح ممکن نہ تھا کہ امامؑ اپنے فرائض سے چشم پوشی فرمائیں اور مامون کی خاطر کذب وحق پوشی کو اپنا شعار بنالیں۔..... مامون کو یہ بھی یقین تھا کہ جب تک امام رضاؑ کو درمیان سے ہٹا نہ دیا جائے گا نہ اسے اپنی من مانی کا موقع مل سکے گا اور نہ عباسی خاندان کے لوگ ہی اس کی تائید اور حمایت کریں گے چنانچہ اس نے بقول تذکرۃ الائمہ خود طے کر لیا کہ امام رضاؑ کو شہید کر دیا جائے...... کیونکہ اس وقت اپنی سلطنت بچانے کے سوا اس کے دل میں کوئی دوسرا خیال ہی نہ تھا۔ اس لئے کہ ایک تو دولت ہی بڑی بُری شے ہوتی ہے۔ پھر اس پر حرص سلطنت اور طمع امارت ایک اور سخت مصیبت اور دشوار گذار نت ہوتی ہے۔ جس کی آرزو۔ جس کے اشتیاق اور جس کی تمنا میں انسان سے جو کچھ نہ ہو جائے وہ تھوڑا ہے۔ دنیا کی تاریخ میں اس قسم کے واقعات بھرے پڑے ہیں کسی قوم، کسی ملک کی تاریخ اٹھا کر دیکھئے تو اس میں ایسے واقعات ضرور پائیں گے کہ اس سلطنت کی طمع اور اس دولت کے لالچ میں پڑ کر بیٹے نے باپ اور باپ نے بیٹے کو مار ڈالا۔ بھائی نے بھائی کو قتل کر دیا۔

مامون کو بھی اپنی جاتی ہوئی سلطنت وشاہی کی فکر دل سے لگی ہوئی تھی اس لئے اپنی غلط فہمی اور کوتاہ اندیشی سے امام رضاؑ کو بھی خاتمہ تک پہنچانے کیلئے بالکل مستعد اور تیار ہو جاتا تھا۔ پھر اگر اس نے اس ارادہ کو پورا کیا اور امام علیہ السلام کو بھی شہید کر دیا تو اس کا یہ فعل دنیاوی اعتبار سے نہ تو بعید از قیاس ہے اور نہ بعید از عقل۔

امام رضا علیہ السلام کی رحلت

امام شبلنجی ملا جامی اور صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں کہ...... ہرثمہ کو فوراً مامون نے بلوایا۔ ہرثمہ کا بیان ہے کہ میں اسی وقت مامون کے پاس پہنچا تو اس نے مجھ سے کہا کہ امام رضاؑ کو جا کر فوراً بلا لاؤ۔ اور کہو کہ اگر آپ نہ آسکیں تو میں خود حاضر ہوتا ہوں۔ ہرثمہ مامون کا یہ پیغام لے کر امامؑ کی خدمت میں پہنچا اور حاضری کی وجہ عرض کی۔ امامؑ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور مجھ سے یہ فرماتے ہوئے چلے کہ ہرثمہ! میری تمام باتیں تمھیں یاد رہیں۔ اس کی طلبی اسی معاملے کی ابتدا ہے جس کی پیشگوئی میں نے کی ہے۔ رضا بقضائہٖ تسلیماً لامرہٖ

ہرثمہ کہتے ہیں کہ جب آپ مامون کے پاس پہنچے تو وہ اپنے مقام سے اٹھا اور حسب دستور آپ کی تعظیم و تکریم بجالایا۔ پیشانی اقدس پر بوسہ دیا اور اپنے پہلو میں بٹھایا۔ مزاج پرسی کے بعد خادم کو آواز دی۔ وہ آیا۔ تو کہا کہ جو انگور ہم نے خاص کر کے رکھوائے ہیں وہ لے آئے۔ ہرثمہ کا بیان ہے کہ میں انگور کا نام سنتے ہی تھرا گیا۔ مگر امامؑ کے چہرے پر کسی قسم کا تغیر پیدا نہ ہوا مجھ سے آپ کے سکون و صبر کی کیفیت دیکھ کر ضبط نہ ہو سکا اور باہر چلا گیا۔ یہ وہی انگور منگا رہا تھا جس کی بابت امام نے ہرثمہ سے فرمایا تھا کہ اس باغی مامون نے پورا ارادہ کر لیا ہے کہ انگور اور انار میں مجھے زہر دے کر شہید کرے گا۔

انگوروں کے طبق کا آنا اور مامون کا اصرار۔ امام کے کھانے کو

(جلاء العیون)

جب خادم وہ خوشہ انگور لایا۔ اس وقت ایک طبق کئی طرح کے میووں کا مامون کے سامنے رکھا ہوا تھا۔ خوشہ انگور جس کے بعض دانوں میں زہر آلود دھاگہ بھرا ہوا تھا۔ آئے تو طبق میں رکھ کر کہا کہ یا ابن رسول اللہ ان انگوروں سے بہتر انگور میں نے نہیں دیکھے۔ حضرت نے فرمایا۔ انگور بہشت ان سے بھی اچھے ہیں۔ مامون نے کہا کہ تناول فرمائیے۔ حضرت نے فرمایا مجھے معاف رکھ۔ اس نے اصرار کیا کہ آپ ضرور کھائیں۔ اور کہنے لگا۔ یا حضرت باوجود اس خلوص کے پھر بھی آپ مجھ سے بدظن رہتے ہیں۔ یہ کہہ کر چند دانے اس خوشہ میں سے جو زہر آلود نہ تھے خود کھائے۔ اور حضرت کے ہاتھ میں زہر آلود خوشہ دے کر کہا۔ تناول فرمایئے۔ حضرت نے بہ جبر ان میں سے تین دانے انگور تناول فرمائے۔ اسی وقت آپ کی حالت بگڑ گئی۔ اور باقی خوشہ زمین پر پھینک دیا اور اٹھ کھڑے ہوئے مامون نے کہا اے پسر عم آپ کہاں جاتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا۔ وہاں جاتا ہوں جہاں تو نے مجھے بھیجا ہے۔ یہ کہہ کر سر مبارک چھپائے مامون کے پاس سے باہر تشریف لائے یہاں تک کہ حضرت اپنے دولت سرا پر پہنچے۔ ہرثمہ کا بیان ہے کہ دوپہر ہونے سے پہلے امام رضا مامون کے پاس سے واپس ہوئے۔ میں اس وقت تو حاضر خدمت نہ ہو سکا۔ مگر شام کو در دولت پر پہنچا تو معلوم ہوا کہ طبیعت ناساز ہے۔ اور اطباء معالجہ میں مصروف ہیں۔ میں نہایت محزون و ملول ہو کر عیادت کے بعد واپس چلا آیا۔ رات کے نو بجے خبر مشہور ہو گئی کہ امام

رضاؑ نے رحلت فرمائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ (ماخوذ ایم۔ اے۔ شاھد)

یہ بھی روایت ہے کہ جب انگور کے زہر نے جلد اثر نہ کیا تو بستر علالت پر دوبارہ آب انار میں زہر ملا کر پلایا گیا۔ جس سے آپ کی شہادت واقع ہوئی۔

(ماخوذ کتاب چہاردہ ستارے۔ ایس۔ ایم۔ شاہد۔ وجلاء العیون۔ علامہ مجلسی علیہ الرحمہ۔ ترجمہ اردو دہ معصومؑ)

باب پنجم

بنیاد نزاع آل محمد و آل عباس

جناب مولانا سید ابن حسن رضوی جارچوی اعلیٰ اللہ مقامہ کتابچہ عہد مامون و امام رضا علیہ السلام کے ضمیمہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ تاریخ کی ورق گردانی کرنے والے لوگ بخوبی واقف ہیں کہ شروع شروع میں عباسی اور سادات علوی اور فاطمی ایک ہی جماعت میں شامل تھے۔ ائمہ اہل بیت کو تو اپنے تبلیغی مشاغل ہی سے فرصت نہ تھی مگر دوسرے بنی ہاشم، بنی امیہ کی حکومت کے خلاف کبھی کبھی جدوجہد کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ جب اموی حکومت درہم برہم ہو رہی تھی تو مدینہ میں ایک اجتماع ہوا۔ اور ہاشمیوں نے محمد بن عبداللہ بن حسن بن الحسن علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس میں منصور عباسی بھی شامل تھا جب منصور خلیفہ ہوا تو اس کو اپنی بیعت کا خیال اکثر ستاتا رہتا تھا۔ اور وہ محمد بن عبداللہ مذکور کو جو نفس ذکیہ کے نام سے مشہور تھے پکڑنے کے لئے بہانے ڈھونڈھتا رہتا تھا اور بالآخر یہ الزام لگا کر کہ وہ حکومت کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں ان کی گرفتاری کے احکام صادر کر ہی دیئے۔ مگر وہ معہ اپنے بھائی ابراہیم کے بچ کر نکل گئے۔ اور ظالم منصور نے ان کے ضعیف باپ عبداللہ اور دوسرے بنی حسن کو گرفتار کر لیا ان سادات کرام پر اس نے ایسے مظالم کئے کہ وہ بنی امیہ کا ظلم و ستم بھول گئے۔ منصور کے ستم و جور سے تنگ آ کر نفس ذکیہ

نے مدینے سے اور ابراہیم نے اہواز و بصرہ سے منصور پر حملہ کرنا چاہا۔ ابتدا میں تو نفس ذکیہ کو بڑی کامیابی ہوئی کہ امام مالک اور امام ابو حنیفہ نے اور حجاز و یمن کے ہزاروں آدمیوں نے ان کو خلیفہ تسلیم کر لیا مگر لڑائی کے وقت بہت سے لوگ ان کا ساتھ چھوڑ گئے اور یہ اور ان کے مختصر ساتھی بہادری کے ساتھ لڑ کر ختم ہو گئے۔ ابراہیم کو جب بھائی کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے ایک بڑا لشکر جمع کر کے عباسیوں پر حملہ کیا اور ان کو مار بھگایا۔ مگر شریف النفس ابراہیم نے بھاگے ہوئے عباسیوں کا تعاقب کرنا پسند نہ کیا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ایک مرتبہ پلٹ پڑے اور ابراہیم کی فوج کو دبا لیا۔ ایک تیر انداز نے ابراہیم اور ان کی آرزوؤں کا خاتمہ کر دیا۔ اس فتح کے بعد منصور نے مدینے اور بصرے میں سادات اور ان کے بہی خواہوں سے خوب خوب بدلہ لیا۔ ان کو پکڑ کر قتل کرایا۔ ان کے گھر مسمار کر دیئے۔ باغات جلا دیئے۔ اور بنی عباس میں اتفاق و اتحاد نہ ہو سکا۔ چنانچہ ہارون کی وفات کے بعد جب مامون و امین میں اختلاف ہوا تو اس سے فائدہ اٹھا کر سادات نے دوبارہ علم جنگ بلند کیا۔ سنہ ۱۹۹ھ کے وسط میں محمد بن ابراہیم علوی المعروف بہ ابن طباطبا نے کوفے میں بیعت لی اور عباسی فوج کے سابق جرنیل ابو السرایا کی مدد سے کافی قوت حاصل کر لی کہتے ہیں کہ ایک دن ابن طباطبا کوفے کی کسی گلی سے گذر رہے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ حمال خرموں کے گٹھے سر پر لادے جا رہے ہیں۔ اور ایک شریف خاندان کی بوڑھی عورت ان کے پیچھے دوڑی جا رہی ہے۔ جب خرمہ کا کوئی ریزہ زمین پر گرتا ہے تو وہ اٹھا کر اپنی پھٹی پرانی ردا میں رکھ لیتی ہے۔ ابن طباطبا نے اس ضعیفہ سے حال دریافت کیا۔ اس نے کہا کہ میں بیوہ ہوں اور کوئی ذریعہ معاش نہیں رکھتی اپنے چھوٹے بچوں کا پیٹ اسی طرح بھرتی ہوں۔ یہ سن کر ابن طباطبا رو دیئے اور فرمایا تم بھی

جیسے غریبوں کی خاطر میں کل خروج کروں گا۔ ہر چند کہ ابن طباطبا نے ابوالسرایا کی مدد سے عباسی فوجوں کو کئی مرتبہ شکست دی۔ مگر وہ زیادہ دنوں تک زندہ نہ رہ سکے بستر مرگ پر انہوں نے علی ابن عبداللہ کو جانشین مقرر کیا۔ مگر انہوں نے یہ منصب قبول نہ فرمایا تو زید شہید کے نوعمر پوتے محمد کے ہاتھ پر بیعت کی گئی۔ ابوالسرایا ان کی طرف سے انتظام ملک کرنے لگا۔ مکہ، مدینہ، یمن اور بصرہ وغیرہ میں گورنر اور قاضی مقرر کئے گئے۔ اسمٰعیل بن علی بن اسمٰعیل بن جعفر صادق علیہ السلام کوفے کے۔ ابراہیم ابن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام یمن کے، ان کے دوسرے بھائی زید اہواز و بصرے کے اور حسین افطس مکے کے گورنر مقرر ہوئے۔ اس کے علاوہ دیگر بلاد اسلام سے برابر پیام آنے لگے کہ ہم اطاعت کیلئے تیار ہیں کوئی امیر مقرر کر کے بھیجئے۔ ادھر یہ ہو رہا تھا ادھر عباسی فوج نے پوری طاقت سے حملہ کیا اور نہر صرصر پر ابوالسرایا نے شکست کھائی۔ یوں فاطمی حکومت کا نقشہ بن بن کر بگڑ گیا۔ پھر بھی ملک میں سکون نہیں ہوا۔ بلکہ حسین افطس، ابراہیم اور زید بن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام عرصے تک عباسی حکومت کو پریشان کرتے رہے۔ جب امام علی رضا علیہ السلام کی ولیعہدی کا اعلان ہو چکا تو ان شورشوں کا سدباب ہوا۔ (ماخوذ کتابچہ ضمیمہ)

ڈاکٹر ذاکر حسین فاروقی ایم۔اے۔ پی۔ایچ۔ڈی بمبئی۔ انڈیا لکھتے ہیں کہ تھا ایک عظیم سلطنت اسلامی اور انسانی حاکمیت کے علمبردار، علوم ربانی و اعجاز ائمہ کے واقف خلیفۃ المسلمین کا کردار جس نے کیا کیا مکاری اور عیاری دکھائیں اور یہ فریب دھونگ رچائے۔ امام علی الرضا علیہ السلام کو دنیاوی رغبت میں پھانسنے اور انسانی کمیت کے استحکام کی غرض سے۔ مگر حکومت الٰہیہ کے محافظ اور علمبردار نے ہر موقع پر ایسے منصب کو ٹھکرا یا۔ اور جان دیدی مگر اسلام کی حقیقی سربلندی کو نہ جھکنے دیا۔

مامون کی ولیعہدی اور اس کی بیٹی سے نکاح کی رضامندی بھی انہیں مصالح کے تحت امامؑ نے دی کہ انکار پر اگر مامون ان کو قتل کر دیتا تو مسلمانوں میں خانہ جنگی اور سلطنت اسلامی میں ہیجان پیدا ہو جاتا۔ اور جو واقعات کربلا میں پیش آئے یا اس کے بعد پیدا ہوئے وہ دھرائے جاتے۔ اس لئے امامؑ مظلوم نے یہ جانتے ہوئے کہ ان سب چالاکیوں، مکاریوں اور فرعونیت کا نتیجہ میرا قتل ہے۔ اپنی جان عزیز کی پرواہ نہ کرتے ہوئے محض اسلام کو بچانے اور مسلمانوں کی شیرازہ بندی کو قائم رکھنے کی غرض سے سب کچھ گوارا کیا۔

صداقت اور ایمانداری سے تواریخ کی ورق گردانی کرنے پر انصاف پسند حضرات کو معلوم ہوگا کہ امام رضاؑ اپنے وطن مدینہ منورہ میں گوشہ نشینی کی زندگی بسر کر رہے تھے اور رسالت دحق کی تبلیغ و ترویج میں مصروف تھے کہ عبداللہ مامون الرشید عباسی خلیفہ وقت نے اپنے خاص ایلچی کے ذریعہ ان کو مرو۔ اپنے دارالخلافہ میں جو طوس کا مقام ایران میں تھا بلوایا۔ کئی مرتبہ منع کرنے کے باوجود۔ زیادہ اصرار پر امامؑ عالیمقام ایک دور دراز سفر کو غیر معروف راستوں سے۔ طے فرما کر پہنچے۔ مامون نے دکھاوے کی بڑی آؤ بھگت تعظیم و تکریم کی اور خلافت کا حقدار اور اہل قرار دیتے ہوئے اپنی بجائے ان کو خلیفہ بنانے کی پیشکش کی۔ مگر امامؑ نے اس سے انکار کیا۔ ارباب تاریخ کے متفقہ بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ مامون کئی روز تک طرح طرح سے یہ استدعا پیش کرتا رہا مگر امامؑ ہر دفعہ معذرت کرتے رہے۔ بالآخر اپنی ولیعہدی کی پیش کش کی اور اصرار کیا۔ مگر امامؑ نے اس سے بھی انکار کیا۔ اور بتلا دیا کہ اس سب کا انجام میرا قتل ہے۔

اس پر مامون نے یقین دلایا کہ کس کی مجال ہے جو آپ کو قتل کرے۔ اس پر امامؑ

فرمایا کہ میں قاتل کا نام بھی بتلا سکتا ہوں۔ مگر قبل از وقت کسی واقعہ کا اظہار خلاف
مل سمجھتا ہوں۔ متواتر اصرار اور آخیر قتل کی دھمکی پر جبریہ امامؑ کی رضامندی لی گئی جو
مصلحت وقت اور امت مسلمہ کا شیرازہ نہ بکھرنے کے خیال سے بکراہت امامؑ نے دی
لعہدی کی تقریب کا دربار عالیشان منعقد ہوا۔ امامؑ کی بیعت مسلمانوں سے کرائی۔ اقرار
تحریری خود نوشت متصدقہ وزراء و امراء تحریر ہوا جس کا ایک ایک لفظ اور اقرار بظاہر
عہد مندی کی غمازی کرتا ہے۔

سلطنت کا وارث امامؑ کو قرار دیدیا۔ بہ استحقاق وراثت آبائی و اجدادی اس
قرار کے ساتھ کہ مامون کے آباؤ اجداد نے حق خلافت غصب کیا تھا اور اب اس نے صحیح
حقدار کو پہچانا ہے امام علی رضا علیہ السلام کا سکہ مضروب کرا دیا۔ اور جمعہ کے خطبے میں بھی
آپ کے نام کی شرکت کا اعلان کرا دیا۔ جو مسجدوں میں عوام مسلمین کی تلقین کے لئے پڑھا گیا
اس کے بعد بصد اصرار امام علیہ السلام کے منع کرنے پر بھی رضامندی لے کر اپنی بیٹی کا جو مامون
بادشاہ وقت کی پارۂ جگر تھی امام علیہ السلام کے ساتھ عقد کر دیا۔ مگر اسی درندہ صفت انسان
شیطانیت کے مجسمہ نے چند عرصہ میں بلا کسی (نعوذ باللہ) غداری یا قصور کے اپنے
قول و قرار کے خلاف اپنی خواہشات شیطانی کی تکمیل کی خاطر اور دنیاوی جاہ و جلال کی غرض سے
اپنے داماد جانشین کو بحالت غریب الوطنی اور مظلومیت، فریب اور دھوکہ دے کر زہر آلود
انگور کھلا کر یا بروایتے دوبارہ آب انار میں زہر دلوا کر شہید کر دیا۔ جبکہ اس کے کاروبار سلطنت
اس کی بدکرداری میں امامؑ کا نہ کوئی دخل تھا نہ ان کی موجودگی سے کوئی رکاوٹ تھی نہ کسی قسم
کا کوئی سازش یا رعایا اور عمال میں سے کسی کو شکایت تھی۔

مقام حیرت ہے کہ ایک عظیم اکثریت مسلمانوں سے کسی کی ہمت اور جرأت نہ ہوئی کہ اس

خلیفۃ المسلمین سے کوئی پوچھتا کہ اس نے دنیاوی لحاظ پر ہی سہی۔ ایسا کیوں کیا۔ اور پھر اس کو خلیفہ مانا جاتا رہا۔

اگر کہا جائے کہ عوام کو زہر خورانی کا علم نہیں ہوا۔ یہ قرین قیاس نہیں ہے۔ جبکہ ارتکاب جرم میں شریک کار غلام بھی تھے۔ یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ الٰہی اور ربانی حکومت کو ختم کر کے انسانی حاکمیت کا استقلال ہو جائے۔ مگر کیا اس سے اس بدنام زمانہ کی مراد پوری ہو گئی۔ نہیں۔ حکومت ربانی کے محافظ اور حق کے علمبردار۔ ایک کے بعد دیگرے قدرت پیدا کرتی رہی اور رہتی دنیا تک ان کی یادگار باقی رہے گی۔ جنہوں نے حکومت الٰہیہ کو قائم رکھنے میں شدید مصائب برداشت کئے اور اپنی جانیں دے دیں اور اس پر آنچ نہ آنے دی۔ (ماخوذ کتاب شہید اعظم)

باب ششم

تاریخ دارالحکومت مَرو۔ خراسان

خراسان کا دارالحکومت مَرو دریائے مرغاب کے کنارے سرسبز و شاداب باغوں اور ہری بھری کھیتیوں کے جھرمٹ میں آباد تھا اور ایران کے عروج کے زمانہ میں "مروشاہگان" کے نام سے مشہور تھا۔ عہدِ عباسی میں ابومسلم خراسانی نے اس کو خاص طور سے ترقی دی تھی۔ دریا سے نکلی ہوئی چار نہروں کے کناروں پر جدید آبادی بسائی تھی اور کئی عالیشان محل تعمیر کر کے اس کی شان دوبالا کر دی تھی۔ قدیم شہر فصیل سے گھرا ہوا تھا اور اس کے چار دروازے تھے۔ باب المدینہ، باب سنجان، باب بالین اور باب مشکان۔ باب مشکان کے سامنے وہ عالیشان قصر تھا جس میں مامون رشید قیامِ مَرو کے زمانے میں اجلاس عام کیا کرتا تھا۔

امام رضا علیہ السلام ولیعہد سلطنت ہوئے تو مامون کا شوقِ دادرسی اور بڑھ گیا۔ اور اطرافِ ملک اور اکنافِ سلطنت سے مظلوم آتے اور بادشاہِ وقت کے حضور میں اپنے معاملات پیش کرتے۔ ہفتہ میں دو مرتبہ دوشنبہ اور پنجشنبہ کو دربارِ عام منعقد ہوتا۔ بادشاہ مسندِ عدالت پر جلوہ افروز ہوتا۔ ولیعہد سلطنت امام رضا علیہ السلام

داہنی طرف کرسی پر تشریف فرما ہوتے۔ دادخواہوں کا ہجوم لگ جاتا۔ عرضیاں پیش ہو
شہادتیں گزرتیں۔ اور بادشاہ۔ امام عالیمقام کے مشورے سے مقدموں کے فیصلے کرتا
اہم مقدمے یہاں دائر ہوتے تھے۔ بعض کی اپیل پیش ہوتی تھی۔ گویا یہ ہائی کورٹ بھی تھا
پریوی کونسل بھی۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ اجلاس عام ہو رہا تھا۔ بادشاہ وقت مسند عدالت پر
افروز تھا۔ امام عالیمقام حسب دستور داہنی طرف کرسی پر تشریف فرما تھے۔

تاریخی مقدمہ چور سیّد کی پیشی

یکے بعد دیگرے مقدمے پیش ہو رہے تھے اور جلالت الملک امام علیہ السلام سے
مشورہ کر کے فیصلے لکھاتے جا رہے تھے کہ یکایک ایک سیّد عدالت میں پیش ہوا۔ موزوں قد
چھریرا بدن۔ اونی کرتہ۔ سر پہ عمامہ۔ کتابی چہرہ۔ شرعی ڈاڑھی۔ پیشانی پہ سجدہ کا نشان
لباس پھٹا پرانا سہی مگر آثار شرافت نمایاں تھے۔ اور قیافے اور بشرے سے امانت و دیانت
رہی تھی۔ چوری کے الزام میں اسے لوگ پکڑ لائے تھے۔ بادشاہ نے سر سے پیر تک اُس
مقدس پہ نگاہ ڈالی۔ اس کے خدوخال اور چہرے بشرے کا جائزہ لیا۔ اور جیب بھینچ
" صورت ایسی اور سیرت ایسی " لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ

سیّد نہ تو دربار شاہی کے ساز و سامان سے مرعوب ہوا نہ چوبداروں اور نقیبوں
آداب آموز آوازوں نے اس کے دل میں خوف پیدا کیا۔ وہ بے باکی اور بے نیازی سے
وقت کو گھورتا رہا۔ اور اپنے گرد و پیش ایک نگاہ غلط انداز ڈال کر بولا۔
" ہاں ہاں صورتیں اکثر دھوکا دیتی ہیں۔ مگر آدمی کی قدر و قیمت کا اندازہ بھ
ہی سے ہوتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ میں نے چوری کی ہے۔ حکومت اور سرکاری پیادے مجھ

کرنے میں حق بجانب ہیں۔ مگر مجھ پر حدِ شرعی جاری نہیں کی جا سکتی۔ یہ فعل مجھ سے حالت اضطرار میں صادر ہوا ہے۔ حکومت اپنے اختیارات صرف کرنے کی تو بیحد مشتاق ہے۔ مگر اپنے فرائض سے غافل ہے۔ ہمارے حقوق جو کتاب الٰہی نے مقرر کیے ہیں وہ نہ تو خود ادا کرتی ہے نہ دوسروں کو ادا کرنے پر آمادہ کرتی ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ دولت چند آدمیوں میں محصور ہو کر رہ گئی ہے۔ ارکانِ شاہی اور متوسلین دربار کے لیے تو دن عید ہے اور رات شب برات۔ اور عامۃ الناس معاشی بدحالی اور اقتصادی پریشانی میں مبتلا ہیں۔ احکام قرآنی کے مطابق دولت کو گردش کرنے کا موقع نہیں دیا جاتا۔ اس کی عادلانہ تقسیم نہیں ہوتی۔ مزدوری کے دروازے بند ہیں۔ محنت و مشقت کے باوجود لوگوں کا پیٹ نہیں بھرتا۔ بھوک کے مارے جب میں قریب ہلاکت کے پہنچ گیا تو چوری کی۔ مرتا کیا نہ کرتا۔ جو ارباب اختیار اپنے فرائض ادا نہیں کرتے ملک کی اقتصادی حالت درست کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں وہ شرعی حدود جاری نہیں کر سکتے۔

شخصی اقتدار اور شاہی سطوت و جلالت نے ایسی صاف گوئی کس دن سنی تھی مالک الرقاب حکمرانوں کے دربار میں کلمہ حق کا اظہار اس بیباکی کے ساتھ کب ہوا تھا؟ فوجوں کے سالار اور خزانوں کے مالک شہنشاہ اس جمہوریت نواز اور مساوات پرور آواز کی تاب کیونکر لا سکتے تھے کیا قیامت تھی کہ کسی فوج کا جرنیل نہیں، کسی صوبہ کا گورنر نہیں خاندان شاہی کا کوئی رکن نہیں بلکہ ایک آدمی ... بھرے دربار بادشاہ وقت کو ٹوک رہا تھا۔ اس کے نظم حکومت پر نکتہ چینی کر رہا تھا۔ اس کی معاشی اور اقتصادی پالیسی کا مذاق اڑا رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ جرم و خطا کا سرچشمہ اور عصیان و طغیان کا منبع خود قصر شاہی میں ہے۔ نہ بادشاہ احکام قرآنی سے غفلت برتتے نہ رعایا کے حقوق ضائع ہوتے۔ اور جب ہر شخص کو اس کا جائز حق مل جائے اور اس کی بنیادی ضرورت پوری

ہو جائے تو بدبخت اور شوریدہ سر کے علاوہ کون ہے جو ارتکاب جرم کرے گا۔ ملک کا انتظام
نظام درست ہو، معاشی اعتدال قائم ہو تو چوری وہی کرے گا جس کی سرشت میں سرکشی
اور فطرت میں بغاوت وعصیاں کا مافوق البغاوت ذخیرہ ہو۔ ایسے ننگ انسانیت اور ر
کنندہ معاشرت کو یقیناً عبرتناک سزا دینی چاہیے .... غیر عادلانہ نظام میں
ہر شخص چور، ڈاکو اور اُچکا ہوتا ہے۔ فرق اتنا ہے کہ لوٹ مار کی بعض قسموں کو قانونا
منظوری حاصل ہوتی ہے۔ اور بعض کو نہیں۔ مجرموں کی بعض اقسام سوسائٹی میں بلند
مقامات کے حقدار سمجھے جاتے ہیں۔ بعض قید وبند اور دار ورسن کے مستحق قرار پاتے ہیں ملک
بیباک اور سر بر دار اعلان حق کرنے والے سید کے الفاظ گوش ہمانی کے پردوں سے ٹکرا کر
فضا میں غائب نہیں ہوئے بلکہ ان کے ردِ عمل اور صدائے بازگشت نے جبین سلطان
شکن ڈال دی۔ پر جلال، پر شکوہ آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے۔ قلب شاہی پر چوٹ لگی
سینہ تن گیا۔ گردن بلند ہو گئی۔ الفاظ کو قانونی مرتبہ بخشنے والے لب جنبش میں آئے۔ اور
دورِ عباسی کے اس شان وشوکت والے حکمران نے بلند آواز سے کہا۔

"چوری اور سینہ زوری۔ میں باتوں کے ہیر پھیر میں نہیں آؤں گا۔ شہادت کی
ضرورت نہیں۔ تم خود چوری کا اقرار کرتے ہو۔ جرم ثابت ہے۔ قرآن مجید کے مطابق حد
جاری کروں گا۔ تمہارا ہاتھ یقیناً کاٹا جائے گا۔"

مقدس سید کے چہرے پر اب بھی کوئی ہراس نہ تھا۔ اس کی حرکات وسکنات سے
طمانیت اور سکون کا مظاہرہ ہو رہا تھا۔ اس نے نقیبوں اور چوبداروں کی آوازوں کو
خدا جانے سنا یا نہیں سنا بادشاہ کے چہرے کے بدلے ہوئے رنگ کو دیکھا یا نہیں
وہ عواقب ونتائج سے بے پروا ہو کر یہ کہتا ہوا سنائی دیا۔

اگر حدِ شرعی کا جاری کرنا واقعی ضروری ہے تو پہلے بادشاہ اپنے اوپر حدِ شرعی جاری کرے۔ جلالت الملک کا چہرہ غصہ کے مارے لال ہو گیا۔ آنکھیں شعلہ بار نظر آنے لگیں۔ سینے کے اتار چڑھاؤ سے یہ ظاہر ہونے لگا کہ سانس کی رفتار بڑھ گئی ہے انہوں نے گرج کر کہا۔

"یہ آدمی بڑا سٹری، گستاخ معلوم ہوتا ہے بات کا سلیقہ نہیں جانتا۔ مجھ پر حدِ شرعی کیونکر جاری ہو سکتی ہے۔ میں نے کس کی چوری کی ہے"

مقدس سید کا توازن اب بھی برقرار تھا۔ وہ بادشاہ کی برافروختگی سے ذرا بھی متاثر نہیں ہوا۔ اس نے پرسکون لہجہ میں کہا:۔

"میں نے تو معمولی سی چوری کی ہے مگر میرے اور سارے مسلمانوں کا حق نہ دینے والا تو مجھ سے بڑا چور ہے۔ بلکہ ڈاکو ہے"

مامون کا حلم مشہور تھا۔ عباسی خاندان کے بادشاہوں میں وہ سب سے بڑا اور زیادہ عالم تھا۔ اور علم نے اس کے اندر معاملہ فہمی اور تدبر و تحمل کی صفت پیدا کر دی تھی مگر مقدس سید کی یہ چبھتی ہوئی بات سن کر مامون بھی ضبط نہ کر سکا۔ اس کے غصہ کا پارہ اونچا ہوتا گیا۔ اور اس نے جھلا کر کہا:۔

"کون ہے جو اس گستاخ کو سزا دے"

پیادے دوڑ پڑے۔ سپاہی آگے بڑھے۔ دربار میں ہلچل مچ گئی۔ مگر مقدس سید اب بھی بے پرواہ انداز میں کھڑا رہا۔ اس نے بادشاہ کے غضب آلود چہرے پر ایک نگاہ غلط انداز ڈالی اور کہا

"سبحان اللہ آپ مجھے سزا دیں گے۔؟ آپ میرا ہاتھ کاٹیں گے؟ آپ تو میرے غلام

ہیں۔ اور میں نے ابھی تک آپ کو آزاد نہیں کیا ہے۔"

تاج پوش اور تخت نشین بادشاہ کے سامنے اس قدر جرأت کا مظاہرہ شاید ہی کسی نے کیا ہو۔ بحر و بر پر حکمرانی کرنے والے حکمران سے اتنی بڑی گستاخی کرنے کی مجال کون کر سکتا ہے۔ وہ کان جو بچپن سے "جہاں پناہ" اور "جی حضور" سننے کے عادی تھے آج یہ کیا سن رہے تھے۔ وہ آنکھیں جنہوں نے آج تک فرشی سلاموں اور زمین بوس آداب کے سوا کچھ نہ دیکھا تھا۔ آج مجسّم سرکشی کو اپنے سامنے کھڑا دیکھ رہی تھیں۔

جبینِ سلطانی کی شکنیں کچھ اور بڑھ گئیں۔ مُنہ میں کف آ گئے۔ بادشاہ نے کچھ غصہ اور کچھ تعجب کے ساتھ سامنے کھڑے ہوئے سید کو دیکھا اور مستفسرانہ انداز میں کہا:۔

"میں اور تمھارا غلام کس طرح ؟"

سید پیکرِ استقامت بنا ہوا کھڑا تھا۔ وہ دربار اور اس کے جاہ و جلال کو شاید بھول چکا تھا۔ اپنے گرد و پیش سے بے خبر اور پیادوں اور سپاہیوں کی آواز۔ "دُور باش و بگیر" سے بے پروا نظر آتا تھا۔ اس کی نگاہیں شاہی چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ مگر اپنی حقانیت کا خیال اس کو اس قدر یقین تھا کہ وہ عواقب و نتائج سے بے پروا ہو کر سب کچھ کہنے پر آمادہ ہو گیا تھا سامنے کھڑے بیباک انسان کو دیکھ کر بادشاہ کا چہرہ دو کیفیتوں کی غمازی کر رہا تھا۔ ایک غصہ اور دوسرے غور و فکر۔ غصہ اس پر کہ ایک معمولی سا انسان بر سرِ دربار مجھے سرزنش کر رہا ہے۔ اور سوچ بچار اس کا کہ یہ جرأت تو صرف حق و صداقت سے پیدا ہوتی ہے کیا اس کی بات سچ ہے ؟

مقدس سید نے کسی قدر بلند لہجہ میں کہا:۔

میرے ہی غلام نہیں بلکہ سب مسلمانوں کے، مامون رشید! میں نے سنا ہے کہ آپ

عالم بھی ہیں۔ اور فقیہہ بھی۔ آپ کو شروع ہی سے بہتر تعلیم دلائی گئی ہے اور اب بھی آپ کے گرد علماء اور فقہا کا مجمع رہتا ہے۔ آپ کو . . . تاریخ پڑھنے کا بھی شوق ہے اور حالات زمانہ سے بھی آپ بے خبر نہیں ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ کو ہارون رشید نے بیت المال کے روپے سے خریدا تھا جو سب مسلمانوں کا مشترکہ مال ہے۔ اور کسی مسلمان نے ابھی تک آپ کو آزاد نہیں کیا۔ ذرا ہوش میں آیئے اور دوسروں پر حد شرعی جاری کرنے سے پہلے فرائض اور واجبات ادا کیجئے"۔

مامون رشید شرمندہ ہو کر امام رضا علیہ السلام کی طرف دیکھنے لگا حضرت نے فرمایا۔

"بے شک سید نے بڑی حجت پیش کی ہے۔ حالت اضطرار میں چوری کرنے والے پر حد شرعی نہیں جاری کی جا سکتی۔" یہ اور بہت سے ایسے فیصلے تھے جنہوں نے مامون رشید کے دل میں امام علیہ السلام کی طرف سے کینہ پیدا کر دیا اور اپنا پیچھا چھڑانے کے لئے اس نے زہر سے مدد لی۔

(ماخوذ کتاب عہد مامون۔ مولانا جارچوی)

یہ ایک انتہائی دردناک حقیقت ہے کہ علماء اسلام ملوکیت کی تاریخ بیان کر کے اس پر ماتم تو کرتے ہیں لیکن اس کا تذکرہ کبھی اور کہیں نہیں فرماتے کہ اس غیر اسلامی نظام کے مقابلے میں خلافت ربانی اور الٰہی حاکمیت کے قیام کی بھی ایک مابستاخ تحریک دنیائے اسلام میں چلتی رہی ہے جہاں مسلمانوں کی غالب اکثریت نے نظام ملوکیت وسلطانی کو اسلام کا مطلوب اور مقصود سمجھ کر اس کی بیعت اور اطاعت کر لی تھی۔ وہیں خود مسلمانوں میں ہمیشہ ایک ایسی جماعت بھی موجود رہی جس نے ہمیشہ الٰہیہ حاکمیت کے اصول کا پرچم بلند رکھا۔ گو اس طبقہ یا جماعت کو سلاطین وقت کے بے پناہ جبر و تشدد

کا سامنا کرنا پڑا۔ ان کو ذبح کیا گیا، ان کے سر تن سے جدا کئے گئے۔ ان کو دیواروں میں چنوایا گیا۔ ان کو زہر دے کر شہید کیا گیا۔ ان کے مال و متاع کو لوٹا گیا۔ ان کے گھروں کو جلایا گیا۔ مگر صراط مستقیم سے ان کے قدم ذرہ برابر نہ ڈگمگائے۔

کاش انسانیت کے پرستار، حق پسندی کے دعویدار، آلِ رسولؐ کے راستے اور ہدایت سے روگردانی کرنے والے انسانی حاکمیت کے علمبردار۔ ان انسانیت سوز مظالم کی داستان اور واقعات کو تواریخ کا مطالعہ کر کے معلوم کریں اور غور کریں کہ انسانی حاکمیت کے ظالم اور الٰہی حاکمیت کے مظلوم میں کیا فرق ہے۔ انعمت علیہم کے مصداق کون ہیں۔ اور ضالین کس کے لئے قرآن شریف سورہ حمد میں آیا ہے جس کو ہر نماز میں پڑھنا واجب ہے۔ اس لئے الٰہی و ربانی حاکمیت کو اپنا کر ہر مسلمان کو اپنی عاقبت درست کرنا چاہئے۔ (بصد شکریہ، ماخوذ سید الشہدا نمبر۔ رضاکار لاہور)

(ڈاکٹر ذاکر حسین فاروقی)

مامون الرشید عباسی کا کردار

مامون رشید عباسی نے اول امامؑ عالیمقام کو خلافت و سلطنت کی پیش کش کی جو پر فریب تھی۔ اس سے انکار کرنے پر جبری طور سے ولیعہد بنایا۔ خطبہ و سکہ جاری کرایا اپنی دختر امِ حبیبہ کی شادی امامؑ عالیمقام سے کر کے داماد بنایا۔ پورے تین برس بھی آپ مسند ولیعہدی پر نہ بیٹھنے پائے کہ مکر سے انگور کے دانے زہر آلود کھلا کر شہید کر دیا مامون نے ایسا کیوں کیا۔ بعض اس کے عقیدتمندوں نے اس کو بڑا عالم و فاضل، علم دوست وغیرہ۔ اپنی تصانیف میں حقیقت کے خلاف درج کیا ہے۔ حالانکہ وہ نہایت مکار، پُر فریب اور ظالم شخص تھا۔

(کتاب آل رضا مؤلف ایس۔ ایم۔ شاہد)

لسان الملت۔ زبدۃ العلماء جناب آغا مہدی لکھنوی۔ مختصر سوانح حیات مولانا الرضاؑ میں صفحہ ۱۰۱ پر مامون کے کردار کی بابت تحریر فرماتے ہیں کہ بادشاہت اور نجیبت دو متضاد چیزیں ہیں۔ جو بہت ہی کم یکجا ہوتی ہیں۔ اس لئے ملوکیت کو دینداری کی منزل پر دیکھنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ چونکہ امامؑ کی زندگی کا اہم باب یہ آچکا ہے کہ آپ کا قاتل کون تھا۔ اس لئے مامون کی زندگی اور اس کے چال چلن پر بحث اہم فریضہ ہے۔ سیرت مامون میں بعض پہلو ایسے قبیح ہیں جن کو ایک معمولی مسلمان کے لئے بھی پسند نہیں کیا جا سکتا۔ چہ جائیکہ خلیفۂ وقت باپ کی کنیز[۱] سے عشق و محبت اور اس کو تصرف میں لانا۔ ایسے ناپاک ارادے میں جانور تک۔ ماں کے قریب نہیں جاتے۔ غناؑ[۲] کی سرپرستی اور خود ناچنا[۳] جس کو اسلام نے حرام قرار دیا ہے۔ شطرنج پر اشعار تعیش کی کھلی ہوئی دلیلیں ہیں مدیر اہل حدیث کے ایک نوٹ سے واضح ہوتا ہے کہ مامون کا عہد بڑا پر آشوب زمانہ تھا۔ اور رعیت چین سے نہ تھی گہوارۂ تہذیب و تمدن، مرکز علوم، سرزمین بغداد کا چپہ چپہ خلیفہ مامون رشید کے ظلم و استبداد سے لرز رہا تھا۔ مسئلہ خلق قرآن نے حکومت کی تیغ کو۔ بے نیام کر رکھا تھا۔ بغداد پر مصائب آلام کا ایک بحر ناپیدا کنار امنڈ پڑا تھا۔ (اخبار اہل حدیث مورخہ یکم دسمبر ۱۹۶۲ء صفحہ ۱۱ دہلی جلد نمبر ۱۴۔ ۲۱ (ماخوذ الرضاؑ)

---

maablib.org

۱؎ تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۲۷

۲؎ اخبار حریت روزنامہ کراچی ۳۰ جولائی ۱۹۶۳ء صفحہ ۲

۳؎ مخلفات طبع مصر صفحہ ۱۵۸

باب ہفتم

امام علی الرضا علیہ السلام کے روحانی فضائل

جناب مولانا ظفر حسن صاحب قبلہ امروہوی ادیب اعظم پرچہ نو دسمبر ۱۹۵۰ء کے صفحہ ۱۴ پر امام عالیمقام کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کا علم بھی دیگر ائمہ کی طرح دہبی تھا جس سے ہمیشہ لوگ فیضیاب ہوتے رہتے تھے بہ نسبت اور آئمہؑ کے حضرت کو نشر علوم اور ترویج احکام دین کے زیادہ موقع ملتے رہے۔ جب تک آپ مرو میں مقیم رہے مامون نے بڑے بڑے علماء و فضلاء سے آپ کے علم و فضل کی جانچ کرائی۔ لیکن کوئی گرفت نہ پا سکا۔ صواعق محرقہ میں علامہ ابن حجر مکی نے لکھا ہے کہ آپ جلالت قدر اور اپنے علم و فضل میں شہرۂ آفاق تھے۔

ابراہیم بن عباس کہتے ہیں کہ "امام رضا علیہ السلام کے علم و فضل کا یہ حال تھا کہ جو کوئی مسئلہ آپ سے دریافت کیا جاتا تھا آپ اس کا تسلی بخش جواب دیتے تھے۔ ابتدائے عالم سے اس وقت تک کے حالات جاننے والا میں نے آپ سے زیادہ کسی کو نہیں پایا۔ آپ کے تمام جوابات کلام الٰہی سے ماخوذ ہوتے تھے۔ بیہقی نے ابراہیم بن عباس سے نقل کیا ہے کہ امام عالیمقام ہر شخص سے نرمی سے گفتگو کرتے تھے اور کبھی کسی کے کلام کو قطع نہ فرماتے تھے

اور حتی المقدور کسی کی حاجت روائی میں کوتاہی نہ کرتے تھے۔ زہد و تقویٰ میں امام عالیمقام کا اپنا ایک خاص مقام تھا۔ اس سے متاثر ہو کر ہر سال ہزاروں آدمی آپ کے پاس زیارت کو آیا کرتے تھے۔

حضرت امام علی الرضا علیہ السلام کا سلطنت مامون کی ولیعہدی پر فائز ہونا دنیا کے سامنے ایک نمونہ تھا کہ دین والے اگر دنیا کو پا جائیں تو کیا ان کا رویہ بدل جائیگا نہیں۔ تاریخ نے اپنے آپ کو دُہرایا۔ اور امام علی الرضا علیہ السلام کے پیکر میں جناب امیرالمومنین امام المتقین حضرت علی مرتضیٰ کی سیرت دنیا کی نگاہوں کے سامنے آگئی۔

(صواعق محرقہ) (ماخوذ پرچہ نور) دیکھو پرچہ ۱۲/۹

حضرت امام رضا علیہ السلام کے بعض مرویات وارشادات

۱۔ بچوں کے لئے ماں کے دودھ سے بہتر کوئی دودھ نہیں
۲۔ سرکہ بہترین سالن ہے۔ جس کے گھر میں سرکہ ہوگا وہ کبھی محتاج نہ ہوگا۔
۳۔ ہر انار میں ایک دانہ جنّت کا ہوتا ہے۔
۴۔ منقیٰ، صفرا کو درست اور بلغم کو دور، پٹھوں کو مضبوط کرتا، نفس کو پاکیزہ بناتا اور رنج و غم کو دور کرتا ہے۔
۵۔ شہد میں شفا ہے۔ اگر کوئی شہد ہدیہ کرے تو واپس نہ کرو۔
۶۔ گلاب جنّت کا سردار ہے۔
۷۔ بنفشہ کا تیل سر میں لگانا چاہیے۔ اس کی تاثیر گرمیوں میں سرد اور سردیوں میں گرم ہوتی ہے۔
۸۔ زیتون کا تیل سر میں لگانے یا کھانے سے اس کے پاس چالیس دن تک شیطان کا گذر نہ ہوگا۔

۹۔ اور پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے سے مال میں زیادتی ہوتی ہے۔

۱۰۔ بچہ کا ختنہ ساتویں دن تک ہو جانا چاہئے اس سے صحت ٹھیک ہوتی ہے اور جسم پر گوشت چڑھتا ہے۔

۱۱۔ قرآن پڑھنے، شہد کھانے اور دودھ پینے سے حافظہ بڑھتا ہے۔

۱۲۔ کھانا کھانے سے نمک سے ابتدا کرے۔ کیونکہ اس سے ستر بیماریوں سے حفاظت ہوتی ہے جس میں جذام بھی شامل ہے۔

[ماخوذ چودہ ستارے صفحہ ۲۳۹-۲۴۰ مؤلفہ جناب مولانا کرادی صاحب نشاد و مطابق احادیث]

عالم نصاریٰ سے مناظرہ

جاثلیق نصاریٰ کا ایک بہت بڑا عالم مناظرہ میں بڑا مشہور، مامون رشید عباسی کے عہد میں تھا۔ وہ متکلمین اسلام سے کہا کرتا تھا کہ ہم تم دونوں نبوت عیسیٰؑ اور ان کی کتاب پر متفق ہیں اور اس بات پر بھی اتفاق رکھتے ہیں کہ وہ آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ صرف اختلاف یہ ہے کہ ہم نبوت حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کے انکاری ہیں۔ تم ان پر اعتقاد رکھتے ہو۔ پھر ہم تم ان کی وفات پر متفق ہو گئے ہیں۔ اب ایسی صورت میں کون سی دلیل تمھارے پاس باقی ہے جو ہمارے لئے حجت قرار پائے۔ یہ کلام سن کر اکثر مناظر خاموش ہو جایا کرتے تھے۔

مامون کے اشارے پر ایک دن وہ حضرت امام رضا علیہ السلام سے بھی ہم کلام ہوا۔ اور حسب ذیل سوال و جواب ہوئے۔

جاثلیق عالم نصاریٰ

سوال ۔
۱۔ حضرت عیسیٰ ؑ کی نبوت اور ان کی کتاب دونوں پر آپ کا ایمان و اعتقاد ہے یا نہیں۔

امام علی موسیٰ الرضا علیہ السلام

جواب

۱۔ میں اس عیسیٰ ؑ کی نبوت کا یقیناً اعتقاد رکھتا ہوں جس نے ہمارے نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کی نبوت کی اپنے حوارین کو بشارت دی ہے اور اس کتاب کی تصدیق کرتا ہوں جس میں یہ بشارت درج ہے جس کے عیسائی معترف نہیں اور جو کتاب اس کی شارح و مصدق نہیں اس پر میرا ایمان نہیں ہے۔ یہ جواب سن کر جاثلیق پادری خاموش ہو گیا۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے جاثلیق ہم اس عیسیٰ ؑ کو جس نے حضرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی بشارت دی نبی برحق جانتے ہیں۔ مگر تم اس کی تنقیص کرتے ہو۔ اور کہتے ہو کہ وہ نماز اور روزہ کے پابند نہ تھے۔

سوال نمبر ۲۔ جاثلیق نے بلکہ ہم تو یہ نہیں کہتے وہ تو ہمیشہ قائم اللیل اور صائم النہار رہا کرتے۔

جواب نمبر ۲۔ عیسیٰ ؑ تو بنا بر اعتقاد نصاریٰ خود معاذ اللہ خدا تھے تو یہ روزہ نماز کس کے لئے کرتے تھے۔

سوال نمبر ۳۔ عیسیٰ ؑ جو مردوں کو زندہ کرے، جذامی کو شفا دے (یعنی اندھے) کو بینائی (یعنی سوجھتا) بنائے۔ پانی پر چلے کیا وہ اس کا سزاوار نہیں کہ اس کی پرستش کی

جواب نمبر ۳۔ الیسع بھی پانی پر چلتے تھے۔ اندھے کوڑھی کو شفاء دیتے تھے۔ اسی طرح حزقیل پیغمبر نے پینتیس ہزار انسانوں کو ساٹھ برس کے بعد زندہ کیا تھا۔ قوم اسرائیل کے بہت سے لوگ طاعون کے خوف سے اپنے گھر چھوڑ کر باہر چلے گئے تھے۔ حق تعالےٰ نے ایک ساعت میں سب کو مار دیا۔ بہت دنوں کے بعد ایک نبی استخوان ہائے بوسیدہ پر گذرے تو خدا تعالےٰ نے ان پر وحی نازل کی کہ انہیں آواز دو۔ تو نبی نے کہا کہ اے عظام با

جائے اور اسے معبود سمجھا جائے۔

استخوان مردہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ وہ سب بحکم خدا اٹھ کھڑے ہوئے۔ اسی طرح حضرت ابراہیمؑ کے پرندوں کو زندہ کرنے اور حضرتؑ کے کوہ طور پرے جانے اور رسول خدا کے احیائے اموات فرمانے کا حوالہ دے کر فرمایا کہ ان چیزوں پر تورات انجیل اور قرآن مجید کی شہادت موجود ہے اگر مردوں کو زندہ کرنے سے انسان خدا ہو سکتا ہے تو یہ سب انبیا بھی خدا ہونے کے مستحق ہیں۔

یہ سن کر جاثلیق چپ اور خاموش ہوگیا۔ اور بالآخر اسلام قبول کرنے کے سوا چارہ نہ رہا۔ ماخوذ کتاب چودہ ستارے مذکور صفحہ ۳۵۴ و ۳۵۵

آل محمد کون ہیں

پیام عمل لاہور فروری ۱۹۶۹ء صفحہ۔ پیر حیدری القادری صاحب "آل تحقیق کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:۔

آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرفاً اصطلاحاً بغرض اظہار وہی لوگ سمجھے جاتے ہیں جو جناب امام حسنؑ و جناب امام حسین علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔ بے شمار اکابرین امت نے اولاد حسنین علیہم السلام کو ہمیشہ سے ابن رسول اللہ و آل رسولؐ ہی کہہ کر مخاطب کیا ہے۔ کسی دوسرے ہاشمی یا غیر ہاشمی کو اس طرح خطاب کرنا کہیں ثابت نہیں ہے۔ چنانچہ عارف شیرازی حضرت مصلح الدین سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:۔

خدایا بحق بنی فاطمہؑ ٭ کہ بر قول ایماں کنی خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی در قبول ٭ من و دست و دامان آل رسولؐ

حضرت سعدی نے آل رسولؐ کی تحقیق بنی فاطمہؑ کے ساتھ کی ہے۔

اللّٰھم صل علیٰ محمد و آل محمد

باب ہشتم

آثارِ باقیہ

حقیقت معجزہ

قبل اس کے کہ آنحضرت آٹھویں امام علیہ السلام کے بعض زندہ معجزات کا ذکر کیا جائے ذرا معجزہ کی حقیقت کا بیان ضروری معلوم ہوتا ہے تاکہ جو لوگ معجزات کے قائل نہیں وہ عقل و شعور سے غور و فکر کریں کہ کس حد تک اس کی حقیقت قابل تسلیم ہے جبکہ واقعات زمانہ و وقت اس کے سمجھنے میں مدد دیتے ہیں اور عقل تسلیم کرتی ہے کہ ہر بلندی تک پہنچنے کیلئے زینہ و وسیلہ لازمی ہے۔

خالق کائنات نے اپنے بندوں کو پیدا کرکے اپنی عبادت اور بندگی کا قانون نافذ کیا۔ اور اس پر چلانے اور بندوں کی ہدایت کے لئے اپنے بندگانِ خاص کو نبی، رسول، پیغمبر، امام بنا کر وقتاً فوقتاً بھیجا تاکہ انسان گمراہ نہ ہو اور راہ مستقیم پر چلے۔ شیطان انسان کو خلیفۂ خدا بنانے کی مخالفت کرکے سرکشی کر چکا تھا جس سے معتوب درگاہ احدیت ہوا، وہ انسان کا دشمن بن گیا۔ اور اس نے شیوہ اختیار کیا کہ وہ خدا کے بندوں کو بہکا کر گمراہ کرے۔

انسان کی فطرت ہے کہ وہ رکنے، اٹکنے اور ہدایت سے گھبراتا ہے اور من مانی

کرنے کا متمنی رہتا ہے۔ جب انسان نے دیکھا کہ قانون خداوندی اور اس کے ہدایت کنندگان خواہشات نفسانی پر چلنے سے روکتے ٹوکتے ہیں تو وہ گھبرانے لگے۔ اس وقت شیطان نے اس کو بہکایا کہ تیرا معبود اللہ نہیں ہے۔ نہ اس کا کہیں وجود ہے۔ تیرے معبود تو "گائے کے بچھڑے" "پتھر" اور "سورج، چاند، ستارے، درخت" "دوشیزہ لڑکیاں اور ناگ (سانپ) وغیرہ ہیں۔ چنانچہ معبود حقیقی کے گمراہ بندے ایسی چیزوں کو پوجنے لگے (یعنی ان کو معبود سمجھ کر ان کی پرستش کرنے لگے) جو چپ چاپ دیکھتے ہیں اور روکیں ٹوکیں نہیں۔ انہوں نے دوسرے بندوں کو بھی ورغلا کر ہمخیال بنالیا۔ اس کے بعد ہدایت کنندگان کی بات ماننے سے انکار کردیا۔ اور ان کو جھٹلایا جانے لگا۔ ان کے خلاف فتنہ و فساد برپا کیا۔ چونکہ خداوند عالم جانتا تھا کہ میرے بندوں کو شیطان بہکائے گا صرف مخلصین اس کی زد سے محفوظ رہیں گے۔ اور دوسرے مقرر کردہ اور برگزیدہ ہدایت کنندگان بندوں کو جھٹلائے گا اس لئے اپنے نمائندوں کو ایسی طاقت بھی قدرتی ودیعت فرمادی کہ وہ گمراہ بندوں کو قائل کرنے کے لئے مُحیّر العقول، خلاف عادت، معمول ایسے مناظر کا مشاہدہ کرائیں جن کے سمجھنے سے بندہ عاجز ہو۔ چنانچہ بعض مواقع پر قدرت نے ایسے مظاہرات کرائے کہ انسان حیرت زدہ رہ کر عاجز آگیا۔ ایسی طاقت کے ظہور کو معجزہ کہا جاتا ہے۔ ہر زمانہ میں معجزات کا ظہور ہوتا رہا ہے۔ اللہ کے نیک بندے ان سے ہدایت پاکر راہ مستقیم پر چلتے رہے اور فائدہ اٹھاتے رہے۔ بہت سے گمراہ بندے اس کے قائل نہ ہوئے۔ اور جادو یا سحر بتلا کر ہدایت کنندگان کو جھٹلاتے رہے۔ حتیٰ کہ اب وہ زمانہ آگیا ہے کہ معجزہ کو واہمہ مانے والوں کو بدعتی قرار دیا جاتا ہے حالانکہ معجزات کا ذکر کلام خدا میں بکثرت آیا ہے۔ اور تاریخ دنیا کے اوراق میں ان کا وجود اور ذکر محفوظ ہے۔

(کتابچہ حقیقت معجزہ مؤلف)

ذکر معجزات امام علیہ السلام

یوں تو امام عالیمقام کے علوم، فضائل و معجزات کی ایک طویل کتاب لکھی جا سکتی ہے مگر یہاں پر صرف چند معجزات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ رسم امام ضامن اب تک جاری ہے اور شہنشاہ و حکام اعلیٰ و روٴسا کا موجودہ وقت میں بھی اس پر عمل ہے۔ نیز رسوم بیاہ شادی، سفر کے وقت عقیدت مند بھی اس کی پابندی کرتے ہیں۔ اور رہتی دنیا تک انشاء اللہ یہ رسم جاری رہے گی۔ اور امام عالی مقام کے چشمۂ فیض اور کرم سے معتقد اور فائدہ اٹھانے والے فائز ہوتے رہیں گے۔ (مؤلف)

معجزہ ہرنی اور رسم امام ضامن

موسع النجوم صفحہ ۲۲۸ لغایت ۲۳۱ میں مستند روایات سے منقول ہے

شاہ اردن کی جیب میں امام ضامن رکھا۔ اس وقت صدر مملکت محمد ایوب خاں صاحب بھی موجود تھے۔ فوٹو اخبار جنگ میں چھپا۔

۵۔ کراچی ایئر پورٹ پر ڈھاکہ جانے سے پہلے وی۔ آئی۔ پی۔ روم میں ملکہ بلقستان صاحبہ نے عبدالحفیظ پیرزادہ صاحب وزیر مملکت پاکستان کے بازو پر امام ضامن باندھا فوٹو اخبار جنگ۔

۶۔ شہنشاہ معظم ایران آریہ مہر جناب بالقابہ محمد رضا شاہ پہلوی جب اپنے ملک سے باہر دیگر ملکوں میں دورے یا سیاحت کے لئے تشریف لے جاتے ہیں تو امام ضامن باندھا جاتا ہے۔ اکثر صاحبان سے معلوم ہوا۔

رسم امام ضامن و ثامن کا رواج واقعہ ہرنی کے بعد اب تک رائج ہے۔ یہ واقعہ

یا اعتقاد نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ امام علیہ السلام کی ضمانت میں سفر کرنے والا صحیح الخیر پہنچ جایا کرتا ہے اور حادثات زمانہ سے محفوظ رہتا ہے بشرطیکہ اس کو یقین کامل بھی ہو کہ امام ؑ کی ضمانت میں ہوں۔ اور یہ اعانت سادات ؑ آیہ کریمہ تعاونوا علی البر والتقویٰ کے تحت میں ہے۔ (بشکریہ آغا صاحب)

معجزہ ۲

روس کی تباہی میں اہل بیت کا اعجاز

اس رسالہ کے آخر میں یہ لکھ دینا نہایت موزوں ہے کہ سب سے عظیم الشان معجزہ اہلبیت اطہار کا روس کی تباہی کا باعث ہوا ہے۔ بہت عرصہ نہیں ہوا کہ زار روس کے حکم سے روضۂ امام ہشتم علیہ السلام پر گستاخانہ گولہ باری کی گئی تھی مگر چند سال میں ہی نہ زار روس باقی رہا نہ اس کی حکومت۔ معہ بیوی، بچوں کے مارا گیا اس سے زیادہ دل ہلا دینے والا اور کہ ایک روز آقائے دوجہاں شاہ خراسان، امام ضامن و ثامن جناب علی موسیٰ الرضا علیہ السلام دولتسرا سے کسی جا تشریف لے جا رہے تھے۔ ناگاہ راہ میں دیکھا کہ ایک صیاد مادہ آہو (ہرنی) اپنے شکار کو چاروں پاؤں باندھے کاندھے پر لئے چلا آتا ہے۔ مادہ آہو کی چھاتیوں (تھنوں) سے دودھ علی الاتصال بہا جا رہا ہے۔ جب وہ صیاد معہ ہرنی قریب امام پہنچا اور ہرنی کی نگاہ حضرت پر پڑی تو بزبان حال بعد درود و سلام ہرنی عرض کرنے لگی۔ اے فریادرس عالم۔ میری جان آپ پر قربان ہو۔ یہ صیاد مجھے ذبح کرنے کیلئے لئے جاتا ہے یقین ہے کہ جا کر ذبح کرے گا۔ میں دو بچے شیرخوار رکھتی ہوں۔ آج صبح سے ان دونوں بچوں کو اپنے مسکن میں چھوڑ کر آب و دانہ کی تلاش میں آئی تھی کہ دام اجل میں گرفتار ہو گئی۔ ابھی تک دودھ پلانے کی نوبت نہیں آئی۔ محبت و دردِ مادری سے بیچین

ول۔ چاہتی ہوں کہ آپ دو ساعت کے لئے میرے ضامن ہو کر اس دام صیاد سے رہا
دیں۔ میں ابھی جاتی ہوں اور بچوں کو دودھ پلا کر حاضر ہو جاؤں گی۔ یہ فریاد سن کر
پ نے صیاد سے کوشش کی کہ وہ اس کو اجازت دیدے اور فرمایا صیاد سے کہ اس کو
لت دودھ پلا آنے کی دیدے۔ یہ ہرنی اگر حسب وعدہ نہ آئے گی تو میں تجھکو اس کی
یت ادا کر دوں گا۔ وہ صیاد حضرت کو پہچانتا تھا۔ کہنے لگا یہ وحشی جانور چھوٹتے ہی ہرن
ہو جائے گا۔ یقین نہیں ہوتا کہ دام گرفت سے رہا ہو کر خود بخود قابو میں آئے۔ حضرت اسی
مقام پر بیٹھ گئے۔ اور فرمانے لگے جب تک یہ مادہ آہو واپس نہ آئے گی میں ضامن ہو کر
ہیں تیرے سامنے بیٹھا ہوں۔ (چنانچہ وہ مقام مدینہ منورہ میں ابھی تک موجود ہے جہاں
حضرت امام عالیمقام اس ہرنی کے ضامن ہو کر بیٹھے تھے۔ زائرین اس مقام کی زیارت
کرتے ہیں)

غرض صیاد نے اس ہرنی کو چھوڑ دیا۔ اور تا وقت وعدہ واپسی اس کا منتظر رہا۔ جب
یر ہوئی اور دو ساعت بعد ہرنی نہ آئی تو حضرت سے کہنے لگا۔ میں نہ کہتا تھا کہ ان جانوران
صحرائی کا کیا اعتماد۔ دیکھئے ابھی تک حسب وعدہ ہرنی نہیں آئی۔ حضرت نے فرمایا صبر کر
تی ہے۔ ناگاہ سامنے سے ہرنی مع اپنے بچوں کے بسرعت تمام آتی نظر پڑی جب قریب
ئی۔ قدموں پر جھک کے آنکھیں ملنے اور لوٹنے لگی۔ حضرت نے پوچھا: اے ہرنی! اتنی دیر تو نے
میں کیوں لگائی۔ اس نے بے اختیار آنکھوں سے آنسو بہا کے عرض کی۔ مولا یہاں سے جا کر جب میں
نے بچوں کو دودھ پلا چکی تو ان کو اپنے ہمراہ لے کر حسب وعدہ چلی آ رہی تھی۔ ناگاہ اثنا راہ
میں دیکھا کہ چونکہ آج گیارھویں تاریخ محرم کی ہے۔ اس صحرا میں لب دریا چند آہو اور ہم جنس
ہرن اپنے جمع ہو کر مجلس عزا برپا کی ہے اور مصائب جناب سید الشہداء بیان کر کے مصروف

گریہ وزاری ہے۔ میں نے خیال کیا کہ اس وقت مجلس ماتم غنیمت ہے۔ پھر کہاں میسّر ہو۔ میں تو ابھی جاکر ذبح ہو جاؤں گی۔ یہ سوچ کر تھوڑی دیر آپ کے جدِ بزرگوار کی مجلس عزا میں شریک رہی۔ اس وجہ سے واپسی میں دیر ہوئی۔

حضرت یہ سنتے ہی چیخ مار کر رونے لگے اور فرمایا۔ اے ہرنی تو نے اس غم جانکاہ کو اس وقت از سر نو تازہ کیا۔ اور اس قدر گریہ فرمایا کہ بیہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو صیاد خوش اعتقاد نے اس معجزہ سے پہچانا کہ یہ میرے مولا و آقا امام رضا علیہ السلام ہیں۔ قدموں پہ گر کے عذر کرنے لگا اور عفو تقصیر لاعلمی کا خواستگار ہوا۔ اور ہرنی کو مع بچوں کے آزاد کر دیا۔ یہ ہیں مجلس عزا کی دنیاوی برکات۔

اس وقت حضرت نے صیاد سے ارشاد کیا۔ دامن پھیلا۔ جب اس نے دامن پھیلایا تو اس وارث بوتراب نے دو مشت خاک دامن صیاد میں ڈال دی۔ جب اس نے نگاہ کی تو وہ سب گوہرِ بے بہا و ہیرے ضیا تھے۔ اللھم صل علی محمد و آل محمد
اس معجزہ کو سن کر لوگ آپ کو امام ضامن کہنے لگے۔

(ماخوذ تاریخ الائمہ۔ وزیر حسین صاحب رضوی ہیں)

حضرت امام علی الرضا علیہ السلام کی عظمت اور فضیلت کی یادگار قادر مطلق نے دنیا میں امام ضامن کی صورت میں تمام گروہ جوان کے متابعین کے لئے نعمت عظمیٰ ہے اور بڑی ہستیاں جن کو عقیدت ہے، مشکل اور مصیبت کے وقت اس امام ضامن کے عمل سے نیفہ ہوئی ہیں اور ہوتی رہتی ہیں۔

جب کوئی عقیدتمند سفر میں جاتا ہے تو اس کو امام کی ضمانت میں دے کر بائیں بازو پر باندھا جاتا ہے۔ اور بیمار کے بائیں بازو پر بعض خاندانوں اور خصوصاً سادات

پبلک کے یہاں شادی (بیاہ) کے موقع پر امام ضامن کی رسم کا رواج لازمی ہے (مؤلف)

کتابچہ مختصر سوانح حیات المعروف آثر رضا میں لسان الملت سرکار زبدۃ العلماء مولانا آغا مہدی لکھنوی قبلہ مدظلہ العالی صفحہ نمبر ۳۰ و ۳۱ پر تحریر فرماتے ہیں کہ حضرتؑ کے معجزات میں یہ واقعہ مشہور ہے۔ "وحشی مادہ آہو جب مطابق وعدہ اور حسب ارشاد امام علیہ السلام پلٹ کر آگئی تھی یہ خلاف عادت ایک حیرتناک بات تھی" مسافر کے بازو پر پیسہ یا روپیہ، کلاوہ یا چاندی کا سکہ یا اشرفی، گنی طلائی حسب مقدرت ریشمی یا صاف پاک کپڑے میں رکھ کر اور درمیانی گرہ لگا کر بازو پر باندھا جاتا ہے۔ اور بخیر و عافیت مقام سفر پر پہنچنے یا واپسی پر یا شفا پانے کے بعد اس رقم کی مٹھائی پر آنحضرت امام علیہ السلام کی نذر و نیاز دے کر بچوں کو تقسیم ہوتی ہے۔ آثر رضا میں یہ بھی مرقوم ہے کہ رقم مذکورہ باندھنے میں یہ نکتہ بھی زیر نظر ہے کہ امامؑ کی ضمانت میں ہونے سے مسافر بہ عافیت واپس ہوتا ہے۔ نیز آٹھویں امامؑ کی طرف اس کا منسوب ہونا اس لئے ہے کہ آپ کا سکہ عہد مامون میں جاری ہوا تھا (جنات الخلود صفحہ ۳۲ طبع سلطانی)

عقیدتمندوں اور قدردانوں نے بازوؤں پر امام ضامن باندھا۔ یہ رواج ہندو مسلم طبقہ میں برابر رہا۔

۱۔ لکھنؤ کے ہر دلعزیز اور مشہور و مقبول ڈاکٹر ہری ہر ناتھ ٹکو کے سفر لندن میں جب وہ چار باغ اسٹیشن لکھنؤ سے رخصت ہو رہے تھے تو بازو امام ضامنوں سے بھرا ہوا تھا اور یہ بھی تحریر ہے کہ یہ میری موجودگی کا ذکر ہے۔

۲۔ نیز یہ بھی تحریر ہے کہ اخبارات میں اطلاع آچکی ہے کہ بیگم غلام حسین ہدایت اللہ صاحبہ نے قائد اعظمؒ کے بازو پر امام ضامن باندھا اس وقت ڈان اخبار کے ایڈیٹر الطاف حسین

پاس ہی کھڑے تھے۔ قائداعظم نے اپنا بازو دکھاتے ہوئے کہا اب میں ڈان سے بھی محفوظ ہوں

(روزنامہ جنگ کراچی۔ قائداعظم نمبر۔ نومبر ۱۹۹۱ء)

۳۔ صدر مارشل محمد ایوب خاں کے غیر ملکی سفر پر جانے وقت جناب مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی نے امام ضامن باندھا جس کا فوٹو اخبار جنگ میں آیا (بعد میں کچھ لوگوں کے اعتراض اور دریافت پر مولانا موصوف کا یہ بیان بھی اخبار میں چھپا کر باندھ پردعا پڑھی تھی) بحرحال یہ امر مسلّمہ ہے کہ صدر مملکت موصوف امام ضامن کے معتقد تھے۔ (میں عرض کرتا ہوں کہ یہ رقم چونکہ سادات کو دی جاتی ہے اس لئے بہترین مصرف ہے۔

(ماخوذ الرضا۔ آغا صاحب)

۴۔ شہزادہ حسن ہارون کی شادی خانہ آبادی کراچی میں ماہ اگست میں ہوئی جب بارات رخصت ہوئی اس وقت محترمہ بیگم شائستہ اکرام اللہ صاحبہ نے جناب شاہ حسین صاحب صاف کھلا ہوا معجزہ اس صدی میں اور کوئی نہیں ہوا۔

(ماخوذ جنتری رسالہ خواجہ حسن نظامی صاحب دہلی ہندوستان غالباً ۱۹۱۳ء)

معجزہ ۲

تاریخ الائمہ صفحہ ۱۹۲ مصنفہ جناب وزیر حسین صاحب رضوی ہیلکی، رئیس پیہر سرمیں درج ہے کہ مامون الرشید ہر وقت اسی فکر میں رہتا تھا کہ کسی طرح آپ کو نادم کرے۔ ایک روز جملہ حضار نے مشورہ کیا کہ جس وقت تشریف آوری امام علی الرضا علیہ السلام آپ کے لئے پردہ بارگاہ کو کوئی نہ اٹھائے پس جس وقت آپ تشریف لائے تو ایک نے بھی وعدہ اور اقرار کو پورا نہ کیا اور یک بیک اٹھ کر امامؑ کے آنے کے لئے دروازہ کا پردہ اٹھا دیا۔ اور پھر آپس میں نادم ہو کر کہنے لگے۔ اب تو ہوا جو ہوا۔ اب نہ کریں گے دوسرے روز پھر عہد و پیماں واثق

کر کے بیٹھے تھے کہ وقت تشریف آوری امامؑ پردہ نہ اٹھائیں گے۔ مگر تشریف لاتے امام پر ہوا کا جھونکا ایسا چلا کہ یک بیک پردہ اٹھ گیا۔ یہ دیکھ کر اہلِ دربار تسلیم کے لئے جھک گئے اور مامون نے تعظیم و تکریم سے بٹھایا۔

الغرض بعد دیکھنے ان حالات اور معجزات امامؑ کے خلق اللہ طرف امام کے مخاطب ہونے لگی۔ اس وجہ سے آتش حسد مامون کے سینہ پُر کینہ میں آپ کی طرف سے زیادہ مشتعل ہوئی در بظاہر کلمات مدارا کے باطن میں آمادہ آپ کے شہید کرنے پر ہوا۔ اور ہمیشہ اسی فکر میں رہتا تھا کہ معاذ اللہ منہا خود آپ چلے جاویں۔ چنانچہ بحالت قیام مَرو مامون رشید نے ہر ملت و مشرب و مذہب کے عالم و فاضل مجتہد بحث کو بھیجنا شروع کئے مگر سب کے سب ہمیشہ معقول اور منفعل ہو کر چلے آتے تھے اور مامون جب یہ حال سنتا تھا تو نہایت نادم اور پشیمان ہوتا تھا۔ اور خیال کرتا تھا کہ میں نے کیوں ولیعہد اور داماد اپنا کیا۔ کیونکہ بمعائنہ معجزات رجوع خلقت آپ کی طرف ہونے لگی مگر کچھ بس نہ چلتا تھا۔ ایک روز اس نے چند ملحد، دہریہ، حکماء، جادوگر، نصاریٰ، یہود، ترسا، گبر جمع کئے اور ان کو زر کثیر دیکر کہا کہ تم اپنے اپنے کتب اور اقوال پر امام رضاؑ کو سخت مباحثہ میں پکڑو کہ ان سے جواب نہ بن پڑے۔

الغرض حسب ایمائے اس کے ان لوگوں نے ایسا کیا اور آپ نے سب کو بہ دلائل ساطع و براہین قاطع جواب دے کر معقول اور منفعل فرمایا۔ یہاں تک کہ وہ سب مسلمان ہو گئے۔ اس وقت مامون الرشید نے پیچ و تاب کھا کر سوچا کہ اب وہ فعل کروں کہ کسی کو خبر نہ ہو۔ الغرض اس نے چند آدمی اپنے مشیر اور ہم ملت جمع کر کے قسم لی۔ اور کہا کہ اب میری مدد کرو۔ اور بمشورہ علمائے و شعبدہ پردازنہ یہ قرار پایا کہ چند گردہ نان شعبدہ اور جادو سے

تیار کرائے جائیں۔ اور جب ان کو کوئی چھوڑے تو اڑ جائیں۔ اور دعوت امامؑ میں وہ گردہ نان روبرو امامؑ رضا کے رکھے جائیں۔ جس وقت کہ وہ اڑیں تب آپ پر معاذ اللہ سب ہنسیں۔ الغرض موافق مشورہ کے سب نے تعمیل کی اور دعوت میں آپ تشریف لائے۔ وہ گردہ نان طلسمی آپ کے روبرو رکھے تھے۔ اور جب وہ روٹی آپ کے روبرو سے اڑ گئیں اور مصاحبین مامون نے ہنسنا شروع کیا۔ تب امام نے فرمایا کہ خاموش رہو الغرض اسی طرح جب تین چار روٹیاں اڑ گئیں تو آپ کو ناگوار ہوا۔ اور فرمایا آپ نے غصہ میں آ کر اور مخاطب ہو کر طرف ایک تصویر شیر کے کہ جو قالین میں بنی ہوئی تھی اور وہ قالین اس مجلس میں بچھا تھا کہ اے شیر اٹھو بحکم خدائے خالق ارض و سما اور نگل جا اس لعین شعبدہ پرداز کو جس نے یہ گردہ نان تیار کئے ہیں اور ہنستا ہے۔

راوی کہتا ہے کہ بمجرد اس ارشاد فیض بنیاد کے وہ تصویر بشکل اصلی شیر صحرائی بن گئی اور حملہ کر کے اس ملعون کو مار ڈالا اور طرف مامون رشید کے دوڑا۔ مامون رشید اس کے خوف سے بھاگ کر قدموں پر امامؑ کے گرا اور سب مصاحب اس کے فرار ہو گئے تب امامؑ سے مامون نے عرض کی کہ بتصدق اپنے جد بزرگوار کے حالت اصلی پر ہو جانے کے شیر کو ارشاد فرمایئے۔ بہ سماعت گذارش مامون آپ نے خدا سے عرض کی اور اشارہ کیا طرف شیر کے کہ پھر وہ بدستور نقش قالین ہو گیا۔ بعد ازاں مامون رشید نے عرض کی کہ یا امامؑ یہ ساحر بھی پھر زندہ ہو جاوے۔ آپ نے اس کی عرض کو پذیرائی نہ بخشی اور اس طرح ارشاد کیا کہ ایسا نہیں ہوگا ورنہ یہ ملعون اور بندگان خدا کو اذیت دے کر راہ راست سے منحرف کرے گا۔ جب جب مامون رشید نے دیکھا کہ کسی طرح خلق خدا آپ سے منحرف نہیں ہوتی بلکہ جس قدر میں انحراف میں کد۔ کرتا ہوں تو بہ معائنہ معجزات کثرت اعتقاد امامؑ ہوتی جاتی ہے۔ اس ذم

خیال کیا کہ اب کوئی چارہ بجز اس کے نہیں کہ آپ کو دغا سے زہر دے کر شہید کردوں۔

(تاریخ الائمہ۔ سید وزیر حسین رضوی۔ جیلکی پہر سری)

(ماخذ الرضا۔ آغا مہدی لکھنوی صفحہ ۱)

پہلی کرامت جو سفر نیشاپور میں ظہور میں آئی وہ ابو صلت نے بیان کی ہے کہ جب آپ مامون کے پاس پہنچ رہے تھے تو ظہر کا وقت آ گیا تھا۔ لوگوں نے عرض کیا وقت ظہر ہے نماز پڑھے گا۔ آپ سواری سے اترے۔ پانی طلب کیا۔ حاضرین نے عرض کیا۔ پانی تو ساتھ نہیں ہے۔ آپ نے زمین پر ہاتھ ٹیک دیا انگلیاں مٹی میں در آئیں۔ اور زمین سے چشمہ پھوٹا۔ اس قدر پانی ظاہر ہوا کہ آپ نے اور تمام ہمراہیوں نے وضو کر کے نماز پڑھی یہ چشمہ آج تک اپنی پوری طاقت سے زمین سے اُبل رہا ہے اور خالقین سے آنے والے زائر دیکھتے ہیں۔

(مفاتیح الجنان صفحہ ۵۰۹ طبع تبریز ۱۳۷۵ھ)

تاریخ ولادت میں اختلاف

ارشاد۔ اعلام الوراثی۔ انہیں کے مؤرخین نے ولادت ۱۵۳ھ تحریر فرمائی ہے مگر مستفقہ دیگر علماء ۱۴۸ھ ہے۔

تاریخ شہادت میں اختلاف

۱۔ جلاء العیون۔ ترجمہ سرسوی صفحہ ۱۲۹۔۱۳۰

ابن بابویہ۔ بروایت ابن عباس لکھتے ہیں کہ واقعہ بیعت امام دربار مامون پانچ رمضان المبارک ۲۰۱ھ کو ہوا۔

اُم حبیبہ سے عقد امام علیہ السلام مامون رشید عباسی نے ۲۰۲ھ میں کیا۔

ماہ رجب ۲۰۲ھ میں زہر کھلا کر امام کو مامون نے شہید کر دیا۔ پھر یہ بھی لکھا ہے

کہ آپ کی شہادت ۲۱ رمضان المبارک سنہ ۲۰۳ھ میں واقع ہوئی۔ جمعہ کے دن جب کہ آپ کی عمر ۴۹ سال ۶ ماہ تھی۔ اس حساب سے کہ اپنے پدر بزرگوار کے ہمراہ ۲۹ سال ۲ ماہ رہے۔ اور ایام امامت ۲۰ سال ۴ ماہ تھے۔ بعض روایات میں ہے کہ ۱۰ صفر سنہ ۲۰۳ھ میں شہادت ہوئی۔ اور عمر ۵۵ سال تھی۔

۲۔ چودہ ستارے صفحہ ۳۲۶ ۔ وفات ۲۳ ذیقعدہ سنہ ۲۰۳ھ مطابق سنہ ۸۱۸ء یوم جمعہ۔ بحوالہ جلاء العیون صفحہ ۲۸۰ ۔ انوار نعمانیہ صفحہ ۱۲۷ وغیرہ۔

خصوصیات امام علیہ السلام

۱۔ معجزہ ضمانت ہرنی صحرائی اور رسم امام ضامن وثامن۔ جو زمانہ حال تک رائج ہے۔

۲۔ مجدد مذہب امامیہ جو فرقہ شیعہ اثنا عشری کا ابتک چلا آتا ہے۔

۳۔ ارشاد حدیث (سلسلۃ الذہب) جو ورود نیشاپور کے وقت ہزاروں علماء و لاکھوں معتقدین و مشتاقان زیارت کے ہجوم میں امام عالیمقام نے بیان فرما کر بندگان خدا کو مسخر فرمایا

۴۔ کتابچہ برائے حفظ صحت فرمائش مامون عباسی بادشاہ پر تصنیف فرما کر حکیمانہ ہدایات سے آگاہ کیا۔ اور نسخہ مار الحمم تحریر فرمایا۔

۵۔ ورود ملک ایران، تاریخی دربار منعقد ہو کر منتقلی سلطنت وخلافت کا اعلان اور ولیعہد بادشاہ کا ہونا۔ اور پھر ام حبیبہ دختر مامون سے عقد ہو کر داماد بننا۔ امام کے نام کا سکہ جاری ہو کر ملک بھر میں خطبہ میں نام پڑھا جانا۔

۶۔ غریب الوطنی میں بادشاہ مامون کا دھوکہ سے زہر دے کر شہید کرنا۔

۷۔ روضہ مشہد مقدس (مدفن امام) کا پرشکوہ، بارونق ہونا جس کی وضع قطع طول وعرض میں اس سے بڑی دنیا میں کوئی بارگاہ کا نہ ہونا۔ اور زر وجواہر سے مزین،

ادعاف کی بہتات، نادر عجائبات، نوادرات، عقیدتمند خدام کی کثرت، صفائی و حفاظت کے انتظامات، شہنشاہ وقت ایران کی تزئین، نقارہ و نفیری کی جدت وغیرہ۔ اپنی مثال نہ رکھنا۔

۸۔ زیارت مخصوص کے ساتھ آپ کی زیارت کا پڑھا جانا۔

۹۔ ثواب زیارت روضہ منور آستانہ قدس کے متعلق حدیث نبوی صلعم و ارشادات ائمہ معصومین علیہم السلام۔

۱۰۔ رضاکار و الشریوں کی بنیاد لقب رضا کی بنیاد پر پڑنا۔

۱۱۔ بقول رپورٹ ایران کہ روزانہ دس ہزار سے بیس ہزار تک زائرین کی آمد رہتی ہے

۱۲۔ کبوتروں و صحرائی جانوروں کی کثرت۔ ان پر امام عالیمقام کی کرم نوازی اور ان کے روضہ پر بیٹ نہ کرنا وغیرہ!

امام عالیمقام کے سوانح میں اختلاف

۱۔ تاریخ ولادت، تاریخ شہادت، وجہ شہادت، تعداد ازدواج و اولاد درمیان علماء و مورخین اور سوانح نگاران۔

۲۔ امامت۔ لاولدی و مقطوع النسل وغیرہ (فرقہ واقفیہ)

۳۔ متروکات و مملوکات پر بھائیوں کا دعویٰ۔

۴۔ منتقلی خلافت و سلطنت پر مامون و امام علیہ السلام کا اصرار و انکار

۵۔ روایت مندرجہ لمعۃ الضیاء فی اخبار الرضا۔ بحوالہ واقدی مورخ۔

اُم حبیبہ نے مامونؑ کو زہر دے کر ہلاک کیا اور اُس سے اولاد بھی ہوئی (علماء و مورخین کا اختلاف)

۶ ۔ بھرے دربار مامون میں کم عمر نجومیہ کے استدلال پر اس کا رہا ہونا۔ مامون کی خیالات امام حسینؑ کا جواب حق بجانب۔ مامون کی کدورت اور امام سے مخالفت۔!

ان سب مخالفتوں میں سب سے زیادہ اولاد کی مخالفت پر امام عالیمقام کو سخت اذیت پہنچی جس کا پتہ اس واقعہ سے چلتا ہے کہ امام محمد تقی علیہ السلام کی شناخت کے سلسلے میں ہر دلعزیز امامؑ کو یتیم بھی کیا اور مزدوروں کے کپڑے پہنا کر اور بدشکل بنا کر مجمع میں تضحیک و توہین کرکے قیافہ شناسان سے شناخت کرائی اور چاہا کہ صحیح شناخت نہ ہو جب معجزانہ طریقہ پر امام علیہ السلام کے صلبی بیٹے مان لئے گئے تو آپ کو مخالفین کے رویہ پر رنج ہوا اور آپ آبدیدہ ہو گئے۔ یہ دنیا میں اپنی نوعیت کا پہلا واقعہ اولاد کے متعلق ہوا کہ باپ جو امام وقت اور جلیل القدر اور عالی مرتبت تھے ان کی تصدیق پر جبکہ ولادت فرزند پر جو دو لتسرا میں بہن اور پڑوسی عورتوں کی موجودگی میں ہوئی اور باہر لاکر حاضرین کو دکھا دیا کہ یہ میرا فرزند اور جانشین امام پیدا ہوا ہے۔ اس پر بھی اہل خاندان نے نہ مان کر مخالفت کی۔

دعا جو حرز ہے اور ہمیشہ پاس رکھنی چاہیئے
اس سے تمام آفات و مکروہات سے امان
ملتی ہے اور شیطان سے پناہ میں رہتا ہے

وقت نزول امامؑ قریہ سناباد میں لباس مبارک امام علی الرضا علیہ السلام سے کنیز حمیدہ کو ایک کاغذ ملا جس پر یہ دعا تحریر تھی۔ حمیدہ کے دریافت کرنے پر امام عالیمقام نے فرمایا۔ یہ حرز ہے جسے میں ہمیشہ اپنے پاس رکھتا ہوں۔ اس کا خواص یہ ہے کہ جب کے

س یہ حرز موجود ہے اس کو تمام آفات و مکروہات سے امان ملتی ہے اور وہ شر شیطان
پناہ میں رہتا ہے۔

دعا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ بسم اللہ انی اعوذ بالرحمٰن منک ان کنت
تقیا او غیر تقی اخذت باللہ السمیع البصیر علی سمعک و بصرک لا سلطان
لک علی ولا علی سمعی ولا علی بصری ولا علی شعری ولا علی بشری
ولا علی لحمی ولا علی دمی ولا علی مخی ولا علی عصبی ولا علی عظامی ولا
علی اھلی ولا علی مالی ولا علی ما رزقنی ربی سترت بینی و بینک بستر النبوۃ الذی
استتر بہ انبیآء اللہ من الفراعنہ جبرئیل عن یمینی و میکائیل عن
یساری و اسرافیل من ورائی و محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم امامی
واللہ مطلع علی یمنعک منی و یمنع الشیطان منی اللھم لا یغلب جھلہ
اناتک ان یستفزنی و یستخفنی اللھم الیک التجات اللھم الیک
التجات اللھم الیک التجات

ترجمہ :- میں خدائے رحمٰن کی پناہ مانگتا ہوں، عام اس سے کہ تو نیکوکار ہو
یا نہ ہو اور میں اپنے خدائے سمیع و بصیر کو اپنا مالک قرار دیتا ہوں
ایسی حالت میں کہ سوائے اُس کے اور کوئی مجھ پر مالک نہیں ہے اور
نہ کوئی میری آنکھوں اور نہ کوئی میرے بالوں اور نہ کوئی میرے گوشت کا
اور نہ کوئی میری خون کا اور نہ کوئی میرے مُنہ کا اور نہ کوئی میرے

پٹھوں کا اور نہ کوئی میری ہڈیوں کا اور نہ کوئی میرے گھر بار کا اور نہ کوئی میری ان تمام اشیہ کا جو خدا نے مجھے عنایت فرمائی ہیں سوائے خدا کے جو مالک و مختار ہے۔ خدایا! میں اپنے آپ کو تیرے درمیان اُس حجاب میں پوشیدہ کرتا ہوں جس میں تمام انبیائے مرسلین نے سلام اللہ علیہم اجمعین ظالم بادشاہوں کے ظلم سے پوشیدہ ہوئے ہیں ایسی حالتوں میں کہ جبرئیل میرے داہنے ہوں اور میکائیل میرے بائیں طرف اور اسرافیل میرے پیچھے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پیشوا رہیں۔ خدائے سبحانہ وتعالیٰ ان تمام امور سے مطلع ہے جو وہ میرے لئے منع کر چکا ہے اور وہ شیطان کو میرے تسلط سے بھی منع کر سکتا ہے۔ پروردگار! تیرے علم کو اس کی جہالت کو مغلوب نہیں کر سکتی۔ پس تو میری مدد فرمانا! اور مجھ کو پوشیدہ کرے۔ پروردگار! میں تجھی سے التجا کرتا ہوں۔ پروردگار میں تجھی سے التجا کرتا ہوں۔ پروردگار! میں تجھی سے التجا کرتا ہوں۔ تمت (تحفۂ رضویہ)

نوٹ:- اس دعا کو اگر عقیدتمند کاغذ پر لکھوا کر یا خود لکھ کر اور پاک صاف موم جامہ میں رکھ کر تعویذ کے طور پر صاف وپاک کپڑے میں باندھے اور پنجتن پاک کی نیاز حسب استطاعت دلا کر بازو پر باندھ لے۔ انشاء ہر بلا و مکروہات اور حادثات سے محفوظ رہے گا۔ (مؤلف)

باب نہم

زیارت مزار کی عظمت

ایک طوافِ مرقد سلطان دین موسیٰ رضا ؤ بہ ہفت ہزار و ہفت صد و ہفتاد حج اکبرست

آثر رضا مولفہ جناب مولانا سید آغا مہدی لکھنوی صاحب میں لکھا ہے کہ کتب احادیث ما ایک مستقل باب "فضائل زیارت" میں ہے۔ جس میں سے دو حدیثیں اظہار حقیقت اور موافق مطلوب کے لئے پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ یزید جعفی سے مروی ہے (جامع الاخبار) کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام وان کے آباؤ طاہرین سے روایت کرتے سنا کہ۔ فرمایا۔ جناب حضرت رسول خدا صلعم نے کہ سرے جگر کا ایک حصہ (ٹکڑا) خراسان میں دفن ہوگا۔ جو مصیبت زدہ اس کی زیارت کرے گا خدا اس کی تکلیف دور کرے گا۔ اور اس کے گناہوں کو بخش دے گا۔

۲۔ سرکار دو عالم نے جو کچھ فرمایا تھا اس کی مزید توضیح۔ شہ باب مدینۂ عالم کی بارگاہ سے ہوئی۔

نعمان بن سعدی کی روایت ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ایک

شخص میری اولاد سے سرزمین خراسان پر قتل کیا جائے گا اس کا نام میرا نام ہوگا اور باپ کا نام موسیٰ کاظم ہوگا۔ جو اس کی زیارت کرے گا خدا اس کے گذشتہ اور آئندہ گناہ بخش دے گا اگرچہ وہ آسمان کے تاروں اور بارش کے قطروں اور درختوں کے پتوں کے برابر ہوں۔

جلاء العیون مؤلف علامہ مجلسی علیہ الرحمہ۔ ترجمہ اردو سرسولی اخبار شہادت امام کے تحت درج ہے کہ ابن بابویہ نے بسند معتبر روایت کی ہے کہ ایک شخص خراسان کا رہنے والا حضرت امام علی الرضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہا۔ میں نے حضرت رسول خدا صلعم کو خواب میں دیکھا ہے۔ آنحضرتؐ نے مجھ سے فرمایا ہے۔ اے اہل خراسان اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب میرے پارۂ بدن کو تمہاری زمین پر دفن کیا جائے گا اور تم کو میری امانت سپرد کی جاوے گی اور وہ میرا ستارہ تمہاری زمین میں پنہاں ہو جائے گا۔

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا۔ وہ میں ہی ہوں کہ تمہاری زمین میں دفن ہوں گا اور پارۂ بدن حضرت رسول خدا۔ ان کی امانت و نجم فلک امامت و خلافت میں ہی ہوں۔ جو کوئی میری زیارت کرے اور میرا حق پہچانے اور میری اطاعت اختیار کرے میں اور میرے بزرگ بروز قیامت اس کے شفیع ہوں گے۔ اور جس کے ہم شفیع ہوں وہ نجات پاتا ہے۔ ہر چند کہ گنہگار ہو۔ اور مجھے میرے پدر بزرگوار نے خبر دی ہے کہ حضرت رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ جو کوئی مجھے خواب میں دیکھے اس نے مجھے خواب میں دیکھا اس لئے کہ شیطان میری صورت میں نہیں ہو سکتا۔ نہ میرے وصی کی صورت ہو سکتا ہے اور نہ ان کے کسی مخلص شیعہ کی ہو سکتا ہے۔

بسند معتبر دیگر۔ آنحضرت سے منقول ہے کہ قسم بخدا ہم اہلبیت سے میں سے

ایسا نہیں جو شہید نہ ہو۔ لوگوں نے عرض کیا۔ یا بن رسول اللہ! آپ کو کون شہید کرے گا
۔ بدترین خلق خدا مجھے زہر سے شہید کرے گا۔ اور بار و در بار سے دور غریب الوطنی
مدفن ہوں گا۔ پس جو کوئی میری اس غربت میں زیارت کرے گا خداوند عالم ایک
شہیدوں، ایک لاکھ صدیقوں، ایک لاکھ حاجیوں اور ایک لاکھ عمرہ کرنے والوں
لاکھ جہاد کرنے والوں کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھے گا اور ہمارے زمرہ میں
سور ہوگا اور درجات عالیہ بہشت میں ہمارا رفیق ہوگا۔

آستانہ قدس ۔ روضۂ رضویہ مشہد مقدس

(ماخوذ رہبر زائران مؤلفہ سید غلام علی ۔ احسن ۔ اکبر آبادی صفحہ نمبر ۱۹)

اندر مزار قبر اقدس کی پہلی ضریح نقرئی ہے جو بہت قیمتی جواہرات سے مرصع ہے۔
سری ضریح پیتل کی ہے جس پہ چاندی کا پانی چڑھا ہوا ہے اس میں ایک چاندی کا دروازہ
جس میں قیمتی جواہرات لگے ہوئے ہیں۔ یہ جواہرات فتح علی شاہ قاچار نے نذر کئے تھے
دروازے کو در محل کہتے ہیں جو قبر مطہر تک جاتا ہے اور ہمیشہ بند رہتا ہے۔
تیسری ضریح فولادی تھی۔ اس ضریح کے چھت کے چاروں طرف کونوں پر سونے کے
سون تھے جن کو روسی فوج لے گئی۔ پتہ نہیں واپسی سامان لوٹنے کے واپس آئے یا نہیں۔

تیسری ضریح مبارک فولادی کی تعمیر نو نقرئی و طلائی

چونکہ مومنین و زائرین کی یہ آرزو تھی کہ حضرت امام علی آل رضا علیہ السلام کی
سری ضریح مبارک فولادی زائرین کے مسلسل بوسہ دینے اور کثرت تعظیم کے سبب کمزور
گئی ہے۔ اس کو ایک طلائی و نقرئی، بہترین خوبصورت ضریح سے بدل دیا جائے لہٰذا
س مقصد خیر کے لئے ڈاکٹر سید فخر الدین صاحب شادماں رنائب شاہ برائے آستانہ قدس)

کے سامنے جناب سید ابوالحسن صاحب حافظیاں نے تجویز پیش کی جنہوں نے ۰ ۸ روپے
کو نئی ضریح مطہر کی تبدیلی کی تجویز قبول کی۔ اور ساختمان ضریح مطہر کی درخواست
۔/۴۲ ۰ ۰ مثقال چاندی اور ایک ہزار مثقال سونا خزانۂ امام سے ضریح مبارک کی
تیاری کے لئے عطا فرمایا۔ اور ذریعہ کتابچہ اعلان جناب حافظیان صاحب نے ۱۹۶۱ء
شریک ثواب ہونے کے اپیل کی۔ لہٰذا بوسہ گاہ پر لگانے کے لئے راقم الحروف مؤلف کتاب
ہذا نے بھی متفقی سونا بھیجا جس کی رسید نمبر ۸۲۲ ۰ دستخطی جناب حافضیان صاحب مع
حاج محمد کاظم صاحب۔ رضائیان معہ گرامی نامہ صادر ہو کر شرف قبولیت بخشا۔ ۱۹۶۱ء
میں ضریح مطہر طیار ہو کر آویزاں ہو گئی ـــــ اللّٰھم صلی علیٰ محمد و آلِ محمد

روضہ مشہد مقدس کے متعلق جامع اور پہلی رپورٹ ایرانی رپورٹر

(اخبار جہاں کراچی فروری تا اگست ۱۹۶۷ء)

ایران کے مشہور شہر مشہد مقدس میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے مقبرہ
متعلق یہ پہلی جامع اور معلوماتی رپورٹ ہے۔ یہ رپورٹ ایک ایرانی اخبار کے نامہ نگار
جمشید ورگبی نے تحریر کی ہے۔ اور تصاویر ایوب کلانتری نے اتاری ہیں۔ جمشید ورگبی
اور ایوب کلانتری نے پندرہ دن مشہد مقدس میں گزارے اور انہوں نے پہلی بار خصو
اجازت نامہ حاصل کرنے کے بعد حضرت امام رضا کے مقدس روضہ کی بعض نادر تصاویر
لینے میں کامیابی حاصل کی جو ہم شائع کر رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ان کی وہ رپورٹ
بھی پیش ہے جس میں اہم معلومات بہم پہنچائی گئی ہیں

(ترجمہ برائے اخبار جہاں۔ محمد خالد فاروقی۔ کراچی۔ اخبار جہاں)

رپورٹ

حضرت امام رضا علیہ السلام کا مقدس مقبرہ خاص و عام کے لئے ایک عظیم زیارت گاہ بنا ہوا ہے۔ صدیاں گذر چکی ہیں لیکن آج بھی اس کی شان و شوکت اور جاہ و جلال کے آگے شاہی اقتدار کی بارگاہیں (اور دنیا کے مزار یا یادگاریں مولف) کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ اس کے جواہرات کی آب و تاب نظروں کو خیرہ کر دیتی ہیں۔ زائرین بے پناہ عقیدت کے ساتھ اس قدر تحفے اور نذرانے یہاں پیش کرتے ہیں کہ ان کا شمار و اندراج ایک مستقل اور کبھی نہ ختم ہونے والا کام ہے۔

اس کے اوقاف کا ایک انتظام ایک پورا سکریٹریٹ کرتا ہے۔ اگر آپ اس کے مختلف شعبوں کا معائنہ کرنے کے لئے نکل جائیں گے تو یوں محسوس ہوگا کہ آپ واشنگٹن یا پیرس کی جائدادوں کے شمار و قطار میں الجھے ہوئے ہیں۔ بے حساب جائدادیں اور اموال حضرت رضاؑ کے لئے وقف آن ہی کی ملکیت ہیں۔ ہندو پاکستان کی بیٹیوں نے اس قدر موتی اور زر و جواہرات اس بارگاہ کی قدموں میں نذر کئے ہیں کہ ان کا شمار ممکن نہیں۔ جس طرح دریا کے قطروں کا شمار ممکن نہیں ہے اسی طرح اس گنجینے کے نوادرات میں سے کسی ایک کی حسن و خوبی کا احاطہ کرنا بھی ممکن نہیں۔

اب ہم اس باعظمت آستانے میں داخل ہوئے۔ عقیدتمندوں کا ایک ہجوم جلال بارگاہ سے سہما ہوا اپنے گناہوں پر شرمسار، اس کے دامن سے لپٹا ہوا ہے۔ اس روح پرور کیفیت کو دیکھ کر آنکھیں بھیگ جاتی ہیں۔ جو کچھ اس باعظمت ہستی پر بیتا اور یہ بارگاہ جن تکلیفوں اور مصائب کی یاد دلاتی ہے وہ سب تاریخ کے صفحات پر ثبت ہے۔

اس بابرکت ذات کا ایران کی سرزمین کو اپنے قدموں سے سرفراز فرمانا یہاں تک اس سرزمین پر داعی اجل کو لبیک کہنا۔ اس سارے عرصہ میں اس کی پرکشش سادہ اور پاکیزہ زندگی اور اس کا دور امامت ہمارے ماضی کے روشن ابواب ہیں۔ آج بینکوں کا زر کثیر، وسیع اراضی، قیمتی جواہرات اس بارگاہ کی ملکیت اور کوئی دولت اس بیحد و حساب مال و ثروت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اس بارگاہ کے قدیم اور سب سے بڑے خادم آغائی حاج فاضل ایک دانشمند اور روشن فکر بزرگ ہیں۔ شام کے وقت میں چار بجے ہماری ان سے ملاقات ہوئی۔ اثنائے گفتگو میں اس بارگاہ سے متعلق بہت سی باتیں معلوم ہوئیں۔

(ابتدائی تاریخ قدیم)

باغِ حمید بن قحطبہ

صدیوں پہلے خراسان ایک عظیم اور آباد خطۂ زمین تھا بور ڈاس گنبد اور بارگاہ حضرت رضاؑ کی جگہ ایک بہت بڑا باغ۔ باغ حمید بن قحطبہ تھا۔ یہی باغ ہارون رشید کی ایک عظیم الشان حکومت کا مرکز تھا جس کی سرحدیں افریقہ سے لے کر چین تک پھیلی ہوئی تھیں یہ باغ ایک بڑے گاؤں کی طرح پھیلا ہوا ہے۔ جس میں سیب، انگور اور انار کے درخت لگائے گئے تھے۔ اس باغ کے پھلوں سے بہتر کہیں اور نہیں پائے جاتے تھے۔

ہارون رشید خراسان کی طرف اس وقت متوجہ ہوا جب یہاں کے باشندوں نے حکومت کے خلاف بغاوت کر دی۔ ہارون باغیوں کی سرکوبی کے لئے خود خراسان پہنچا اور ایک گاؤں "سناباد" یعنی حالیہ مشہد میں قیام پذیر ہوا۔ ۱۹۲ھ میں اس نے یہاں اپنی حکومت کو مستحکم کیا اور اپنے بیٹے مامون کو بھی یہیں لے آیا۔

باغ حمید بن قحطبہ جو جنت کی سی سرسبزی و شادابی رکھتا تھا۔ اور آخر میں خود ہارون الرشید کا مدفن مقام قرار پا چکا تھا اس کے پس منظر میں بھی ایک افسانہ ہے۔ یعنی عربوں کی فوج کشی سے پہلے یہاں ایک آتشکدہ تھا جس میں آگ دہکائی جاتی تھی۔ عود جلایا جاتا تھا۔ اور نذر و نیاز پیش کئے جاتے تھے۔ سوانحعمری امام رضاؑ کے سلسلے میں سید محمد جعفر خان رضوی صفحہ ۳۲ پر تحریر فرماتے ہیں کہ قبل ازیں سکندر ذوالقرنین نے شہر مرد کا نام شاہجہاں رکھا تھا اور روح الملک نام بھی مشہور ہوا۔ مگر آخر میں شاہجہاں ہی مشہور ہوا۔

بہر حال خراسان میں ہارون الرشید کی حکومت قائم ہو گئی۔ کچھ عرصہ بعد اس کا انتقال ہو گیا۔ اور وہ اسی باغ میں دفن کیا گیا۔ پھر مامون اس کی جگہ تخت نشین ہوا خراسان کے مسلمانوں کو اپنی طرف مائل کرنے کے لئے اس نے حضرت رضاؑ کو مدینہ سے یہاں بلوایا انکو اپنا نائب مقرر کیا۔ اور خراسان کے چار بڑے علاقے "نیشاپور، بلخ، ہرات اور بخارا" ان کے حوالے کئے۔ جن کا پایہ تخت مرد تھا۔

لیکن حضرت امام رضاؑ کی نیابت کا یہ دور جلد ختم ہو گیا۔ وہاں کے مسلمان حضرت امام رضاؑ کے بہت زیادہ شیفتہ ہو گئے۔ اُن کی نظروں میں مامون کی کوئی اہمیت نہ رہی اس چیز نے مامون کے دل میں رشک و حسد کے بیج بو دیئے۔ جو آخر میں چل کر برگ و بار لائے یہاں تک کہ مامون حضرت امام رضاؑ کی ہلاکت کے درپہ ہو گیا۔ ایک ایسی ہستی کو ختم کرنے کی سازش کرنے لگا جو ہیبت عظیمؑ، حق پرست، مرجع عوام اور امامت کے مقام پر فائز تھی۔

آخر کار وہ اسی باغ میں اسی شیریں و لذیذ پھلوں کے ذریعہ شہید کر دیئے گئے۔ یہ قتل بھی اپنے پیچھے ایک داستان رکھتا ہے۔ اب ناظرین فیصلہ کریں کہ قاتل امام غریب کو

مامون کہنا کہاں درست ہے۔ بلکہ وہ ان کا دشمن تھا)

وہ یہ کہ۔ امام رضا علیہ السلام کو زہر کس طرح دیا گیا۔؟

مامون نے امام رضاؑ کو زہر کس طرح دیا پہلی دفعہ پکے ہوئے اور شہد ملے ہوئے انگوروں میں۔ اُس وقت انگوروں کی بیلیں خوب لدی ہوئی تھیں۔ اُن کے خوشے محرابوں اور کمروں میں لٹکائے گئے تھے جو عجب بہار دے رہے تھے۔ لیکن حضرت رضاؑ نے زہر آلود انگوروں کی تلخی کو برداشت کر لیا۔ ان کے چہرے کی زردی اور اڑتا ہوا رنگ جلد مائل بہ سرخی ہوگیا۔ امام رضاؑ کی صحتیابی کے بعد مامون دوبارہ سازش میں معروف ہوگیا اس نے باغ کے پکے ہوئے سرخ اناروں کو منتخب کیا۔ انہیں زہر میں آلود کیا۔ اور ایک مؤثر علاج کے نام سے حضرت رضاؑ کی خدمت میں روانہ کیا۔ اُس نے کہلوایا کہ زہر کی وجہ سے حضرت کو جو تکلیف ہوگئی ہے انار اس کے ازالے کے لئے بہت مفید ہیں۔ اس مرتبہ زہر اپنا کام کر گیا۔ اور آپ انتقال فرما گئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

معلوماتی رپورٹ متعلق روضہ

روضۂ مبارک کے خدمتگاروں کی تعداد بارہ سو سے زائد ہے۔

مامون نے مسلمانوں کے زخمی دلوں پر مرہم رکھنے اور اپنے ظلم وسفاکی پر پردہ ڈالنے کے لئے حضرت امام رضاؑ کے جسم اطہر کو اپنے باپ ہارون الرشید کے پہلو میں دفن کرنے کا حکم دیا۔ آپ کے انتقال اور دفن کی تاریخ ۲۰۳ھ ہے۔ بعد کی تمام روایتوں میں اس بات کا ذکر ہے کہ ہارون کی قبر حضرت رضاؑ کے پائینتی واقع ہے۔ ان سب سے زیادہ صحیح روایت ابن بطوطہ کی ہے جو اس نے سفرنامے میں لکھی ہے۔ جبکہ وہ ساتویں صدی میں ایران آیا تھا (اس محل پر وہ سفرنامہ بھی ایک تاریخی دستاویز ہوتا جو سید آغا مہدی صاحب نے کراچی سے

ایران تک پیرانہ سالی میں مرتب کیا۔ افسوس ہے کہ طبع نہ ہو سکا۔

روایت ابن بطوطہ

ابن بطوطہ نے لکھا ہے:۔ ہارون کی قبر حضرت رضاؑ کے پائنتی واقع ہے لوگ جب آپ کی قبر پہ زیارت کیلئے آتے ہیں تو ہارون کی قبر پہ ایک لات مارتے ہیں، (مؤلف۔ اور کچھ کہتے ہیں) اور آپ کی قبر کو چومتے ہیں۔

رپورٹر:۔ میں نے آقائے حاج فاضل سے دریافت کیا کہ اس روایت کا سب سے قدیم ماخذ کون سا ہے کہ حضرت رضاؑ اسی مقام پہ مدفون ہیں۔ انہوں نے کہا۔ عوام دخواص ہمیشہ سے اس مقام اور مکان کو اپنی زیارت گاہ بنائے ہوئے ہیں۔ اور ان کا یہی مسلسل و متواتر عمل قدیم ترین ماخذ ہے۔

اس کے علاوہ عرب کے ایک بہت بڑے شاعر دعبل خزاعی کے دو شعر بھی جو اس حرم کے مشرقی دروازے پر کندہ ہیں۔ شعر یہ ہیں۔

ترجمہ:" طوس میں دو قبریں ہیں۔ لوگوں کے لئے بہترین قبر اور بدترین قبر۔ یہ بات عجب ہے۔ بُری قبر سے اچھی قبر کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ اسی طرح اچھی قبر سے بُری قبر کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ یہ شعر بہت دور کی اونچی حد تک پہنچتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور قطعی ماخذ ہمارے پاس موجود ہے۔ جو ناقابل انکار بھی ہے۔ یہ ایک زائر کا ہدیہ قرآن کی صورت میں ہے جو اس نے حضرت رضاؑ کے مقبرہ کے لئے سن ۳۹۳ھ میں پیش کیا تھا۔ اُس نے اپنے ہدیہ نامے میں ذکر کیا ہے کہ "میں اس قرآن کو حضرت رضاؑ کی قبر کے لئے بطور ہدیہ پیش کرتا ہوں۔ (اُس وقت آپ کی قبر پر ضریح موجود نہ تھی) تاکہ زائرین اس جگہ تلاوت کریں۔ چونکہ کوئی شخص یہاں آکر قرآن نہیں پڑھتا ہے۔ قرآن کو کسی قریب کی مسجد میں لے جائیں اور وہاں رکھ دیں

تاکہ کوئی اس کی تلاوت کر سکے۔

ہدیہ نامے سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اس وقت تک حضرت رضاؑ کی قبر کو ایک عظیم اور پرشکوہ زیارت کی حیثیت حاصل نہیں ہوئی تھی لیکن رفتہ رفتہ حضرت رضاؑ کی قبر کو ایک حیثیت حاصل ہو گئی۔ اس کے دیدار کے لئے لوگ دنیا کے دور دراز حصوں سے کھنچے چلے آتے ہیں حضرت رضاؑ کے حرم پر کچھ عرصہ بعد قبہ و بارگاہ کی تعمیر کر دی گئی۔ یہاں تک کہ غزنویوں کے دور حکومت میں ایک بڑی زیارت گاہ بن گئی۔ لوگ حضرت رضاؑ کی زیارت کے لئے جوق درجوق آنے لگے۔ لیکن ایک دفعہ سلطان سبکتگین نے جو غزنوی خاندان کا بانی تھا اور جس کو دیلمیوں سے سخت عناد تھا اور عاشورا و تاسوعا کے بارے میں بغداد کے اندر ان کے اقدامات سے باخبر تھا ان کی مخالفت کی پرواہ کئے بغیر اس بارے میں اپنے احکام نافذ کئے اس پر دیلمیوں نے روضہ حضرت رضاؑ کو توڑ پھوڑ دیا۔ زائرین اور مجاوروں کو منتشر کر دیا۔

سلطان محمود غزنوی کا خواب

لیکن زیادہ عرصہ تک یہ حالت برقرار نہ رہی۔ اس نے کچھ دنوں بعد سلطان محمود پسر سلطان سبکتگین نے حضرت امیر کو خواب میں یہ کہتے سنا۔ بیٹے تم کب تک مجھے اس ختہ حالی میں دیکھنا چاہتے ہو۔ سلطان محمود نے اس دن سے حضرت رضاؑ کی بارگاہ کی تعمیر کا ارادہ کر لیا ایک طلائی گنبد تعمیر کرائی۔ اور ضریح جو مٹی اور گچ سے تعمیر کی گئی تھی اس کو آہنی بنوا دیا۔ لیکن طلائی گنبد کو زیادہ دوام حاصل نہ ہو سکا۔ اس لئے کہ "غز" کے ترکوں نے اس کو برباد کر دیا۔ یہ حالت سلطان سنجر کے زمانہ تک رہی۔ سلطان سنجر نے دوبارہ ایک عظیم الشان بقعہ اور گاہ تعمیر کروائی۔ اور اس کی آرائش و زیبائش میں بہت زیادہ محنت اور توجہ صرف کرنے کا حکم اس کی تعمیر کی تاریخ سنہ ۵۱۲ھ تا سنہ ۵۵۲ھ ہجری کا درمیانی عرصہ ہے۔

شاہ عباس صفوی کی عقیدت

شاہ صفوی نے حضرت رضاؑ کی یادگار کو عروج عظمت پر پہنچا دیا۔ اور اس کی شان و شوکت میں اس قدر اضافہ کیا کہ صدیوں کے بعد بھی آج یہ ایک عظیم دربار کی صورت میں موجود ہے۔ شاہ عباس اس عقیدت کی وجہ سے جو اس کو حضرت رضاؑ سے تھی کئی بار پیدل حضرت رضاؑ کی پابوسی کے لئے حاضر ہوا۔ اور ہر بار نئے آداب مقرر کئے۔ اس جگہ کی تولیت کو بادشاہوں کے عہدے کی طرح موروثی قرار دیا۔

اس روضۂ مبارک کا اصل متولی شہنشاہ ایران ہوتا ہے جو دسواں حصہ آمدنی کا بطور حق الخدمت لیتا ہے (رہبر زائراں۔ غلام علی احسن اکبرآبادی)

زمانہ شاہ عباس صفوی میں خطبات حضرت رضاؑ کے نام پر پڑھے جانے لگے تاکہ ان کی یاد تازہ رہے۔ آج بھی ان کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا ہے اس نے گنبد کو دوبارہ طلائی جڑوا دیا۔ اور اس مقام کی عظمت کے اظہار کے لئے ہر صبح و شام نقارہ بجانے کا حکم دیا تاکہ نقارہ سن کر لوگ اس بارگاہ کی زیارت اور پابوسی کے لئے آئیں۔ چنانچہ اس پر سینکڑوں برس سے آج تک یہ عمل جاری ہے۔

روضۂ امام علیہ السلام کی شان و شوکت

؎ اس روضہ پہ نور کا کیا عذر شرف ہے ‌ ‌ ‌ رفعت میں مدینہ ہے تجلی میں نجف ہے

شاہ عباسؒ نے حضرت رضاؑ کے مقبرہ کو صرف زیارت گاہ خاص و عام ہی نہیں بنایا بلکہ اس کو ایک پُر شکوہ دربار میں تبدیل کر دیا جس کا جلال نگاہوں کو خیرہ کرنے والا اور شاہانہ انداز رکھتا ہے۔ ؎ ہے بیوطن و بیکس و مایوس کا دربار
ہشیار کہ ہے بادشہ طوس کا دربار

(وزیر حسین صاحب۔ ہیلکی رضوی رتنا ریخ احمد)

اس دور کے بعد تو مشہد ایک دوسرا شہر ہی بن گیا۔ ایسا شہر جو ایک عظیم بادشاہ کا مرکز ہو۔ جو اپنے نیازمندوں اور عقیدت کیشوں کو اپنی دنیا کے دور دراز گوشوں سے کھینچ کر بلا رہا ہے۔ حالات کی یہ رفتار نادر شاہ کے زمانہ تک باقی رہی لیکن نادر شاہ نے اپنی پے در پے جنگوں کی وجہ سے تمام اوقاف کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔ اور انہیں اپنی جنگوں میں صرف کر ڈالا۔ نادر شاہ کے بھتیجے علی شاہ نے وقف واموال واپس لوٹانے کی ممکنہ کوشش کی۔ اور اس بارگاہ کو پھر پہلا سا شان و شکوہ مل گیا جو آج تک باقی ہے۔ اور اس کی یہ عظمت جاوداں بھی جاتی ہے۔

یہ تھا وہ مختصر حال زمانے کی نیرنگیوں اور ستم ظریفیوں کا جو اُس نے اس زیارت گاہ کے ساتھ روا رکھیں۔

انتظامی ادارہ۔ اس دربار کے بارے میں ایک اور انداز سے سوچتا ہے ان کے نزدیک اس کا قرب اور دیدار اپنے اندر ایک افسانوی حُسن اور ندرت تو رکھتا ہے لیکن ان کے لئے زیادہ مسائل اس بارگاہ کے عملی مسائل ہیں۔ نقش و نگار کتبوں، زر نگار گلدستوں اور قبّوں کی دیکھ بھال، ایک قیمتی میوزیم، بے نظیر کتب خانے اور نگاہوں کو خیرہ کرنے والے جواہرات کے انبار کی حفاظت، فرش و فروش کی صفائی، آمد و خرچ کا حساب۔ ان سارے انتظامات کے لئے خادموں، کلید برداروں نگہبانوں، میزبانوں اور سال کے بارہ مہینے کام کرنے والے کاریگروں کی ایک بہت بڑی تعداد رہتی ہے۔

ہم نے سب سے پہلے اس بارگاہ کی انتظامیہ کے متعلق معلومات جمع کرنے کی کوشش کی جس کے قدم برسوں سے اس کی دیکھ بھال اور اسے صاف ستھرا اور

آراستہ رکھنے میں مشغول ہیں۔ اپنے اس کام کو انہوں نے ایک طرح کا تقدس دے رکھا ہے اور اپنے اس منصب کو موروثی قرار دے دیا ہے۔ خدام کی اس انتظامیہ کو "خدمہ" کہا جاتا ہے۔ خدمہ کو تین طبقوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ "خدمہ رسمی"، "خدمہ افتخاری"، "خدمہ تشرفی"۔ خدمہ تشرفی" اور ان کے آباؤ اجداد گزشتہ دو سو، تین سو سال سے اس بارگاہ کی خدمت کا کام انجام دے رہے ہیں۔ اس کو پاک و صاف اور ہر طرح درست رکھنا ان کی ذمہ داری ہے۔

"خدمہ رسمی" سے تعلق رکھنے والے وہ لوگ ہیں جن کو جنس کی صورت میں سالانہ وظائف ملتے ہیں ان کے لئے لازم ہے کہ ہر پانچ دن میں ایک بار حرم میں حاضر ہونے کی سعادت حاصل کریں۔ ان میں سے اکثر تجار اور بزرگ ہیں۔

"خدمہ افتخاری" سے وہ لوگ مراد ہیں جن کو آستانے کی زمین میں تدفین سے استفادہ کرنے کا حق حاصل ہے۔ خدمہ تشرفی سے متعلق وہ لوگ ہیں جن کو خدمہ رسمی کے ساتھ مختلف مراسم میں شرکت کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے۔

خدام کی ایک بڑی تعداد انتظامیہ اور استقبالیہ سے متعلق ہے جن کی تعداد دو سو تیس سے لے کر دو سو پچاس تک پہنچتی ہے۔ یہ مستقل خادم ہیں اور انتظامیہ کے ضوابط کے پابند ہیں۔ (قسط دوم۔ صفحہ ۱۴۱۔ ۲۶ فروری ۱۹۶۷ء)

کبوتر اور آستانہ قدس

آپ کسی بھی دروازے سے زیارت گاہ میں داخل ہوں آپ کو لاتعداد کبوتر فضا میں چکر لگاتے ہوئے اور کبھی قلابازیاں کھاتے اِدھر سے اُدھر اڑتے نظر آئیں گے۔ جیسے ہی صبح کے وقت گنبدوں کے طلائی کلس سورج کی پہلی کرنوں سے جگمگا اٹھتے ہیں یہ کبوتر بھی اپنی پروازیں شروع کر دیتے ہیں۔ رات بلند چھتوں اور عمارتوں کے مختلف گوشوں پر بسر کرتے ہیں

برسوں سے ان کا یہی معمول ہے۔ ان کبوتروں کا افسانہ بھی بڑا عجیب ہے۔ نسیم ارفع کے بقول یہ آستانے کے لاڈلے ہیں۔ ہر وقت صحن کے پھولوں کو خراب کرتے رہتے ہیں یا پھر حوض میں اپنے پروں کو دھوتے ہیں۔ اور پانی کو گندہ کر دیتے ہیں۔ لیکن کسی کو یہ جرأت نہیں ہوتی کہ ان کو ڈرائے، دھمکائے۔ ممکن ہے کہ ان کو یہ بات بری لگے اور وہ دھتکارنے والے پر لعنت بھیجیں۔ مشہور ہے کہ محمد ولی خاں نائب متولی نے حکم دیا تھا کہ کبوتروں کو پکڑ کر حرم سے دور کر دیا جائے۔ لیکن کبوتروں کو پکڑنے کے ساتھ ہی اس کی لڑکی سخت بیمار پڑ گئی۔ یہاں تک کہ اس کی زندگی کے لالے پڑ گئے۔ چنانچہ اسی اتفاق نے محمد ولی خاں کو کبوتروں کو نکال باہر کرنے کے خیال سے باز رکھا۔ برسوں سے ان کبوتروں کا ٹھکانہ حرم کے اطراف واکناف ہیں۔ لیکن وہ حرم میں زائرین کے درمیان اترتے ہیں۔ لوگ بھی انہیں پیار کرتے ہیں۔ ان کے لئے دانہ خریدتے ہیں کھلاتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ کبوتر کبھی حرم اور حضرت امام رضاؑ کی گنبد پر اپنی بیٹ نہیں گراتے۔ یہ تقریباً ناممکن ہے کہ آپ کسی کبوتر کو ایک آدھ بار بھی ایسی حرکت دیکھیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان حیوانات نے بھی اس بات کو جان لیا ہے کہ یہ باعظمت جگہ ہے۔

میں نے یہاں کے خدام اعلیٰ آقائے فاضل سے سوال کیا کہ ان کبوتروں سے آستانہ کو کوئی فائدہ بھی پہنچتا ہے۔ وہ مسکرائے اور جواب میں کہا کہ خدا کی کوئی مخلوق بے فائدہ نہیں آستانہ کے کبوتر خوبصورت بھی ہیں۔ دوسرے بہت سے خاندانوں کی روزی کا ذریعہ ہوئے ہیں۔ کیا آپ حرم کے اطراف دانہ بیچنے والوں کی سالانہ آمدنی کا اندازہ کر سکتے۔ اس کے علاوہ جب حرم کے صحنوں کی جھاڑو دی جاتی اور صفائی ہوتی ہے تو بہت سا تروں سے بچا ہوا دانہ جمع ہو جاتا ہے۔ اور اس کی قابل لحاظ مقدار آستانے کے

اسٹوؤ میں محفوظ کر دی جاتی ہے۔

گفتگو کے عین اس موقع پر ایک نقاکبوتر بڑے اطمینان اور آہستگی کے ساتھ ہماری طرف آیا۔ کچھ دیر ٹھمک ٹھمک کر چلتا رہا۔ اور پھر میز کے نیچے کچھ چگنے اور شونگیں لینے کے بعد کمرے سے باہر چلا گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ ایک بڑے کمرے کے دروازے پر بیٹھا ہوا ہے۔ دروازے پر سبز مخمل کے پردے لٹک رہے ہیں۔ اور دور ہی سے اس کی پُراسرار عظمت و شوکت مجھے ششدر کئے دے رہی تھی۔ میں نے اپنے مصاحب سے پوچھا کہ وہ کونسی جگہ ہے۔

بڑے ہال میں عطر و گلاب کی مست کن خوشبو

انہوں نے جواب دیا۔ وہ بڑا ہال تقریبات کے لئے مخصوص ہے۔ ہم اس ہال میں داخل ہوئے۔ اور عطر و گلاب کی خوشبو سے مست ہونے لگے۔ قیمتی پردوں، فرش اور جھاڑ فانوس کی چکاچوند ہمیں ایک خواب معلوم ہو رہی تھی۔ آستانہ کی تقریبات کا یہ ہال بہت وسیع و عریض ہے۔ جس میں لکڑی کے مخملیں صوفوں کی قطاریں لگی ہوئی ہیں اور سرخ و سفید شاخوں والا بے نظیر جھاڑ ہال کے عین وسط میں روشن ہے۔ میز پوش اور پردے سبز مخمل کے بنے ہوئے ہیں۔ چوبی منبر پر ایک پھولوں کا گلدستہ دیکھا۔ جو غیر معمولی طور پر دلکش تھا اس کی سحر آفریں خوبصورتی ایسی معلوم ہوتی تھی جیسے کہ یہ ابھی تازہ پھولوں سے بنا ہے۔

میں نے اپنے رہبر سے پوچھا کہ یہ کہاں کا بنا ہوا ہے؟ میرے سوال کا جواب دیتے ہوئے اس نے کہا۔ یہ ایک لڑکی نے بطور نذرانے کے بھیجا تھا اس کو آٹھویں امام نے قبول کیا۔ وہ لڑکی ایرانی ہے اور اس نے پھول بنانے کا فن جاپان میں سیکھا ہے

اس گلدستے کے دونوں جانب سرخ رنگ کے جھاڑ، فانوس روشن تھے۔ اور داخلے کے دروازے کے مقابل حضرت امیرالمومنین (علیؑ ابن ابی طالب) کی ایک بہت بڑی تصویر دکھائی دیتی ہے۔ کمرے کے کسی گوشے میں پہنچ جائیے۔ سرخ صحرائی گلاب کے عطر کی خوشبو آپ کو بیخود بنا دے گی۔

بوئے گلاب کے لئے خصوصی انتظامات

میں نے دریافت کیا۔ سارے کمرے میں یہ عطر پاشی کس طرح کی گئی ہے۔ رہبر نے بتایا یہاں عطر گلاب کشید کرنے کی مشین موجود ہے جب کوئی معزز مہمان آتا ہے تو یہ مشین اپنا کام شروع کر دیتی ہے۔ روزانہ تقریباً تین شیشے گلاب صرف ہوتا ہے۔ اور یہ عطر بہترین سرخ صحرائی گلاب سے کشید کیا جاتا ہے۔ یہ گلاب کہاں سے لائے جاتے ہیں۔ میں نے پوچھا کہا۔ گلاب کی کچھ مقدار باغ "ملک آباد" سے حاصل کی جاتی ہے۔ جہاں کے گلاب عطر سازی کے لئے بے نظیر ہیں۔ لیکن وہاں کے گلاب ہماری ضرورت کے لئے کافی نہیں ہوتے میں نے دوبارہ ہال اور چھت کو نظر بھر کے دیکھا۔ اس کا فرش، جھاڑ فانوس اور صحرائی گلاب کے خاص عطر کی خوشبو نے مجھے مدہوش کر دیا تھا۔

اچانک ہمارے مہذب رہبر نے کہا۔ حیران نہ ہوں۔ ابھی آپ نے بہت سی چیزیں نہیں دیکھی ہیں۔ ابھی اس بارگاہ کے خیرہ کرنے والے ان گنت جلوے آپ کی نگاہوں سے اوجھل ہیں۔ خدا کے لئے آپ آگے چلئے! رہبر سچ ہی تو کہتا ہے۔ اس درگاہ میں جہاں سات آٹھ سو کاریگر دن رات پورے سال تعمیر و آرائش میں مصروف رہتے ہیں۔ کس طرح اس کی عظمت کو صرف ایک ہال اور صحرائی گلاب کے عطر کی خوشبو تک محدود رکھا جا سکتا ہے خواہ یہ کتنے ہی بے مثال کیوں نہ ہوں!

اب ہم مرمریں سیڑھیوں سے نیچے اتر کر میوزیم کے شفاف فرش پر پہنچ گئے جو
ہال کے نیچے واقع ہے۔ (قسط سوئم۔ ۲۰ر تا ۹ر فروری ۱۹۶۷ء)

روضۂ امام رضا علیہ السلام کا میوزیم
(عجائب خانہ)

عام طور پر میوزیم پر قدامت اور سنجیدگی کی فضا چھائی رہتی ہے۔ اس لئے کہ میوزیم
زبان حال سے ماضی کی داستانیں اور ایام گذشتہ کے بھولے ہوئے افسانے سناتا ہے
لیکن اس آستانے کا میوزیم اپنی نوعیت کے اعتبار سے منفرد ہے اس لئے کہ میوزیم کی ہر چیز
پاکیزگی قلب، خلوص اور نذر کے قبول ہونے کی آرزوؤں اور دعاؤں کے ساتھ بھیجی گئی
ہے یا وقف کی گئی ہے۔

یہاں پہلی چیز جو ہمیں سب سے زیادہ متوجہ کرتی ہے۔ وہ حضرت کے مزار کا پتھر
ہے جو آج سے پانچسو سولہ سال پہلے زمین سے نکلا تھا۔ اس بات کی تصدیق مستشرق "ڈینس
راس" بھی کرتا ہے۔ اس پتھر کے علاوہ جو کہ خود حضرت رضاؑ سے متعلق ہے۔ اور بھی قیمتی
چیزیں موجود ہیں۔ جن میں سے اکثر سلاطین اور بزرگان کی بھیجی ہوئی ہیں یا پھر وہ گذشتہ کئی
صدیوں سے کسی نہ کسی طور پر حرم سے متعلق رہی ہیں۔ حرم کے دورخی پردے بھی میوزیم
میں ہیں جو سنہ ۱۳۲۰ھ کے تیار کردہ ہیں۔ ان کے دونوں رخ قالین بافی کا بہترین نمونہ ہیں
حرم کے پرانے دروازے جڑا ؤ ہیں جو لوہے کی کیلوں کے بغیر بنائے گئے ہیں۔ اور یہ
شمشاد کی لکڑی کے بنے ہوئے ہیں مگر تی کی طرح چمکنے والی قندیل جو بارھویں صدی کی صنعت
ہے اور جو مزار حضرت رضاؑ کے سرہانے آویزاں رہی تھی وہ بھی اس موزیم میں موجود ہے
میوزیم کے ایک چھوٹے گوشے میں محمد امین کرمانی کا بنایا ہوا غالیچہ بھی دکھائی

دیتا ہے جو غیر معمولی خوبصورتی رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک چیز جو اپنی خوبصورتی اور دیدہ زیبی میں بے نظیر ہے۔ وہ اصلی مروارید دوزی کی مخمل پوش ضریح ہے۔ اسے ناصر الدین شاہ کی مہد علیاؒ نے مشہد بھیجا تھا۔ غالیچے پر اپنے زمانے کی مشہور ہنرمند خاتون "بی بی خانم" نے زری کی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ مسلسل کئی ماہ تک ان چیزوں کی تیاری پر توجہ اور محنت صرف کی گئی تھی۔ ضریح کی زمین سرمئی ہے اور اس پر اصلی مروارید دوزی کا کام بے مثل ہے اس کی قیمت دو سو طلائی تومان ایرانی سکہ ہے۔ یہاں ایک ارغوانی رنگ کی مخملی جانماز ہے جس پر سچے موتیوں کا کام اور کلابتون دوزی کی گئی ہے۔ یہ جانماز ناصر الدین شاہ کی بہن نے جو ایک امیر کبیر عورت تھی، حضرت رضاؑ کی بارگاہ کے لئے وقف کردی تھی۔ اس کی قیمت کا اندازہ طلائی تومان" دایرانی سکہ) کیا گیا ہے۔ اور اب یہ میوزیم کی دیوار کو زینت بخش رہی ہے۔

یہاں ایک فوجی سپہ سالار کی زرہ بکتر بھی رکھی ہوئی ہے جس پر آیات اور نقش کندہ ہیں۔ یہ سنہری کی ہے۔ اس کا عرض ایک میٹر کے قریب ہے۔ معلوم نہیں اس کا پہننے والا کس قدر چوڑے چکلے سینے اور کیسے ڈیل ڈول کا مالک ہوگا۔

ان تمام نادر اشیاء کے علاوہ میوزیم میں مختلف ادوار کے سکے بھی موجود ہیں۔ جیسے اشکانی، سلوکی، تیموری، قاجاری، طبرستانی حتیٰ کہ خود حضرت رضاؑ کے نام کا سکہ بھی یہاں موجود ہے یہ سکے زائرین نے یا تو ضریح میں نذرانے کے طور پر ڈال دیئے تھے یا دلی خلوص کے ساتھ حضرت رضاؑ کے آستانے کے لئے وقف کردیئے تھے۔

میوزیم کی سیر کرتے ہوئے آپ کو دوسرے ممالک کی چیزیں بہت زیادہ نظر آئیں گی جو دور دراز سے نذرانے کے طور پر بھیجی گئی ہیں ان میں سے ایک شال ہے جو ہندوستان کے کسی شہزادے نے کشمیر سے بھیجی تھی اور ہندوستان کے نایاب جواہرات بھی ہیں جو ایک

ی نے آستانِ قدس کے لئے وقف کئے تھے۔

کتب خانہ

میوزیم دیکھنے کے بعد ہم کتب خانے میں داخل ہوئے۔ یہاں اہلِ قلم کی نادر تحریریں اور علمی و تحقیقی کتابوں کا بیش بہا ذخیرہ ہے۔ افسوس کہ علم کے اس سرچشمے سے استفادہ کرنے کی فرصت و فراغت ہمیں میسر نہ تھی۔ لیکن علم و فن کے اس عظیم خزانے کو دیکھ کر ہماری کیفیت ہی بدل گئی۔ اپنے آپ کو کسی اور ہی عالم میں پہنچا ہوا محسوس کر رہے تھے کتب خانے سے نکل کر باہر آئے یہاں تک ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے اس کا تعلق ان چیزوں سے تھا جو حرم مقدس کے باہر واقع ہیں۔

کتب خانۂ آستانِ قدس کی چھپی ہوئی فہرست کئی جلدوں میں ملک کے بڑے کتب خانوں میں موجود ہے۔

حرم مقدس

ابھی ہم نے خود حرم کے بارے میں کچھ نہیں بتایا کہ وہاں ہم نے کیا عجیب باتیں دیکھیں اور اس بارگاہ جلال و جمال کی کونسی اسرار آمیز تجلیات کا ہم نے مشاہدہ کیا۔ یہ سوالات ابھی تشنہ ہیں۔ اب تک کسی کو حرم اور ضریح مقدس کے اندرونی حصہ کی تصویر لینے کا موقع نہ مل سکا تھا۔ ہم مجبور تھے کہ اپنے لئے خصوصی اجازت حاصل کریں۔ اجازت ملنے پر ہم اس قابل ہوئے کہ ایک مخصوص زائر کی حیثیت سے حرم کی خلوت گاہ میں قدم رکھیں اور انوار آئینہ و جواہر کی تجلیات میں غرق ہو جائیں۔ رات تاریک تھی لیکن حرم میں اسقدر روشنی کا اہتمام کیا گیا تھا کہ دن کا دھوکہ ہوتا تھا۔ حرم کی خلوت گاہ میں داخل ہونے سے پہلے ایک اجنبی کمرے میں پہنچے۔ اس کمرے کے قریب بہت سے لوگ سوئے ہوئے تھے انہوں نے اپنے آپ کو کسی دھاگے یا کپڑے کے ذریعہ کمروں کی جالیوں کے ساتھ اپنے کو باندھ رکھا تھا

ان میں سے اکثر بیمار تھے۔ اور یہاں شفا حاصل کرنے آئے تھے۔

بہرحال ہم حرم میں پہنچ گئے۔ یہاں جھاڑ اور فانوس آفتاب کی طرح چمک رہے
ان کی شعاعیں آئینوں اور نقش و نگار سے مل کر ایک عجب طرح کا انعکاس نور پیدا کر
اس حرم کی زیارت کے لئے روزانہ ہزاروں آدمی آتے ہیں۔ اور اس کی برکت کی بدولت
میں بڑے بڑے معجزوں کے رونما ہونے کی امید رکھتے ہیں۔ حرم کی صفائی میں کسی عورت
بالکل شریک نہیں کیا جاتا۔ سارے آستانے میں چار سے زیادہ عورتیں نہیں ہوں گی
بھی مسجدوں اور میوزیم میں کام کرتی ہیں۔

پیتل کی ایک بڑی منقش سینی میں جھاڑو میں رکھ کر لائی گئیں۔ ہر خادم نے
ایک جھاڑو اٹھائی اور حرم کے فرش کو جھاڑنا شروع کر دیا۔

کچھ خدام ضریح کے نقرئی نقش و نگار چمکانے میں مصروف ہو گئے۔ ان میں سے
چند نے کے اُن تفلوں کو جو زائرین نے ضریح سے باندھ دیئے تھے ایک چمٹے کے ذریعے کھینچ
نیچے گرا رہے تھے۔ ہم حرم سے اور قریب ہو گئے۔ مختلف قسم کے سکوں، موتی اور جواہرات
ڈھیر حرم کے طاق تک پہنچ گیا تھا۔ اور اس کی چمک دمک نگاہوں کو خیرہ کر رہی تھی ضریح
کے چاروں طرف صفائی کرتے ہوئے ان چیزوں کو بھی نکالا جا رہا تھا۔ جو زائرین نے حرم
اندر نذرانے کے طور پر ڈال دی تھیں۔ ان میں سکوں کی چوڑیاں، دست بند، جواہرات کے
نکلس تھے۔ ان میں سے بعض قیمتی اور کچھ معمولی قسم کے بھی تھے۔ اور بھی معمولی چیزیں حرم میں
ڈال دی جاتی ہیں۔

زائرین کا یہ دلچسپ رویہ اُن کے بے پناہ عقیدت کا نتیجہ ہیں ان معمولی چیزوں میں
چاندی کے چھوٹے چھوٹے چھلے، چھوٹی چھوٹی ریشمی دستیاں، پیتل کے بٹن بھی شامل ہیں

آخر اس بارگاہ کی بے پایاں دولت و ثروت کے آگے ان چیزوں کی کیا قدر و قیمت ہو سکتی ہے ہم نے خادم سے دریافت کیا کہ ان چیزوں کو کہاں رکھا جاتا ہے۔ خادم نے جواب دیا۔ جو چیزیں اپنی کچھ قدر و قیمت رکھتی ہیں ہم ان کو جالیوں میں سے حرم کے اندر ڈال دیتے ہیں۔ پھر انہیں سالانہ صفائی کے موقع پر ایک ہی دن میں اٹھا کر اسٹور میں اندر مخصوص ذخائر میں شامل کر دیتے ہیں اور جن چیزوں کو بجز خلوص و ایمان کوئی مادی قدر و قیمت نہیں ہوتی انہیں دفن کر دیا جاتا ہے۔

خادم نے اپنا سلسلۂ گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا۔ کبھی عجیب محیر العقول واقعات پیش آجاتے ہیں کہ جن کی توجیہہ بجز عشق و ایمان کے اور کوئی نہیں کی جا سکتی۔ کچھ عرصہ قبل ایک دلچسپ واقعہ پیش آیا جو محبت و خلوص کا اعجاز ہے۔ ہم اس واقعہ کو سننے کے لئے پوری طرح متوجہ تھے۔

چراغ کا حقیر نذرانہ

خادم نے قدرے تامل کے بعد کہنا شروع کیا۔" ایک دن میں اپنے دفتر میں بیٹھا ہوا حسب معمول اپنے فرائض منصبی کے انجام دینے میں مصروف تھا کہ ایک بڑھیا بغیر چمنی کا چھوٹا سا معمولی چراغ لئے ہوئے کمرے میں داخل ہوئی اور چراغ پیش کرتے ہوئے کہا۔ یہ میں نے حضرت رضاؑ کے لئے وقف کیا ہے۔

حرم کی اتنی ساری روشنی، چمک، دمک اور قمقموں کے سامنے یہ چھوٹا سا چراغ مجھے بڑا حقیر نظر آیا۔ میں نے وقف کردہ چیزوں کے ڈھیر کی طرف اشارہ کیا کہ بڑھیا اس چراغ کو وہاں ڈال دے۔ بڑھیا نے بڑے اصرار کے ساتھ اپنا چراغ دفتر کے ایک کارکن کے ہاتھ میں دے دیا۔ اور جتا دی اِس بات کو کہ اس چراغ کے روشن کرنے کے لئے ہمارے پاس کوئی جگہ

نہیں ہے۔ بڑھیا نے کوئی اہمیت نہ دی۔ اور کمرے سے باہر چلی گئی۔ ادھر وہ باہر نکلی اُدھر کمرہ موقوفہ کی بجلی گل ہو گئی۔ اور ایسی گل ہوئی کہ تمام رات ٹھیک نہ ہو سکی۔ حرم کے الیکٹریکل انجینیر باوجود اپنی کوششوں کے خرابی کا سبب معلوم نہ کر سکے۔ آخر کار مجبوراً ادارۂ موقوفات کے کارکنوں کو بڑھیا کا وہی چراغ جلا کر کام کرنا پڑا جو ان کی نظروں میں بڑا حقیر اور بے قیمت تھا۔ اور اس سے اگلی رات اچانک کمرے کے بلب روشن ہو گئے۔ خادم کی بات ختم ہو گئی۔ ہم نے ایک دوسرے کو دیکھا اور خاموش۔ اس چیز کے پیچھے ایمان اور اعتقاد کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔

ضریح کے اطراف سے جو چیزیں نکالی جا رہی تھیں ان میں سے کاغذات بھی تھے میں نے آستانے حاج فاضل سے سوال کیا کہ یہ سارے کاغذات کیسے ہیں۔ انہوں نے بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ یہ لوگوں کی درخواستیں اور خطوط ہیں جو انہوں نے حضرتِ رضاؑ کی خدمت میں پیش کئے ہیں۔ اپنی مشکلات میں ان سے امداد طلب کی ہے۔ ان درخواستوں میں لوگوں نے اپنی خانگی باتیں لکھی ہیں۔

کچھ عرصہ قبل تک کسی کو ان تحریروں کے پڑھنے اجازت نہیں تھی تاکہ لوگوں کے دلوں کی باتیں پوشیدہ ہی رہیں۔ لیکن اب ہم ان خطوط کو کھول کر پڑھ لیتے ہیں کسی محتاج کی فوری اور اہم ضرورت جو منتظمین بارگاہ کی جانب سے پوری کی جا سکتی ہو پوری کر دیجاتی ہے

روضۂ امام رضاؑ پر حاجتمندوں کی درخواستیں
اور قیمتی جواہرات اور جرمن و چینی سکے۔

(آخری قسط)

عقیدتمند اور اہل غرض اپنی حاجت براری کے لئے روضۂ امام رضا پر درخواستیں

پیش کرتے ہیں انہیں عام طور پر بارگاہ میں کسی جگہ لٹکا دیا جاتا ہے۔ ان درخواستوں میں عجیب اور دلچسپ باتیں پڑھنے میں آتی ہیں۔ جو اس بارگاہ کی قدم بوسی کے لئے آنے والوں کی نیک نیتی، صفائی قلب اور اخلاص کی آئینہ دار ہیں۔ جیسے کہ کچھ دن پہلے ایک عورت نے کچھ اس طرح کا نامہ لکھا تھا "اے امام رضاؑ محترم! میں آپ کا دامن تھامے ہوئے ہوں، مجھ پر رحم کیجئے۔ اس دفعہ جب میرا شوہر ہسپتال سے واپس آئے تو وہ چرس پینا چھوڑ دے۔ لوگوں کی عورتیں اور لڑکیاں ہر وقت اس کے پھیرے لگاتی رہیں۔ اُس سے دور رہنا پسند کریں۔ میں اپنا نامہ صغرا خانم کے ہاتھ بھیج رہی ہوں۔ مجھے پورا یقین ہے کہ آپ اسے ضرور قبول فرمائیں گے۔

• ایک دوسرے نوجوان نے ایک خط اور اس کے ساتھ اپنی خوبصورت تصویر بھی روانہ کی۔ وہ لکھتا ہے "اے حضرت رضاؑ! شیعوں کے محبوب بزرگ۔ ذرا میری تصویر کو دیکھئے میں کس قدر خوبصورت ہوں، لیکن اس کے باوجود کیسے دکھ اٹھا رہا ہوں۔ میری چچا زاد بہن مجھے پسند نہیں کرتی۔ مجھے چھوڑ کر ایک جوتے ساز سے شادی کرنا چاہتی ہے۔ آپ کوئی تدبیر فرمائیے تاکہ وہ اپنے اس ارادے کو بدل کر مجھ سے شادی کر لے"۔

• اسی طرح ایک دوسرے نوجوان کا خط ہے جس کے ساتھ اُس کی تصویر بھی ہے اس تصویر میں وہ گرز، تلوار اور ڈھال سے مسلح نظر آتا ہے وہ کہتا ہے:

اے محترم حضرت رضاؑ! میں آپ کا خادم ہوں۔ اپنے اس گرز، تلوار سے آپ کے تمام بدخواہوں اور دشمنوں پر حملہ کر دوں گا۔ اُن کا قصہ تمام کر دوں گا۔ میرا تعلق سادات موسوی سے ہے"۔

ان خطوط کا تذکرہ کرنے کے بعد آقائے حاج فاضل نے فرمایا۔ اکثر خطوط قیدیوں کی

طرف سے وصول ہوتے ہیں۔ خاص طور پر شاہی قید خانے کے ان قیدیوں کی جانب سے جو حبس دوام کی سزا کاٹ رہے ہیں۔ وہ بڑی عاجزی اور دردمندی کے ساتھ اپنی التجا پیش کرتے ہیں۔ اور بار بامراد ... کو حاصل کر لیتے ہیں اور ان کی رہائی ہو جاتی ہے اسی طرح دیگر حاجتمندوں کی اکثر حاجت براری ہوتی رہتی ہے۔

آقائے حاج ناضل سے گفتگو کرتے ہوئے میری نظر حرم کی دیواروں اور شیشے کے دریچوں پر پڑی۔ جواہرات سے مزین ان دریچوں میں سے ایک میں ناصر الدین شاہ کا نشان اور تمغہ نادر شاہ کی مرصع تلوار رکھی دیکھی۔ دوسرے دریچے میں گراں بہا نکلس، کانوں کے بندے، دست بند نایاب موتی، الماس اور ہندی جواہرات جگمگا رہے تھے۔ شمالی گوشے میں جواہرات کا جڑاؤ دروازہ رکھا ہوا تھا جس کی چمک دمک دیکھ کر آنکھیں چندھیا رہی تھیں۔ یہ ضریح کا پرانا اصل دروازہ ہے۔ حرم کی مشرقی دیوار سے ایک مرصع تلوار آویزاں ہے جس کو اعلیٰ حضرت محمد رضا شاہ پہلوی نے اپنی زیارت کے موقع پر ہدیہ کیا تھا۔ حرم کے اندر بھی جواہر و مرجان کی ایک موج سوئی ہوئی تھی جس کا سالانہ صفائی کے موقع تک کوئی حساب کتاب نہیں کیا جاتا۔ ان سکوں اور جواہرات کے علاوہ آپ کو ڈالر۔ مارک کے علاوہ اور بہت سے ملکوں کے سکے دکھائی دیں گے اور اس قدر پیسے آپ کو نظر آئیں گے جن کا آپ اندازہ نہیں کر سکتے۔

ایک معزز خادم نے مجھے جرمنی کے "مارک" دکھلاتے ہوئے فرمایا۔ یہ ایک منی کے زوجن کی جانب سے ملا ہے: اگرچہ وہ مسلمان نہیں ہے۔ لیکن ہر سال اپنے خط کے ساتھ "مارک" (جرمنی کے سکے) کی کثیر تعداد ضریح کے لئے روانہ کرتا ہے شاید کو یقین نہ آئے۔ یہاں ہم نے چینی سکے بھی دیکھے۔ جو ایک ایسے چینی نے بھیجا تھا جس کی پوری ہو گئی تھی۔

کرامات اور معجزہ

میں نے ایک پرانے خادم سے جن کے آباؤ اجداد گزشتہ دو سو سال سے اس آستانۂ قدس کی خدمت کرتے آئے ہیں کچھ سوالات کئے۔ حضرت رضاؑ اور اس بارگاہ کی کرامت کے بارے میں آپ کا کیا عقیدہ ہے؟ ....

معزز خادم نے مجھے بڑی شفقت کے ساتھ دیکھا اور فرمایا: "میں یہاں برسوں سے کام کرتا ہوں .... میں نے کئی دیوانوں کو ایمان کی تلقین سے متاثر شفا پاتے ہوئے یا ناقابل علاج نفسیاتی اور روحانی امراض رکھنے والے لوگوں کو صحت پاتے ہوئے دیکھا ہے ....

حرم میں جھاڑو دینے کا کام بھی بس ختم ہونے والا تھا۔ آستانہ کے ناظم "تیمار فرخ" جو آخر وقت تک حرم کے اندر تھے باہر آئے۔ اور حرم کے دروازے کو جس پر لوگ کھڑے ہوئے فریادیں کر رہے تھے کھول دیا گیا۔ لوگ ایک ہجوم کی صورت میں آگے بڑھے۔ عورتیں اور مرد نقرئی سلاخوں سے لپٹ گئے۔ وہ سب نہایت عاجزی کے ساتھ اپنے نذر و نیاز کے پورے ہونے کی دعائیں مانگ رہے تھے۔ یہ لوگ کیسے سادہ دل، پُرخلوص اور سچی محبت رکھنے والے تھے۔ عورتوں نے اپنی کمر سے چادریں باندھ رکھی تھیں اور روح کی گہرائیوں سے فریادیں بلند کر کے امداد کا مطالبہ کر رہی تھیں۔

ہمراہی ایک زائرہ خاتون کا بیان

زائرہ خاتون نے بتایا کہ میں نے ہجوم کے اس دباؤ اور دھکوں میں گزرتے ہوئے ایک کمزور بڈھے آدمی کو دیکھا۔ جو سفید پگڑی باندھے ہوئے

بڑی بے چینی کے ساتھ کہہ رہا تھا: "اے امام رضاؑ! اس ہجوم میں، میں پھنس گیا ہوں یہ لوگ تو مجھے مار ڈالیں گے۔ ان سے مجھے نجات دلایئے۔ خود میری فریاد کو پہنچے۔ اس کی پرخلوص دعا سن کر میں خود آبدیدہ ہو گئی۔ اس کی دعا قبول ہوئی۔

ہم جب تک حرم میں رہے نسیم سحر کے ساتھ نقارے اور نفیری بجنے لگے۔ لوگ گروہ در گروہ زیارت کے لئے آنے لگے۔ میں نے نقار خانے کی سیر کا ارادہ شام تک کے لئے ملتوی کر دیا۔

شام کا وقت ہمراہی زائرہ خاتون کا بیان

شام کے وقت سورج کی واپسیں کرنوں میں روضہ کا طلائی گنبد ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے زرد رنگ کے شگفتہ گل لالہ کو الٹ کر رکھ دیا ہو۔ میں حرم کی چھت پر گئی کبوتر بڑی سرمستی کے عالم میں رقص کر رہے تھے۔ مسجد اور حرم کے صحن میں ایک عظمت چھائی ہوئی تھی۔ نیچے زائرین کا ہجوم موج در موج امنڈتا چلا آ رہا تھا۔ گنبد کے طلائی اور فیروزہ نقش و نگار کا انعکاس شفق کی روشنی میں عجیب سحر انگیز منظر پیش کر رہا تھا۔

رہبر نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا: "آپ پہلی خاتون ہیں جو حرم کی چھت پر آنے کی سعادت حاصل کر سکی ہیں۔" میں نے اس سے نقار خانہ دیکھنے کی خواہش ظاہر کی، چونکہ اس کیلئے پہلے سے اجازت حاصل کرنا ضروری ہوتا ہے اس لئے میرا رہبر اجازت حاصل کرنے کیلئے چلا گیا۔ میں نے نقار خانہ کی عمارت کا باہر ہی سے جائزہ لینا شروع کر دیا۔

یہ خوبصورت عمارت سولہ ستونوں اور سولہ برجیوں کے ساتھ شہر کے بلند ترین مقام پر واقع ہے۔ جب رہبر اجازت لے کر واپس آیا تو نقارچی نیچے آ چکے تھے۔ میں اکیلے ہی اوپر پہنچ گئی۔ وہاں سے سارا شہر دکھائی دے رہا تھا۔ پیچ در پیچ سیڑھیوں کے درمیان میری

ملاقات ایک نفیری بجانے والے سے ہو گئی۔ میں نے اُس نقارخانے کے بارے میں دریافت کیا جو نفیری اور طبل کے اوپر سنایا جاتا ہے لیکن وہ صاف ٹال گیا۔ اور میرے اصرار پر اُس نے بتایا کہ ہم نقارہ بجانے والوں کے درمیان یہ ایک راز ہے جس کو ہم میں سے کوئی دوسرے پر ظاہر نہیں کر سکتا۔ ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ اس راز کا افشا کرنے والا فوراً ہلاک ہو جاتا ہے لیکن اس راز کو سربستہ رکھتے ہوئے صرف اس قدر کہہ سکتا ہوں کہ یہ سرود اور نقارے کا بجانا شاہ عباس کے زمانہ سے رائج ہے۔ اس کے ذریعہ ہم شہر کے لوگوں کو نماز اور زیارت کے لئے بلاتے ہیں۔ اس طرح صبح و شام ہم ان کو یاد دلاتے ہیں کہ ایمان کا تقاضا کیا ہے؟ دیہاں پہنچ کر مجھے کراچی ماتمی باجہ کے بجوا کروانے والے افراد پر افسوس ہوتا ہے جنہوں اس شہر کی قدیم رسم کو باقی نہ رکھا۔ آغا جواد۔ بلاغی صاحب آلاء الرحمٰن کے جنازہ کے ساتھ طبل تھا اور مشایعت کرنے والوں میں سرکار ابوالحسن اصفہانی شریک تھے۔

میرا مخاطب کشادہ رو، خوش بیان اور عمر رسیدہ آدمی تھا۔ ہم جب نیچے پہنچے تو ہر طرف اس قدر روشنی ہو رہی تھی کہ مجھے شام کے وقت کا بھی احساس نہ ہو سکا میں نے زندہ دل نقارچی سے سوال کیا کہ نقارخانے کے بارے میں آپ کو کوئی خاص بات یا واقعہ یاد ہو تو بتاؤ۔" جی ہاں۔ اتحادیوں کے زمانہ میں محمد خاں ایک مشہور تیرانداز تھا۔ مشہد میں اتحادیوں کے داخلے کو روکنے کے لئے وہ نقارخانے کی عمارت سے چھپ کر اُن کے توپچیوں کو تیروں کا نشانہ بناتا رہا۔ اس تیرانداز کے ٹھکانے کا پتہ لگانے کے لئے دشمن بڑی دیر تک چکر لگاتا رہا۔ لیکن نقارخانے کے ستون کے پیچھے چھپے ہوئے اس تیرانداز کو وہ نہ پکڑ سکے۔ اس کے علاوہ دو سال قبل ہمارا ایک نوجوان

کارکن نقار خانے کی اس بلندی سے نیچے گر پڑا، لیکن ہلاک نہ ہوا۔ اُس کا زندہ رہنا کسی معجزے سے کم نہ تھا۔ جب ہم نیچے پہنچے تو حرم زائرین سے بھر گیا تھا۔ ہوا میں غیر معمولی خشکی پیدا ہو گئی تھی۔ مشہد کی آب و ہوا اس قدر تغیر پذیر ہے کہ یہاں کے مسافر کو اپنے ساتھ گرم پوستین اور پنکھا دونوں ہی ساتھ رکھنے چاہئیں۔

زائرہ نے کہا: "میں شاہراہ تہران سے گذر رہی تھی۔ ایک عمر رسیدہ شخص کو اپنی لڑکی کے ساتھ جاتے دیکھا جو غیر معمولی طور پر بلند قامت اور جاذب نظر تھا۔ سرخ و سفید چہرہ، سبز آنکھیں، سفید عمامہ باندھے ہوئے اور سفید جَنَٹ کی شلوار پہنے ہوئے تھا اس کی لڑکی جو اس سے کسی قدر قد میں کم تھی، بہت مناسب کشیدہ قامت تھی۔ چادر کی بجائے اس نے چہرہ پر نقاب ڈال رکھا تھا۔ اس کے ابھرے ہوئے کمانی دار ابرو اس کی سبز نیم باز آنکھوں کو اور زیادہ دلکش بنا رہے تھے۔ میں ان کو بلوچ سمجھ رہی تھی۔ لیکن باہمی تعارف کے بعد معلوم ہوا کہ وہ افغانی ہیں۔ مرد نے بڑی سادگی اور بے تکلفی کے ساتھ بتایا کہ میری لڑکی شاہ زماں اپنے خالہ زاد بھائی سے منسوب ہے۔ وہ تعلیم کے سلسلے میں لندن گیا ہوا ہے۔ کچھ دن سے اس کے خطوط بہت کم آرہے ہیں۔ اپنے منگیتر کی جلد واپسی کے لئے شاہ زماں نے نذر مانی ہے۔ میں نے اس کا خیال بٹانے کے لئے اور حضرت رضاؑ سے مدد حاصل کرنے کی خاطر اس سفر کو اختیار کیا ہے۔ میں نے دونوں کے جاذب نظر چہروں کو دیکھا اور کہا: خدا کرے آپ کی مراد پوری ہو۔"

ایک اور خاتون نے بتایا کہ دو سال ہوئے اس کی آنتوں سے خون جاری تھا ڈاکٹروں کا خیال تھا کہ آنتوں کا سرطان (کینسر) ہے۔ انہوں نے ایک بار آپریشن کر کے آنت کا کچھ حصہ کاٹ بھی دیا تھا۔ لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ وہ کہتے تھے کہ یہ مریضہ بس اب چند

ماہ کی مہمان ہے۔ وہ یہاں زیارت کے لئے چلی آئی۔ اپنی صحت کے لئے منّت مانگی۔ اور دعائیں کیں جو قبول ہو گئیں۔ وہ پرنم آنکھوں کے ساتھ کہتی تھی کہ میں اب دو سال سے بالکل ٹھیک ہوں۔ اب دوبارہ زیارت کے لئے خراسان آئی ہوں تا کہ اس زیارت گاہ کی پابوسی کر سکوں۔ جس کے طفیل شفا حاصل ہوئی۔

ان زائرین سے باتیں کرنے کے بعد میں مشہد کی سب سے بڑی شاہراہ پہ پہنچ گئی۔ یہ شاہراہ دو رویہ درختوں سے گھری ہوئی تھی۔ ایسی سرسبز سڑک میں نے ایران میں کہیں نہیں دیکھی۔ خاص بات یہ ہے کہ مشہد میں جہاں روزانہ دس پچیس تیس ہزار تک کی تعداد میں آتے جاتے رہتے ہیں۔ کھانے پینے کی چیزوں، میوہ اور روٹی کی قیمتوں میں کبھی اضافہ نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ یہ چیزیں یہاں بکثرت موجود رہتی ہیں ــــ الخ !! (نوٹ: نقل ترجمہ بحسب اجازت مترجم صاحب درج کی گئی)

سید وزیر حسین صاحب رضوی الھیلگی مرحوم و مغفور نے اپنی کتاب تاریخ الائمہ میں صفحہ ۱۸۰ پر روضۂ اقدس کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ اکثر شعرائے گنبد روضۂ مبارک کے تاج فلک اور قبہ کو خیمۂ زریں تحریر کیا ہے۔ چنانچہ شاعر نے لکھا ہے۔

منظم

گنبد کی بلندی سے ہے افلاک قفس میں

ہے گو ثمر طوبیٰ سبھی زیارت کی ہوس میں

زوار دل میں ہے سوزِ دلِ خاں، دل نہیں بس میں

کہتے ہیں یہ سو بار فلک ایک نفس میں

ہے بے وطن و بیکس و مایوس کا دربار

ہشیار کہ ہے بادشہ طوس کا دربار

پھر صفحہ ۱۹۱ پر نظم کے تین شعر تحریر فرماتے ہیں:۔

کیا مرتبہ بادشہ طوس بیاں ہو ☆ کیا وصف ہو اس کا جو شہ کون و مکاں ہو
چاہیں تو بیاباں شرف باغ جناں ہو ☆ ذرہ صفت مہر فلک نور فشاں ہو

یہ بادیٔ ہشتم ہیں غریب الغربا ہیں
ہے اس سے رضا نام جو راضی برضا ہیں (فقط)

اقتباس۔ جوابِ مکتوب

مجھے یہ معلوم کرکے بڑی خوشی ہوئی کہ آپ امام علیہ السلام کی تاریخ لکھنے کا اہم دینی و علمی کام انجام دے رہے ہیں اور یہ بات بھی میرے لئے مسرت کا سبب بنتی ہے کہ اخبار جہاں میں شائع ہونے والا میرا ترجمہ آپ کی نظر سے گذرا، اور آپ نے پسند فرمایا۔ اسے اپنی کتاب میں خوشی سے نقل فرما سکتے ہیں۔ میری طرف سے اس نیک کام کی اجازت کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ لیکن آپ نے اس سلسلے میں جس اصول پسندی اور احساس ذمہ داری سے کام لیا ہے وہ قابل قدر ہے۔

آپکا مخلص:۔ محمد خالد فاروقی اسسٹنٹ ایڈیٹر
(ایڈ ورلڈ ریڈ ایبل) روزنامہ جنگ کراچی۔

۲۹ اکتوبر ۱۹۷۳ء

ہاں مضطرب ترانۂ حصل من مزید ہے تو لب شکوہ سنج بھی زمزمۂ الاماں نہیں

باب دہم

ذکر ازواج و اولاد امام علی الرضا علیہ السلام معہ سادات رضوی

ازواج

آپ کے ایک زوجہ امِ حبیبہ دختر مامون الرشید عباسی بادشاہ عرب و عجم تھیں جن کا عقد بھرے دربار میں مرو بموجودگی مامون ہوا تھا۔ بعض علماء یا ضعیف راوی نے اولاد امام کا اس سے ہونا یا بعض نے رخصتی بھی نہ ہونا اور عالم دوشیزگی میں بیوہ ہونا لکھا ہے۔ مگر باتفاق دیگر علماء نے لکھا ہے کہ خدمت امام میں رہیں۔ مگر کوئی اولاد نہیں ہوئی تاریخ خاموش ہے کہ رحلت امامؑ کے بعد کہاں اور کس حال میں رہیں۔ مگر دیگر ائمہ علیہم السلام کی بیوگان کا حال بھی کسی تاریخ میں درج ہونا نہیں پایا گیا۔

دوسری زوجہ جناب ریحانہ یا سبیکہ دُرّہ تھیں۔ جن کو خانۂ امام میں آنے پر خیزران (خوشبودار پھول) کے لقب سے موسوم کیا گیا۔ اصول کافی صفحہ ۳۸۱ الشافی ترجمہ اردو میں یزید بن جعفر سے روایت ہے کہ کہا راوی نے ''میں امام علی رضاؑ کے ہمراہ عمرہ کے لئے مکہ جا رہا تھا۔ راستہ میں ایک وہ مقام آیا جہاں اس سے پہلے امام موسیٰ کاظمؑ کے ہمراہ تھا جب یہ مقام آیا تو حضرت نے بطور پیشنگوئی فرمایا کہ میرے جانشین و امام بیٹے رضاؑ کے لئے ایک کنیز خریدی ہوگی جس کے بطن سے جانشین امام پیدا ہوگا جو بڑی خوبیوں کا بچہ ہوگا وغیرہ

وغیرہ۔ میں نے اس ذکر کو امام علیہ السلام کے سامنے دوہرایا۔ جب امامؑ اور میں مکہ میں پہنچے تو امامؑ نے حکم دیا کہ ایک کنیز ان خوبیوں اور صلاحیتوں کی خرید کر لاؤ۔ میں نے ایک کنیز خریدی، امامؑ نے قیمت ادا کی۔ اور کنیز کو لے کر ہم واپس مدینہ چلے آئے۔ اسی سال وہ کنیز حاملہ ہوئیں اور ان سے بچہ پیدا ہوا (یعنی امام محمد تقیؑ) اس پر امامؑ کے بھائی وغیرہ بُرا مانا کہ میں کنیز خرید کر کے کیوں لایا، جس سے امامؑ صاحب اولاد ہو گئے۔

وہ کنیز حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی والدہ ماجدہ تھیں۔ علماء کا اتفاق ہے کہ یہ خاتون حضرت ماریہ قبطیہ مادر جناب ابراہیم بن جناب رسول خدا صلعم کے خاندان سے تعلق رکھتی تھیں جن کے مُنہ سے خوشبو آتی تھی، آپ کی بابت جناب رسول خدا صلعم نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ میرے ماں باپ اُس کنیز کے فرزند پہ فدا ہوں، جو تمام زنان نوبیہ سے بہتر ہوگی۔ اس کا جسم رجس و آلائش سے پاک ہوگا اور اس کے مُنہ سے خوشبو آتی ہوگی۔

سوانح امامؑ میں تذکرہ نگاران نے چار ازواج کنیزان امامؑ کا ہونا اور درج کیا ہے تعداد تو لکھی ہے مگر تفصیل کہ کب آئیں، کس کس سے اولاد ہوئی اور کتنی یہ کچھ نہیں لکھا نہ دیگر ائمہؑ کی کنیزوں کی تفصیل کتب میں درج ہوئی۔ صرف ان ازواج کا ذکر آیا ہے جن کے بطن سے امامؑ پیدا ہوئے ہیں۔ دوسرے امامؑ ہیں جناب خیزان کی بود و باش اور صرف ایک بچہ (جناب امام تقیؑ) کی پیدائش تو کتب میں درج ہے۔ دیگر ازواج کنیزان اور ان سے بچے پیدا ہوئے۔ اس سے تاریخ خاموش ہے۔ مگر دیگر اولاد کا ہونا پایا جاتا ہے جس کی تفصیل اولاد کے بیان میں کی جاوے گی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ دیگر ازواج تھیں۔ مگر چونکہ ان سے علانیہ عقد کا ہونا نہیں پایا جاتا اس لئے ان کو کنیز ہی تصور کیا جاتا ہے (واللہ عالم) دیگر ازواج یا اولاد کی پوشیدگی بتلاتی ہے کہ یہ راز الٰہی و مصالح امامؑ کے امور تھے جو عقل انسانی سے بالاتر ہیں مگر ظاہری اسباب سے ہویدا ہوتا ہے۔ جو واقعات بتلاتے اور حالات زمانہ سے روشنی پڑتی ہے کہ اس صورت حالات کا امکان تھا جو ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

امام علی الرضا علیہ السلام کا سن بلوغ بزمانہ حکومت ہارون رشید عباسی ہوا
والد بزرگوار کی پہلے گرفتاری ہو چکی تھی۔ وہ قید و بند اور بار بار سفر کی صعوبتوں میں مبتلا تھے
ہارون سادات بنی فاطمہ کے ساتھ ائمہؑ کا بھی جانی دشمن بنا ہوا تھا اور قتل و غارت
خوف و ہراس کا عالم تھا۔ بے گناہ معصوم بچوں، ضعیف و لاغر مرد و زن سادات کو پکڑ کر
ذبح کیا جارہا تھا۔ غنڈے اور جاسوس حکومت نے چھوڑ رکھے تھے جو گھروں تک سے
تلاش کر کے موت کے گھاٹ اتار ... رہے تھے۔ اس سے تمام کتب بھری پڑی ہیں
مثال کے لیے حاکم ایران حمید بن قحطبہ طوسی کا واقعہ، عبداللہ نیشاپوری کے حوالے سے
علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے درج فرمایا ہے جس کی تفصیل چودہ ستارے صفحہ ۳۱۱ پر جناب
مولانا نجم الحسن صاحب قبلہ کراروی نے نقل فرمائی ہے اس کا ماحصل ہے کہ حمید مذکور کو
ہارون نے بلایا جبکہ وہ طوس آیا ہوا تھا۔ وہ بھی اتفاق سے وہیں تھا۔ ہارون نے اپنی تلوار
دے کر مجھے حکم دیا کہ غلام کے ساتھ جاؤ، جو یہ کہے وہ کرنا۔ غلام مجھے ایک مکان کے اندر
لے گیا جس میں فاطمہؑ بنت رسولؐ اور علیؑ زوج بتولؑ کی اولاد قید تھی۔ غلام نے ایک کمرہ
کھولا اور مجھ سے کہا۔ ان سب کو قتل کر کے کنوئیں میں ڈالو میں نے انہیں قتل کیا اور کنوئیں
میں ڈالا۔ اسی طرح تین کمروں کے آدمیوں کو قتل کیا اور کنوئیں میں ڈالے۔ ان سب کی تعداد
ساٹھ تھی۔ جب میں آخری کمرے کے سادات قیدیوں کو قتل کرنے لگا تو آخر میں ایک نورانی
بزرگ برآمد ہوئے۔ اور مجھ سے کہنے لگے۔ اے ظالم کیا رسول اللہ کو منہ نہیں دکھانا ہے
وغیرہ وغیرہ۔ یہ سن کر میرا دل کانپ گیا۔ ان پر میرا ہاتھ نہیں اٹھا۔ غلام نے ڈانٹا میں نے
انکو بھی قتل کر دیا اس صورت میں امامؑ کو سوائے مستورات اور اولاد کو محفوظ رکھنے کے اور کیا
چارہ کار ہو سکتا تھا۔

علاوہ ازیں بھائی اور اہل خاندان کی دلی منشا تھی کہ رضاؑ صاحب اولاد ہوں
کیونکہ والد بزرگوار کی عدم موجودگی میں بوجہ اہلیت و ہدایت والد بزرگوار کل فرائض منصبی

دیجو دنیاوی آپ انجام دیتے تھے۔ بھائی حسد کرتے تھے۔ علاوہ ان تمام ظاہری امور مستقبل کے پیش نظر آنحضرت نے دیگر ازواج اور ان کی اولاد کے حالات کو پردہ خفا میں رکھتے ہوئے ان کو قریہ جات کے باغات ملکیت خود میں رکھا اور سوائے معتمد عمال، خادم اور باغبانوں کے اور کسی پر افشا نہیں فرمایا۔ اور ان کو بھی ہدایت کر دی کہ اور کسی حال میں اس راز کو ظاہر نہ کریں۔ مقصد یہ تھا کہ باغات میں رہنے سے باغبانوں کے اہل عیال میں شمار ہو کر حکومت، عمال، جاسوس، غنڈوں کی نظر سے بھی اوجھل رہیں گے اور اہل خاندان و عوام کی نظر سے بھی۔ جبکہ ان کا بچانا مشیت ایزدی کے تحت ضروری تھا کیونکہ ان کی اولادوں سے نظام قدرت کے تحت کام لینا تھا جس کی تفصیل آگے اولاد کے حالات میں درج کی جاوے گی۔ لہٰذا دیگر ازواج باغات میں رہیں وہیں ان سے اولادیں ہوئیں۔ خیال ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی ولادت بھی موضع ابوا میں ہوئی اور امام علی نقی علیہ السلام کی قریہ صریا میں۔ جیسا کہ صفحہ ۲۹۳ و صفحہ ۲۹۰ چودہ ستارے میں بحوالہ دیگر کتب تاریخی درج ہے۔

کنیزی کا راز

ناواقف طبقہ لفظ کنیز کو تنقیص و تضحیک کے نظریہ سے کمتر درجہ کی عورت سمجھتا ہے۔ اس کے زنگ آلودہ ذہن کی صیقل کے لئے بتایا جاتا ہے کہ کنیز دو قسم کی ہوتی ہیں ایک ازواج، دوسری خدمتگزار۔ اور دونوں اقسام ارفع و اعلیٰ حسب و نسب اور بلند درجات کی منتخبہ قادر مطلق جن سے نظام الٰہیہ کے امور وابستہ ہوتے ہیں۔ جیسے انبیاء مرسلین صلواۃ اللہ علیہ کی امہات معظمہ و محترمہ چنانچہ حضرت اسمٰعیل نبی اللہ صلواۃ اللہ علیہ کی والدہ محترمہ کو بھی دشمنان اسلام نے کنیز ہونا لکھا ہے حالانکہ وہ شاہزادی تھیں جن کی نسل میں جناب رسالتمآب صلعم ہیں۔ علاوہ ان کے بعض ائمہ اثنا عشری علیہم السلام کی ازواج بلند مراتب و درجات کی تھیں جو بسلسلہ کنیزی آئیں۔ مگر شاہزادیاں اور بادشاہوں اور اعلیٰ خاندانوں کی لڑکیاں تھیں جن کو قدرت کاملہ نے پہلے سے طیب و طاہر اور پاک نفس و اجسام کا پیدا کیا اور مختلف اسباب و ذرائع سے ائمہ علیہم السلام تک پہنچایا۔ اس غرض سے کہ ان کے

ملاپ سے میرے ایسے خاص بندے عالم ظہور میں آئیں جن سے امام پیدا ہوں۔ چونکہ امہ علیہم السلام کے اجسام انوار مطہرہ تھے۔ ان کا ملاپ ایسے ہی پاک و پاکیزہ اجسام سے ہو سکتا تھا جن کے نور سے نور پیدا ہو۔ ایسی باعظمت اور فضیلت مآب ہستیوں کو پست درجہ کی عورتیں سمجھنا گمراہی کی دلیل ہے جو عقلاً و شرعاً کسی طرح درست نہیں ہے۔ ان رازہائے سر بستہ قدرت کو سمجھنا معمولی عقل انسانی سے بالاتر ہے۔ کتاب انوار السادات المعروف گلستان فاطمہ صفحہ ۱۹۲ پر تفصیل کے ساتھ اس بارے میں مقالہ درج کیا ہے۔ دوسری قسم کی کنیزیں جو خدمت گذاری کے لئے ہوتی ہیں ان کو لونڈی، باندی کہا جاتا ہے۔ رؤسا و امراء کے جس طرح قسم دوم کی کنیزیں بھی ہوتی ہیں۔ اس قسم کی کنیزیں بھی ائمہ علیہم السلام کے ہوں گی جن سے سلسلہ زن دواجی کا واسطہ نہیں ہوتا تاریخ اور سوانح میں ان کی تعداد درج ہوتی ہے تاکہ ان کے اذکار کئے جاتے ہیں۔

عقدۂ سلک گوہر اے دیدۂ تر کھول دے (شاعر)

ذکر اولاد - امام علیہ السلام عالیمقام

یہ ایک تابندہ حقیقت ہے کہ امام رضا علیہ السلام کے ان کی حیات تک پانچ فرزند اسمی امام محمد تقی علیہ السلام، حسنؑ، جعفرؑ، ابراہیمؑ، حسینؑ اور ایک دختر عائشہ یا فاطمہ تھے۔ جیسا کہ زیادہ تر علماء و تذکرہ نگاران شیعہ و سنی نے اپنی کتب میں درج کیا ہے۔ منجملہ ان کے تمام کتب کی فہرست شامل کر دی گئی ہے۔ اہل سنت کو معلومات کے ذرائع و مواقع زیادہ تھے انہوں نے اپنی ملت کی کتب یا روایات سے کتابیں تالیف کیں اس لئے ان کی تعداد زیادہ ہے ملا شیعہ مورخین و تذکرہ نگاروں نے زیادہ تر انہیں کے حوالہ جات و ماخذ سے اپنی کتب میں سوانح ائمہ علیہم السلام درج کئے ہیں اور انہیں کو مستند مانا ہے۔ سوائے اس کے ان کے پاس وسائل یا ذرائع معلومات بھی نہ تھے نہ آزادی معلومات فراہم کرنے کی تھی۔ ایسی صورت میں اولاد

امامؑ کی تعداد کو جن شیعہ علماء و تذکرہ نگاروں نے تسلیم ذہب کے اپنے علماء کے اقوال یا ذکر کو نظر انداز کر دیتے ہوئے اس مسئلہ خاص تعداد اولاد میں بلا کسی بنیادی ثبوت یا دلیل کے محض دیرینہ عقائد پر مجبور کر کے جو اختلاف کیا ہے یہ معقولیت اور اصول تاریخ کے خلاف ہے، تا وقتیکہ اختلاف تصریح نہ ہو۔

علاوہ ازیں جبکہ دوجید اکابر علماء شیعہ نے بھی چھ اولاد کا ہونا اپنی کتب میں درج کیا ہے جن کی تفصیل یہ ہے (۱) کشف الغمہ۔ معرفۃ الائمۃ اشاعت ۱۲۹۴ھ ہجری صفحہ ۹ سطر ۹ مطبوعہ ایران جو ۶۲۶ھ ہجری میں لکھی گئی۔ اور معتبر کتابوں میں شمار ہوئی مصنف جناب ابی الحسن علی بن سعید فخر الدین عیسیٰ بن ابی الفتح الاربلی اس میں درج ہے۔ اولاد علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام عربی اما اولادہ فکانو ستۃ خمسۃ ذکور و بنت واحد و اسماء اولادہ محمد القانع۔ الحسن۔ جعفر۔ ابراہیم۔ الحسین و عائشہ۔ آپ اکابر علماء شیعہ میں تھے۔ بقول راوی بغداد میں کسی بڑے عہدہ پر یا حاکم وقت کے وزیر تھے (یہ کتاب لائبریری رضویہ سوسائٹی کراچی میں موجود ہے) خلاصہ کشف الغمہ۔ عربی خواجہ حاجی محمد بن خواجہ سعد اللہ۔ پیدائش ۶۲۴ھ وفات ۶۹۳ھ۔ عمر ۶۹ سال۔ صفحہ ۲۶۳ کی روایت ابی صلت الہروی متعلق ایک فرزند۔ مندرجہ لمعۃ الضیا من اخبار الرضا۔ مصائب و ہدایت امام علیہ السلام کے تحت بصورت تقیہ بیان کرنا پائی جاتی ہے۔ جبکہ وہ خاص راز دار صحابی یا خادم امامؑ تھے۔ مگر اسی کو ایک فرزند کے قائلین نے دلیل بنا لیا۔ معاملہ کی تہ تک نہیں پہنچے جس کا انکشاف مدتوں بعد آثار سے ہوا۔ اب زمانہ حال کے تمام علماء و مصنفین نے سوائے بعض کے چار دیگر فرزندان اور ان سے نسل چلنا اپنے مطبوعات میں تحریر فرمایا ہے۔

۲۔ کتاب تذکرۃ الائمہ صفحہ ۱۱۸ مصنف جناب خاتم المحدثین شیخ الاسلام و المسلمین العالم ربانی آخوند ملا محمد باقر مجلسی الاصفہانی قدس روحہ القدسی۔ در احوال اولاد امام علی بن موسی الرضا علیہ السلام میں تحریر ہے۔ فارسی۔ عقب آنحضرت از جو است

اما اولاد امجادش پنج پسر و یک دختر عائشہ باشد پسر امام محمد تقی علیہ السلام۔
حسن، حسین، جعفر، ابراہیم تھے (یہ کتاب لائبریری ابراہیم ٹرسٹ مکتبہ
العلوم ناظم آباد نمبر ۳ متصل جامعہ امامیہ میں موجود ہے) اس سے قبل اپنی مولفہ کتاب
بحار الانوار جلد ۱۲۔ صفحہ ۲۶ پر تحریر فرمایا تھا بحوالہ راویان کہ دو پسر محمد اور موسیٰ تھے
اس سے زیادہ سند اور کیا ہو سکتی ہے کہ زمانہ آخر کے یہ جید عالم جن کو مذہب شیعہ کا ستون
کتب میں درج کیا ہے۔ جو کثیر المطالعہ اور سینکڑوں کتب کے مؤلف و مصنف ہیں وہ اپنے
قول سابق کی اصلاح فرما کر اختلاف کو دور کر رہے ہیں جن کے پاس کافی ذخیرہ تاریخی تھا اور
یقیناً کتاب ارشاد مصنفہ جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ و کتاب اعلام الوریٰ مؤلفہ جناب۔۔ شیخ
فضل طبرسی علیہ الرحمہ کے علاوہ ان کے مؤرخین یا دیگر کتب رجال، مقاتل، نسب، روایات
کے اقوال یا اذکار بھی ملاحظہ فرمائے ہوں گے جن میں صرف ایک فرزند کا ہونا درج تھا مگر قابل
یقین ثبوت صحیح تعداد اولاد مل جانے پر صحت فرمادی تو ایسی صورت میں کیا دلیل باقی رہتی ہے
کہ قائلین ایک فرزند کے اقوال صحیح ہیں۔ یہ مسئلہ نہ اجتہادی ہے نہ علمی نہ تفسیر نہ فقہی۔ یا
احادیث سے متعلق بلکہ محض تاریخی اور نسب کے متعلق معلومات کی بنیاد پر زیر بحث ہے
جس کی حقیقت کا انکشاف نتائج کی بنا اور قرائن و آثار کے ذریعے ہو سکتا ہے جبکہ تقریباً بارہ سو
سال واقعات کو ہوئے گذر گئے۔ اس لئے معقولیت یہی ہے کہ مذکورہ بالا اقوال کو تسلیم کرتے
ہوئے مان لیا جاوے کہ حیات امام علیہ السلام تک کم از کم چھ اولاد مذکورہ بالا تھیں۔ حالانکہ
کتاب مصائب الابرار میں بحوالہ ریاض الانساب اور کتاب کنز الانساب بحر مصائب مترجم
جناب مرتضیٰ علم الہدیٰ نامی بندگوار کاشانی نے آٹھ فرزند اسی امام محمد تقی علیہ السلام، ہادی، حسن،
جعفر، ابراہیم، حسین، علی نقی، یعقوب، فضل اور ان کی اولادوں کی تفصیل و قتل و
غارت کے حالات بڑی تفصیل سے درج کئے ہیں۔
دختر فاطمہ بنت امام علی الرضا علیہ السلام کا مزار شیخ ابن مومن شبلنجی مصری نے مصر میں

ہونا اپنی کتاب نور الابصار میں درج کرتے ہوئے ان کو صاحب کرامت بیان کیا ہے جن کی دعا سے ابو عبداللہ الحسینی اور دادا ابو الفضل بن عبداللہ بن بشیر جوہری ان مرد صالح کی نسل سے ہوئے جن کو اولاد ہونے کی دعا معظم نے دی تھی اور کرامات کی تفصیل بھی درج کی ہے۔

عکس مؤلف عہد شباب میں

فہرست کتب، رسائے، سوانح، تذکرات جن میں امام ہشتم حضرت علی الرضاؑ کی تعداد اولاد ایک سے زیادہ دس فرزندان و ایک دختر کا ہونا درج ہے۔ زیادہ تر میں کم از کم پانچ فرزندان اسمی امام محمد تقیؑ، حسنؑ، جعفرؑ، ابراہیمؑ، حسینؑ اور ایک دختر حیات امام تک کا ہونا لکھا ہے۔ متعدد میں یہ بھی درج ہے کہ پانچوں فرزندان سے نسل چلی جن کی اب تک اولاد موجود ہے اور وہ سادات رضوی کہلاتے ہیں۔

نمبر شمار	نام کتاب مع نمبر صفحہ	نام مصنف یا مؤلف	سنہ طبع یا تصنیف	نام مطبع	نام ناشر یا حوالہ کتب	تعداد فرزندان یا ذکر اولاد
۱	کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ ثانی عربی	مصنفہ جناب ملک الفصحا ندوۃ البلغا بہاء الدین والملۃ والدین رکن الاسلام والمسلمین ابی الحسن علی بن فخر الدین عیسیٰ اربلی بن ابو الفتح قدس اللہ المتوفی ۶۸۷ھ	۱۲۶۴ھ	تبریز مصر	عبدالوہاب الشعرانی	پانچ بیٹے ایک بیٹی
۲	تاریخ انوار السادات المعروف گلستان فاطمہؑ	سید ظفریاب حسین صاحب	۱۹۶۹ء	لاہور	—	ایضاً ایضاً
۳	تاریخ قم	مؤلفہ جناب محمد علی بن حسین بن علی بن ہبۃ الدین شیرازی	۱۳۲۷ھ	—	—	پانچ فرزند

۳	سفینۃ البحار	مصنفہ جناب علامہ اردبیلی صاحب اعلی اللہ مقامہ	—	—	—	ایضاً
۵	حدیقۃ الشیعہ	مصنفہ جناب احمد صاحب اردبیلی	—	—	—	ایضاً
۶	المناقب	مصنفہ جناب امام احمد حنبل صاحب	سنہ ۶۰۶ھ	—		ایضاً
۷	ربیع الابرار	مؤلفہ زمخشری جناب رضی الدین بن طاؤس	—	—	—	ایضاً
۸	روضۃ الجنات صفحہ ۳۸۶	مؤلفہ خونساری علامہ میرزا محمد باقر ابن طاؤس	—	—	—	ایضاً
۹	نور الابصار فی مناقب اہل البیت سنہ ۱۹۰	مصنفہ امام شبلنجی علامہ عبد المومن	—	مصر	—	ایضاً
۱۰	جامع الاصول فی روضۃ الصفا	مؤلفہ ابن اثیر جزری ابن خاوند شاہ الہروی	—	—	—	ایضاً
۱۱	مناقب شہر آشوب جلد دوم	جناب محمد بن علی بن شہر آشوب مازندرانی عربی	—	—	—	ایک فرزند امام محمد تقی ع
۱۲	کنز الانساب بحر المصائب	مصنفہ ابو مخنف بن لوط خزاعی مترجم سید مرتضی علم الہدی	سنہ ۱۳۰۲ھ ترجمہ سنہ ۱۳۱۶ھ مطابق سنہ ۱۸۹۹ء	محمد ملک الکتاب شیرازی بمبئی	بو الکتب بجمال علماء امامیہ کی مآثر کا مجموعہ	ایک فرزند مسجود زد مینی قریش آٹھ فرزند اور ان کی اولادیں
۱۳	تاریخ صفحہ ۱۵۱	مصنفہ محمد بن عمر الواقدی	—	—		خ

۱۴	مقاتل الطالبین	مؤلفہ جناب ابو الفرج اصفہانی	۱۳۵۶ھ ۱۳۶۸ھ	اخبار الکتب قاہرہ	—	پانچ فرزند
۱۵	مطالب السئول صفحہ ۲۸۹ فی مناقب آل رسولؐ	مؤلفہ محمد بن ابو طلحہ شافعی	—	—	بحوالہ ابو الطیب و ابن خشاب و — تالیف ابو النعیم مندرجہ رجال کشی	پانچ فرزند و ایک دختر
۱۶	تبصرة العوام صفحہ ۱۰۳	مؤلفہ سید صفی الدین ابو تراب مرتضیٰ بن داعی حسنی رازی فقیہ معاصر غزالی وفات [illegible]ھ	—	—	—	پانچ فرزند
۱۷	بحار الانوار جلد ۱۲ صفحہ ۳۶	مؤلفہ جناب ملا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ	—	—	بر بنائے روایات	دو فرزند
۱۸	تذکرة الائمہ صفحہ ۱۱۹	شرح صدر	—	—	بر بنائے تحقیق	پانچ فرزند ایک دختر عقب ایک فرزند

۱۹	الواردللبصار صفحہ ۳۵	مولفہ ابوحنیفہ دینوری	—	—	—	پانچ فرزند
۲۰	لمعۃ الفیار انبا مالاخبار	مولفہ مولانا ظہیر حسین صاحب سہارنپوری	سنہ ۱۳۲۳ھ	نولکشور پریس لاہور	بحوالہ الصین الاخبار فی کتاب التنقیح مصنفہ جناب شیخ صادق نجفی باہتمام طبع ہوا	پانچ فرزند ایک دختر
۲۱	صواعق محرقہ معروف بہ برکات البحر وتطہیر الجنان	مولفہ فقیہ محمد علامہ شہاب الدین احمد معروف جلال الدین حجر الہیتمی المتوفی سنہ ۹۵۲ھ	سنہ ۱۲۹۱ھ سنہ ۱۳۱۲ھ	—	—	پانچ فرزند ایک دختر
۲۲	فیض الرضا موسوم آثار افضل سنہ	—	—	—	بحوالہ ابن بابویہ قمی	دیگر اولاد بھی تھی
۲۳	اشباہ ماتم	مولفہ ابن حاجی محمد بیگ بن آقا رضا علی نقیب کہنا ہی قوم ترک قبیلہ افشار شہر ارومیہ آذربایجان وارد ہندوستان	—	—	—	پانچ فرزند

۲۴	تحفۂ رضویہ فارسی	مؤلفہ علامہ مولوی محمد رضا صاحب	—	—	—	پانچ نسخ زیر تصنیف میں ایک نسخہ
۲۵	تاریخ سعودی	مؤلفہ محمد بن عبد الرحمٰن	—	—	—	ایضاً
۲۶	تاریخ ابو القدر	مؤلفہ شاہ اسمٰعیل حموتی	—	—	—	ایضاً
۲۷	ریاض الانساب	صاحب تاریخ سیتاپوری	—	—	—	ایضاً
۲۸	انساب فرشولی	مؤلفہ خان بہادر محمد رضی الدین	—	—	—	ایضاً
۲۹	اکمل التاریخ	مؤلفہ محمد یعقوب صاحب	—	—	—	ایضاً
۳۰	تاریخ جانفشانی	مؤلفہ جانفشان خان افغانستان اولاد شاہزادہ حسین بن امام رضا علیہ السلام	—	—	—	ایضاً
۳۱	تاریخ عربی متعلق نسب	علامہ طرنابی	—	ملتان	—	ایضاً
۳۲	گلزار شمس المعروف کنز الانساب		سنہ ۱۳۰۰ھ سنہ ۱۸۸۲ء	ایضاً	—	ایضاً
۳۳	تاریخ عربی متعلق نسب	علامہ عمری	—	—	—	ایضاً

۳۴	تحقیق الانساب	مؤلفہ مولانا علم الہدیٰ	سنہ ۱۲۸۰ھ	بمبئی	—	ایضاً
۳۵	لوائح الاحزان المعروف منبع المصائب	مؤلفہ جناب مولوی سید مہدی صاحب	—	دہلی	—	ایضاً
۳۶	تحفۃ الانساب	مؤلفہ جناب مولوی سید محمد حسن صاحب جگانوی	سنہ ۱۳۱۹ھ سنہ ۱۹۰۰ء	—	—	ایضاً
۳۷	تاریخ ائمہ المعروف چہاردہ مجالس صفحہ ۱۷۵	سید وزیر حسین صاحب رضوی الہبکنی رئیس بیرہر زمیندار اور صاحب تگاور الاخانزادہ ابراہیم	سنہ ۱۹۱۵ء	نولکشور لکھنؤ	—	پانچ فرزند ایک دختر
۳۸	تذکرۃ معصومین صفحہ ۲۲۲	جناب مولانا سید علی نقی صاحب جونپوری	سنہ ۱۳۳۹ھ	یوسفی دہلی	بحوالہ کتاب کافی مصنفہ رئیس المحدثین جناب محمد یعقوب کلینی علیہ الرحمہ	ایضاً
۳۹	روضۃ الاحباب صفحہ ۳۵۷	عطاء اللہ ابن فضل اللہ شیرازی المعروف جمال الدین محدث	سنہ ۹۱۱ھ	—	—	ایضاً

۴۰	فصل الخطاب	مؤلفہ خواجہ محمد پارسا	—	—	—	ایضاً
۴۱	تاریخ احمدی	مؤلفہ خان بہادر نواب شیخ احمد حسین رئیس پریانوی	۱۹۲۰ء	نظامی پریس لکھنؤ	—	ایضاً
۴۲	تاریخ داؤدیہ	مؤلفہ جناب مولوی سید محمد ناصر علی رئیس بلگرامی داؤد نگر ضلع گیا	۱۳۳۲ھ	آزینی پریس الہ آباد	—	ایضاً
۴۳	شجرات فرمانروایان اسلام	مسٹر شینلی لین پول	—	—	—	ایضاً
۴۴	کنز الانساب معروف انوار السیادت	—	—	ایران	—	عبداللہ و عبدالرشید فرزندان حسن بن
						امام علی رضا کی اولاد سلسلہ وار درج ہے
۴۵	تذکرہ خلفاء اسلام	—	۱۳۸۱ھ	—	—	پانچ فرزند

۴۶	منتخب التواریخ ایضاً	ملا محمد ہاشم بن محمد علی خراسانی مشہدی ملا عبد القادر بدایونی	—	ایران لاہور	بحوالہ تاریخ گزیدہ حمداللہ	شاہزادگان امام رضاؑ کے قبہ و قبور کا حال ہے
۴۷	تاریخ حبیب السیر جلد ۲ جز اول صفحہ ۸	—	سنہ ۱۳۰۲ھ	—	—	پانچ فرزند اور ایک دختر ان کی اولاد باقی رہی جو رضوی کہلائی۔
۴۸	شواہد النبوۃ صفحہ ۲۰۳	مؤلفہ ملا عبد الرحمن جامی وفات سنہ ۸۹۸ھ	سنہ ۱۹۰۴ء	لکھنؤ	—	پانچ فرزند
۴۹	مصائب الابرار در محبت آل اطہار صفحہ ۱۳۵-۱۳۶	مؤلفہ علامۃ الحاج مولانا سید محمد حسین نوگانوی	—	—	—	آٹھ فرزند
۵۰	تذکرۃ الخواص صفحہ ۱۸	مؤلفہ جناب امام یوسف سبط ابن جوزی	—	—	—	پانچ فرزند ایک دختر
۵۱	کتاب وسائل الشریعۃ صفحہ ۵۴۵	جناب حجۃ الاسلام مولانا سید محمد صاحب امروہوی	سنہ ۱۳۴۳ھ	برقی پریس دہلی	دار التبلیغ امروہہ	پانچ فرزند ایک دختر

۵۲	ینابیع المودة	علامہ سلیمان نقشبندی	سنہ ۱۳۰۱ھ	استنبول	—	پانچ فرزند
۵۳	جنات الخلود فارسی صفحہ ۱۳۰	مؤلفہ علامہ محمد رضا امامی بن محمد مومن خاتون آبادی	—	سلطان المطابع شاہی مطبع لکھنؤ	باہتمام کپتان مقبول احمد	پانچ فرزند ایک دختر
۵۴	شہیدانِ بے پناہ المعروف زندگانی چہاردہ معصومین	مؤلفہ سلطان الواعظین محدث شیرازی	—	—	—	ایضاً
۵۵	ارجح المطالب فی مناقب ابن ابی طالب	مؤلفہ خواجہ عبد اللہ حنفی امرتسری بسمل	سنہ ۱۳۲۱ھ	—	بحر الکشف الظنون	ایضاً
۵۶	حدیقۃ الاولیاء	مؤلفہ شیخ فرید الدین عطار	—	—	—	پانچ فرزند
۵۷	حلیۃ الاولیاء	مصنفہ حافظ نعیم الاصفہانی وفات ۴۳۰ھ	—	—	—	ایضاً
۵۸	مدارج النبوة	مؤلفہ شیخ عبد الحق دہلوی	—	—	—	ایضاً
۵۹	غریب الغرباء صفحہ ۱۳۰	مؤلفہ جناب امیر العلماء سید الیاس رضوی جارچوی	سنہ ۱۳۴۰ھ	برقی پریس دہلی	—	پانچ فرزند ایک دختر

۲۰	سوانح امام علی الرضا	مؤلفہ مولانا الجعفری صاحب سکریٹری اسلامک سینٹر محفل شاہ خراسان۔ کراچی	۱۹۶۳ء	کراچی	—	پانچ فرزند ایک دختر
۲۱	الرضا	مؤلفہ زبدۃ العلماء جناب مولانا آغا سید مہدی صاحب لکھنؤ	سنہ ۱۹۷۰ء	کراچی	—	پانچ فرزند ایک دختر نسل دیگر فرزندوں کے علی جد سادات رضوی ہیں۔
۲۲	سلطان طوس	مؤلفہ جناب مولانا سید ارحسین صاحب رضوی الہ آبادی سکریٹری انجمن یادگار رضویہ ڈرگ روڈ	سنہ ۱۳۸۷ھ	کراچی	—	ایضاً
۲۳	الائمہ	مؤلفہ جناب مولانا لقا علی صاحب حیدری اعلی اللہ مقامہ	—	—	بحوالہ صواعق محرقہ	ایضاً
۲۴	ائمہ اثنا عشر	جناب مولانا سید علی حیدر صاحب مکتبہ کاظمیہ شاہدرہ ٹاؤن لاہور	—	—	—	ایضاً

۶۵	تاریخ باغ سادات معروف در نجف	مولفہ حکیم سید پیر محمد شاہ صاحب	—	مطبع شیخ غلام محمد کشمیری بازار لاہور	—	اسعد فرید
۶۶	تمہید کتاب بیاض جنت جز	مصنفہ جناب سید فضل رسول خان الحسینی الرضوی پیر سبز ویندار اور دہا اولاد شاہزادہ ابراہیم بن امام رضاؑ	سنہ ۱۹۲۸ء	ابراہیمی پریس لکھنؤ	—	مولانا ابراہیم کا مصنفہ تحفہ نسب نامہ
۶۷	وسیلہ نجات		سنہ ۱۹۳۵ء	لاہور	—	ایضاً
۶۸	ارجح المطالب	عبید اللہ مظہر جمال بسمل امرتسری			سوانح معصوم علی رضا الاعمی امام رضاؑ)	ایضاً
۶۹	تحفۂ احمدیہ جلد ۲ صفحہ ۳۳۳		—	مطبع مرتضوی	—	ایضاً

۷۰	نورالانوار	مؤلفہ جناب مولوی سید علی نقی صاحب ماتری	-	-	-	پانچ فرزند
۷۱	سیدالتاریخ	سید روشن علی زیدالواسطی ۱۳۳۲ھ	۱۹۷۴ء	لاہور	-	دس فرزند

نقشہ جدول کتب ہار

۱	۲	۳	۴
سوانح امام آخرالزمان علیہ السلام مؤلفہ جناب مولانا سید ظفر حسن صاحب امروہوی ـ ضمیمہ ۵۴ دس فرزند ایک دختر	مولوی سید مصطفیٰ بن علی اصغر کی مطبوعہ کتاب پر پانچ فرزند ـ ایک دختر	جناب مولانا سید ابوالحسن شاہ صاحب المتوفی ۱۳۱۳ھ مرتبہ ممتاز العلماء سید محمد تقی المتوفی ۱۲۸۹ھ پانچ فرزند ایک دختر	انوار قمر مؤلفہ جناب سید صغیر حسن صاحب نقوی امروہوی پانچ فرزند ایک دختر

ظہیر رضوی

نوٹ: جہاں تک نام مصنف یا مؤلف، تاریخ تصنیف یا طبع، نام مطبع یا ناظر یا حوالہ معلوم ہو سکے درج کئے گئے ہیں (مؤلف)

فہرست کتب، رسالے، تذکرات، نسب نامے مطبوعہ، قلمی، غیر مطبوعہ جن میں امام ہشتم حضرت علی الرضاؑ کی تعداد اولاد صرف ایک امام محمد تقی علیہ السلام کا ہونا۔ انہیں سے نسل چلنا درج ہے جو رضوی کہلائے جبکہ وہ سادات تقوی ہیں۔ بعض میں تین یا پانچ فرزند کا ہونا مگر نسل ایک سے چلنا بھی لکھا ہے۔ بعض میں دیگر اولاد کا بھی ذکر ہے۔ ان میں زیادہ تر شہرت یافتہ رضوی۔ نسل تقوی کی۔

نمبر شمار	نام کتاب مع نمبر صفحہ	نام مصنف یا مؤلف	سنہ تصنیف یا طبع	نام مطبع	نام یا ناشر یا جامع کتب یا راوی	تعداد فرزندان یا اولاد مع دختر
۱	کتاب ارشاد ص ۳۳۵/۲۵۷ یا ۳۳۹	جناب امام المحدثین تاج المحققین حضرت علامہ محمد بن نعمان بغدادی المتوفی سنہ ۴۱۳ھ ولادت سنہ ۳۳۶ھ۔ الملقب شیخ مفید علیہ الرحمہ	تصنیف سنہ ۴۱۲ھ طبع سنہ ۱۳۲۳ھ	مشہد	علی بن عیسیٰ الطالقانی بحوالہ الراوی ابو القاسم دیگر راویان اہل راوی نجاشی	اور کوئی بیٹا چھوڑا اس کا علم نہیں سوائے ایک بیٹے کے جو بعد میں امام ہوا ابو جعفر محمد بن علیؑ
۲	کتاب اعلام الوریٰ صفحہ ۱۹۹	جناب شیخ المفسرین حضرت ابو علی فضل بن حسن بن فضل طبرسی المشہدی المتوفی سنہ ۵۴۸ھ	مطبوعہ سنہ ۱۳۱۲ھ تصنیف قبل سنہ ۵۴۸ھ		ناشر آقا محمد رضا عبد الکریم بحوالہ مرزا محمد ابراہیم بن عباس	سوی الرضا من الولد ابو جعفر محمد بن علی الجواد لا غیر

٣	عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی	مؤلفہ جناب شیخ سید احمد صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ صفحہ ١٩٢	—	—	—	صرف ایک فرزند	بتائید شیخ مفید علیہ الرحمہ بحوالہ کتاب ارشاد	
٤	عمدۃ المطالب	مؤلفہ جناب مولانا سید عمار علی صاحب اعلی اللہ مقامہ	—	—	—	صرف ایک فرزند		
٥	منتہی الآمال	مؤلفہ جناب السماح شیخ عباس قمی طاب ثراہ اعلی اللہ	—	—	—			
	نوٹ۔ گئے اقوال ایک اور ایک سے زائد درج کرتے ہوئے صرف ایک فرزند مندرج کتاب ارشاد کی تائید کی ہے مگر ابن آشوب کی روایت کہ ایک فرزند امام کی قبر مسجد زرد میں ہے۔ باشیلی کی روایت کہ فاطمہ دختر امام صاحب کرامات تھی یا لڑکیوں اور ہمشیرگان کے لئے مشعد در بیات امام محمد تقی علیہ السلام نے وقف فرمائے اور آمدنی تقسیم جاتی تھی یہ بھی درج ہے۔							
٦	بحر مشجع	مؤلفہ جناب مولانا الحاج مرزا حسین صاحب النوری الطبرسی اعلی اللہ مقامہ	١٣٠٨ھ سنہ ١٨٩٠ء	—	نقل کردہ حکایات کتب علماء و ادیان خبر صدقہ نقد	صرف ایک فرزند امام محمد تقی علیہ السلام ان کے فرزند سے آ موسیٰ مبرقع سے اولاد چلی		

۷	انوار النعمانیہ	مندرجہ کتاب چودہ ستارے	-	-	-	تین بیٹے تھے دو کا نام معلوم مگر نسل ایک بیٹے امام محمد تقی علیہ السلام سے بڑھی ۹.
۸	انوار الحسنیہ		-	-	-	شرح صدور
۹	روضۃ الشہداء		-	-	-	پانچ بیٹے تھے مگر نسل فقط امام محمد تقی علیہ السلام سے چلی
۱۰	چودہ ستارے	جناب تاج المتکلمین مورخ یگانہ فخر العلماء مولانا مولوی سید نجم الحسن صاحب کراروی خطیب پشاور	جولائی ۱۹۶۳ء	انصاف پریس لاہور	بتائید کتاب ارشاد در اعلام الوری	صرف ایک فرزند انہیں سے نسل چلی انہیں کی اولاد رضوی کہلاتی ہے۔
۱۱	کتاب تجارت طیبات	مؤلفہ سید ظہور الحسن صاحب سیتاپوری	-	-	بتائید کتاب بدر مشعشع	ایک زندہ بقول پانچ فرزند نسل فقط ایک سے چلی جو سادات رضوی کہلاتے ہیں

۱۲	کتاب شجرات سادات امروہہ	سید شبیر حسن صاحب نقوی امروہوی	۱۳۸۲ھ	[illegible]	ایضاً	ایک فرزند و دو شجرہ کی اولاد رضوی
۱۳	تواریخ واسطیہ	منشی رحیم بخش صاحب نقوی امروہوی	۱۳۲۲ھ		ایضاً	ایضاً
۱۴	ثمرات القدوس	—	—		—	ایضاً
۱۵	مقاصد العارفین	—	—		—	ایضاً
۱۶	اسرار یہ	—	—		—	ایضاً
۱۷	حیات جاوید	مؤلفہ خواجہ الطاف حسین پانی پتی	۱۳۱۹ھ		—	ایضاً
۱۸	خطبات احمدیہ	مؤلفہ سر سید احمد خاں نقوی رضوی دہلوی	۱۲۸۷ھ		—	ایضاً
۱۹	کنز الانساب معروف بحر الانساب	مؤلفہ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ	۱۳۱۶ھ ۱۸۹۸ء			ایضاً

٣٠	سیادۃ السادۃ	آقائے ابوالقاسم اعلی اللہ مقامہ		
٣١	لطائف اشرفی	سید اشرف جہانگیری سمنانی		
٣٢	کتاب سوال جواب	حجۃ الاسلام آقائے محمد حسن اعلی اللہ مقامہ		
٣٣	بہشت مشرق	حسین علی اکبر	١٣٣١ھ	مشہد مقدس
٣٤	منتخب التواریخ	ملا عبد القادر بدایونی		
٣٥	رضوا رحیات موسیٰ مبرقع وخط شیعہ	مرتضیٰ علی الکشمیری نجف اشرف	١٩٤٢ء	بغداد
٣٦	تاریخ الائمہ صفوۃ	مولانا سید علی حیدر صاحب کجوہ ۔ بہار ۔		

مندرجہ بالا نوادر راقم سید صغیر حسن نقوی الرضوی

نوٹ

ع۱ ۔ نمبر ۲۹ کی درج شدہ کتاب تاریخ الائمہ مؤلفہ جناب سید وزیر حسین صاحب رضوی ایسکی رئیس پیہر سر سب جج رائے بریلی انڈیا کی ہے جس کا نام مجالس چہاردہ معصوم بھی ہے جو کئی مرتبہ مطبع نولکشور لکھنؤ میں چھپ چکی ہے

ع۲ ۔ کتاب چودہ ستارے مطبوعہ ۱۹۶۴ء صفحہ ۲۹۳ کی سرخی "سلسلۂ سادات رضویہ" کی دلیل نرتوجیہہ ہے جس کا اقتباس یہ ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے صرف ایک فرزند حضرت امام محمد تقی علیہ السلام تھے ان حضرات (جناب علامہ شیخ مفید علیہ الرحمہ و علامہ معتمد طبرسی علیہ الرحمہ) کی تحقیق پر اعتماد و اعتقاد کرنے کے بعد یہ یقینی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی نسل صرف حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے بڑھی۔ بیٹے کی اولاد کا دادا کی طرف انتساب خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ باپ کے علاوہ دادا کے کوئی اولاد نہ ہو نہایت مناسب ہے۔!

اس مسئلہ اختلافی میں اور شدت ہو گئی۔ جبکہ اختلاف یہیں تک تھا کہ صرف ایک ہی فرزند تھے یا دیگر فرزندان بھی جن سے نسل چلی۔ چنانچہ صاحب تالیف چودہ ستارے جناب مولانا سید نجم الحسن صاحب کراروی قبلہ مدظلہ العالی۔ واعظ و ناظم اعلیٰ پاکستان شیعہ مجلس علماء خطیب شیعہ پشاور پاکستان کی خدمت میں گذارش نامہ بھیج کر استفسار کیا گیا کہ کیا امام علی رضا علیہ السلام کے صرف ایک ہی فرزند تھے اور انہیں سے نسل چلی اور دیگر ہزاروں سادات جو رضوی کہلاتے ہیں جن کا تعلق حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی نسل سے نہیں ہے اور وہ اپنے کو دیگر فرزندوں کی اولاد بتلاتے ہیں ان کی بابت جناب کا کیا

ارشاد ہے تو ۱۲ر جنوری ۱۹۷۲ء کو موصوف کا جواب صادر ہوا کہ چودہ ستارے میں، میں نے اپنی کوئی رائے درج نہیں کی ہے۔ شیعہ و سنی کتب کا حوالہ دیا ہے۔ مجھے امام رضا علیہ السلام کی وحدیت، ابنیت پر کوئی اصرار نہیں ہے۔ تحقیق کا دروازہ بند نہیں ہے۔

۳۔ مزید براں قطعی فیصلہ کرانے کے لئے جناب فقیہہ اعظم الحاج محمد کاظم صاحب شریعتمدار مدظلہ العالی کی خدمت میں عریضہ ارسال کر کے اس مسئلۂ اختلافی کی بابت دریافت کیا تو جناب موصوف کی بجائے جناب رضوی صاحب غالباً (شمیم سبطین) کا جواب ۱۹ر رمضان المبارک کو صادر ہوا کہ آپ خود ہی کتب متعلقہ کا مطالعہ اس مسئلۂ اولاد کے متعلق کرلیں علیم النفس حقی کی بناء پر فقیہہ اعظم کوئی جواب نہیں دے سکتے۔

ظہیر رضوی

پانچ پسران کی تفصیل یہ ہے:۔

۱۔ امام محمد تقی علیہ السلام

آپ کی ولادت باسعادت ۱۹۵ھ میں بعد فوتی ہارون رشید عباسی بادشاہ مدینہ منورہ میں ہونا باتفاق علماء مسلم ہے۔ رسالہ التقی ایم اے۔ شاہد چودہ ستارے مولانا نگارزدی صاحب میں تحریر ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام جب مرو تشریف لے گئے ہیں امام محمد تقیؑ کی عمر پانچ سال کے قریب تھی۔ اور جب مامون رشید عباسی بادشاہ نے آپ کو بغداد طلب کیا ہے تو سال کی عمر ۲۰۵ھ میں تھی۔ یہی وہ سال ہے جب آپ کے چار بھائی حسن، حسین، جعفر اور ابراہیم سردار قافلہ بعمر اکیس سال بمقام موضع سارو قمس علاقہ شہریار۔ ملک ایران میں شہید کئے گئے جن کی تفصیل آگے درج کی جاوے گی۔ واقعات کی نمود سے ظاہر ہوتا ہے کہ جنگ سارو قمس کے بعد جب مامون کو اپنے حکام اور صوبہ داران سے معلوم ہوا کہ یہ قافلہ بسر کردگی ابراہیم پسر امام علی رضاؑ بارہ ہزار چھ سو بہتر ... خر کا نصرت امامؑ کو آیا ہے تو اس نے اپنے صوبہ دار ون محمد سمنانی وسیاہ پوش سمنانی کو حکم بھیجا کہ اس قافلہ کو روکا جاوے۔ اس کے بعد دوسرا حکم بھیجا کہ سب کو قتل کر دیا جاوے چنانچہ جنگ ہوئی۔ اور اہل قافلہ مارے گئے یا فرار ہوئے جس کی تفصیل یہ ہے کہ جب مامون کو معلوم ہوا کہ اس قافلے میں چار فرزند امام علی الرضاؑ کے تھے ان میں سے ابراہیمؑ اور جعفرؑ مارے گئے حسن و حسین فرار ہو کر روپوش ہو گئے۔ اور چاروں کے اہل وعیال بھی ادھر ادھر بھاگ کر چلے گئے تو اس نے امام محمد تقی علیہ السلام کو بغداد اپنے پاس طلب کر کے زیر نگرانی خود میں کر لیا جن کو وہ پہلے سے اپنی بیٹی ام الفضل کے ساتھ شادی کرنے کے لئے منتخب کر چکا تھا چودہ ستارے صفحہ ۳۴۶ پر مولانا نجم الحسن صاحب قبلہ تحریر فرماتے ہیں کہ دربار ولیعہدی امام علی الرضاؑ کے وقت مامون نے یہ اعلان بھی کیا تھا کہ ولیعہد کے صاحبزادے محمد تقی علیہ السلام کے ساتھ اپنی دوسری بیٹی کا عقد کرے گا۔ جس منصوبہ بندی کے ساتھ امام علی الرضاؑ کو مرو بلوا کر ولیعہدی وغیرہ کا ڈھونگ رچایا۔ اسی کی ایک کڑی یہ اعلان بھی تھا۔ اور مذکورہ چار فرزندوں یا

ان کی اولادوں کو ناحق قرار دینے کے لئے ایک ہی فرزند ہونے کا پروپیگنڈہ کر دیا۔ جنگ اور بربادی قافلے کو چھپایا۔ چار فرزندان امام علی رضا کی موجودگی کا حال اب معلوم ہوا۔ چونکہ مامون جہاندیدہ اور دوربین نظر تھا اس کو یقیناً یہ خیال آنا لازمی تھا کہ اگر اس قافلہ کی امداد اور تباہی وقتل وغارت کا حال اہل ایران کو معلوم ہو گیا جو کثرت سے امام علی رضاؑ کے معتقد اور مطیع بن چکے ہیں تو ان کے دو فرزند بچے ہوئے یا چاروں کی اولاد بحمایت اہل ایران بغاوت کر کے اس کی حکومت کو درہم برہم نہ کر دیں جیسا کہ پہلے اس کے پیشروؤں کے عہد حکومت میں سادات بنی فاطمہؑ کرتے آئے ہیں۔ اس وقت تو حکومت عباسیہ مستحکم تھی اور اب عباسی بھی ولیعہدی و دامادی امام علی رضاؑ کے سبب برگشتہ ہیں۔ سادات بنی فاطمہؑ امام علیہ السلام کی زہر خورانی کے سبب خلاف ہو گئے ہیں۔ میری حکومت پر زوال آ جائے گا جس کے لئے باپ ہارون کو تکلیفیں دے کر مارا۔ بھائی امین اور معتمد و محسن وزیر فضل کو قتل کرایا حتیٰ کہ ولیعہد اور داماد امامؑ جیسی الوالعزم اور باعظمت ہستی تک کو ختم کر دیا۔ ان خیالات میں الجھ کر اس نے اپنے منصوبہ بندی کے دوسرے حصہ کی تکمیل کے لئے ۲۱۵ھ میں امام محمد تقی علیہ السلام کو بغداد طلب کر کے جبراً بلا لیا۔ منصوبہ بندی کا اظہار واقعات اور ان کے نتائج سے ہوتا ہے۔ جن کی مختصر تفصیل یہ ہے۔

یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ مامون تک پانچ حکمراں عباسیوں میں منصور اور ہارون اور مامون بڑے ظالم، حاسد اور حکومت کے لئے حریص تھے۔ اول تو تینوں اچھی طرح جانتے تھے کہ خلافت و سلطنت بنی امیہ سے ان کے مظالم اور بدنظمی کے سبب بنی فاطمہؑ کے حق پر ہمارے اقتدار میں آئی جس کے بنی عباس مستحق نہ تھے نہ ہیں۔ ڈاکوؤں کی طرح بہ سبب کثرت طاقت اور عیاری و چالاکی حکومت ہماری دبائی ہوئی ہے۔ اس کے مستحق تو اہل بنی فاطمہؑ یعنی اولاد علیؑ و فاطمہؑ ہیں کسی وقت بھی حقداروں کی موجودگی میں ہم سے حکومت جاتی رہے گی۔ دوسرے یہ کہ آل محمدؐ کے اصول دینی و دنیاوی انسانی فلاح و بہبود کے

حاصل ہیں۔ علمی و روحانی طاقت ان کی بڑی زبردست ہے۔ خدا تک ان کی پہنچ ہے اسلئے ان کی موجودگی میں ہم حکمرانوں کی عیش و عشرت کی زندگی جیسی کہ دنیا کے بادشاہوں کی ہوتی آئی ہے اور سطوت سلطانی، شان و شوکت انسانی جیسی کہ حکمرانوں کی رہی ہیں۔ ہماری نہیں ہے اور ہماری حکومت انسانی ان کے سامنے ہیچ ہے۔ ان کی عظمت، جلالت، فضیلت سے ہر موقع پر ہم کو ذلت اور تذلیل کا سامنا ہوتا ہے۔ لہٰذا ان کو ختم کر کے ہی لطف حکومت اٹھایا جا سکتا ہے ان شیطانی وسوسوں اور نفس پرستی کے ولولوں نے ان کے اذہان میں فتور پیدا کیا اور مسلمانی روپ دھار کر شیطانی اعمال میں مبتلا ہے جس کے تحت بنی امیہ سے بھی زیادہ مظالم، اولاد علیؑ و فاطمہؑ کے ساتھ کئے۔ اور ہر طرح چاہا تدبیریں کیں کہ ان کا نام و نشان مٹا کر اپنی حکومتوں کو پورے استحکام اور اطمینان کے ساتھ پشت ہا پشت تک باقی رکھیں۔ اور انہیں ظاہری اسباب دنیاوی کو دیکھ کر ان کے مداح خواں اسلام کا ہیرو بیان کرتے رہیں مگر قول کی صداقت فعل سے ہوتی ہے لڑائیوں میں ایک دوسرے کا مقابل دشمن ہوتا ہے نہ کہ مغلوب یا کمزور اور ہدایت کنندہ خلائق کے خاندان کا خاندان، اولادیں، معصوم بچے، بے گناہ مرد و زن جوان بڈھے سب کو دشمن سمجھ کر کیوں بیدردی کے ساتھ موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ نسلیں ختم کی جائیں یا مشیت پروردگار کے تحت باقی رہیں تو ان کو گم گشتہ بنا کر مٹی کے تودوں تلے دبا دیا جائے تاکہ کوئی مقابل نہ آسکے یہ کونسا انسانی طریقہ تھا اور پھر بہترین انسانوں کی صفوں میں شامل کر کے دنیا کو دھوکہ دیا جائے کہ بڑے مذہب پرست اور ہمدرد انسان تھے۔

المختصر مامون بڑا چالاک، عیاری کے علاوہ مدبر بھی تھا۔ اور اس کی منصوبہ بندی واقعات سے یہ ظاہر ہوتی ہے کہ جب خاندان رسالت کا چراغ حکومت کے تشدد اور طاقت سے نہ بجھ سکا تو اس نے مرکز دار العلوم ائمہ علیہم السلام کو ختم کرنے اور امامت کے اثر و رسوخ کو مٹانے کے لئے یہ سوچا کہ امام علی رضاؑ کو مرو بلائے۔ پہلے خلافت و سلطنت کی پیش کش کرے جبکہ جانتا تھا کہ وہ اسے قبول نہ کریں گے اس لئے کہ بلانے اور دعوت دینے پر کئی مرتبہ نہ

آئے اور پھر وفد بھیج کر باصرار بلایا ہے۔ جب اس سے انکار کریں گے تو پھر ولیعہدی کی پیشکش کروں گا۔ اس سے انکار پر قتل کی دھمکی دوں گا۔ چونکہ ولیعہدی کوئی دینی مسئلہ قابل انکار نہیں ہے۔ اس پر رضامند کر کے ولیعہد بناؤں گا۔ اور پھر اپنی بیٹی ام حبیبہ کا عقد ان سے کروں گا۔ ولیعہدی کے بعد یقیناً عقد پر حجت نہ کریں گے اور ان کا جب میری بیٹی سے فرزند ہو جائے گا جو میرا نواسہ ہوگا۔ اس کے نام خلافت و حکومت منتقل کر کے تازندگی اس کی سرپرستی اپنے ذمہ لوں گا۔ اگر امام رضاؑ میرے ہم مشرب مذہبی ہوئے تو وہ تبلیغ و ترویج دینی و دنیاوی اپنے معتقدین میں کرتے رہیں۔ سلطنت و حکومت پر استقلال کے ساتھ میرا اقتدار ہوگا۔ عباسی گروہ اس لئے خوش کہ حکومت پر اقتدار عباسیوں کا ہے۔ سادات بنی فاطمہؑ و ان کے معتقدین اس سے خوش کہ حکومت بنی فاطمہؑ کے نام ہے۔ بقول "چت اور پٹ" دونوں طرف میری جیت ہوگی۔ میری بیٹی کا بچہ ماں اور میری تربیت میں امامت کے طریقے کی طرف نہ جھکے گا اس سے امامت کا سلسلہ بھی ختم ہو جائے گا جس کی حسرت اپنے دلوں میں میرے پیشرو لے گئے۔ اور میں بھی ذرک پہ زک اٹھا رہا ہوں اس تذلیل سے بچوں گا۔ اگر امام علی رضاؑ کا کوئی بچہ میری بیٹی کے بطن سے نہ ہوا یا ان کی وجہ سے میری سطوت سلطانی پر ضرب لگی تو ان کو قتل کرا کے ان کے بیٹے کو جو اس کے علم میں عام شہرت کے لحاظ پر ایک امام محمد تقی علیہ السلام ہی تھے بلا کر اپنی دوسری بیٹی ام الفضل کا عقد کر دوں گا۔ ان سے یقیناً اولاد میں نرینہ فرزند ہونے کی امید ہے۔ جبکہ خاندان بنی فاطمہؑ میں اولاد نرینہ ہوتی چلی آئی ہے۔ سوائے امام علی رضاؑ کے جو لاولد یا مقطوع النسل مشہور رہے اور پھر ایک ہی بچہ پیدا ہوا ——— اس طور پر جو بچہ امام تقیؑ کا میری بیٹی سے پیدا ہوگا وہ بھی میرا نواسہ ہوگا۔ اس کے نام حکومت وغیرہ منتقل کر کے سابقہ اسکیم کے مطابق اپنا اقتدار قائم و برقرار رکھوں گا۔ اس میں چونکہ نواسہ کا سوال ہے۔ سیرت رسولؐ کی پیروی ہوگی کسی کو اعتراض کی شرعاً اور رسوا جا گنجائش نہیں۔ غرضیکہ ان توہم اور ترکیبوں کا جال ذہن میں

بنایا اور اس عملی جامہ پہنانے کے لئے بہروپ کے مختلف روپ دکھائے۔

یہ دلی منشاء امام محمد تقی علیہ السلام کو بغداد بلانے کی تھی۔ بعد وفات والد بزرگوار امام محمد تقی علیہ السلام بغداد آئے مگر مامون کی دلی منشاء پوری نہ ہوئی۔ جب ہی تو بقول جلاء العیون ترجمہ سرسوی صفحہ ۱۲۲۔ امام علی الرضاؑ کی وفات پر مامون نے کہا کہ جو میرے دل میں تھا وہ پورا نہ ہوا۔ امّ الفضل سے عقد ہوا۔ حکومت کے خلاف کوئی شور و شر نہ ہوا۔ سادات در بدر ہو گئے مرکز امامت مدینہ خالی ہو گیا۔ عباسی بھی قتل امام علی رضاؑ کے بعد خاموش ہو گئے۔ اب کچھ سکون مامون کو ہوا۔ اور دار العلوم بغداد کی طرف رخ کیا دنیا کے علوم و فنون کے تراجم عربی میں کر دیئے۔ بڑے بڑے علماء و اکابر، اہل فن جمع کئے۔ اور تاریخ کو اپنے رنگ میں ڈھلوا کر سادات بنی فاطمہؑ کی مذمت و توہین اور تخفیف بھی اور مدح سرائی بھی درج کراتے ہوئے احادیث وضعی شامل کرا کے تاریخ اسلام کو مسخ کرانے میں مصروف ہو گیا۔ امام محمد تقی علیہ السلام کچھ عرصہ تک دار الخلافہ بغداد میں رہ کر بعد رخصتی معہ امّ الفضل مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔ امّ الفضل کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ اس کی موجودگی میں دیگر ازواج جن کو بعض کتب میں کنیزوں سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ان کا علم ام الفضل یا کسی کو نہ ہونے دیا نہ ان سے جو اولاد ہوئی ان کا پتہ دیا۔ اگر ان کا پتہ مامون کو لگ جاتا تو اپنی بیٹی سے اولاد ہونے کی امید پر جس سے اس کی منصوبہ بندی پوری ہوتی تھی دیگر اولاد امام محمد تقی علیہ السلام کو بھی زندہ نہ چھوڑتا۔ بعد وفات امام محمد تقی علیہ السلام، جناب والدہ امام علی نقی علیہ السلام نے اپنا تعارف ام الفضل کو یہ کہہ کر کرایا کہ میں امام محمد تقیؑ کی بیوہ ہوں اور پھر بعد میں صرف دو فرزندان امام علی نقی علیہ السلام و جناب موسیٰ مبرقع کا علم عوام کو ہوا تین فرزند امام محمد تقی علیہ السلام بھی بہ مصلحت امام مشیت ایزدی کے تحت گم گشتہ رہے ان کا اور ان کی اولادوں کا حال بھی کتب مصائب الابرار و کنز الانساب بحر مصائب مذکورہ میں مفصل درج ہے اور دو صاحبزادگان مذکورین گم گشتہ فرزندوں کی اولادیں بہ کثرت زمانہ حال تک۔

چلی آتی ہیں۔ جن میں امام علی نقی علیہ السلام کی اولاد نقوی و فرزندان امام محمد تقیؑ کی اولاد تقوی و رضوی کہلاتی آئی ہیں۔

۲ الغایت ۵

۴

فرزندان امام رضا علیہ السلام

اسمی حسن۔ حسین۔ جعفر۔ ابراہیم کے حالات

جو مخفی خزانہ یا آثار قدیمہ کے طور پر ظاہر ہوئے

کتاب مصائب الابرار مؤلفہ جناب الحاج۔ فاضل اجل مولانا مولوی سید محمد حسین صاحب زنگانوی مصنف تاریخ علماء تحصیل امروہہ و پیشنماز مسجد ریاست جاؤرہ ضلع مظفر نگر ہندوستان مطبوعہ ۱۳۰۹ھ مطبع دہلی بحوالہ کتاب ریاض الانساب صفحہ ۱۲۵ الغایت ۱۲۷ و کتاب کنز الانساب بحر الانساب عربی کے مترجم فارسی جناب سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نامی کاشانی صفحہ ۱۷ سے ۲۰ تک شائع کردہ مرزا محمد مہدی ملک الکتاب شیرازی مطبوعہ تاریخ ذی القعدۃ الحرام ۱۳۰۹ ہجری مطبع ملک الکتاب بمبئی ہندوستان کے مندرجات سے حسب ذیل حالات فرزندان امام علیہ السلام مذکورہ بالا کے ظاہر ہوئے جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ واقعات مندرجہ اور ان کے نتائج کی روشنی میں کوئی وجہ نہیں پائی جاتی کہ حقیقت کے خلاف الٹا کو من گھڑت داستان یا قصوں سے تعبیر کیا جاوے جن کی ابتک کوئی تردید بھی مدلل طریقے پر نہیں کی گئی بر خلاف اس کے ایرانی ہفتہ وار اخبار "اطلاعات ہفتگی" نامی سے ابراہیم بن امام علی الرضاؑ کے فرزند کا مزار سلطان ابراہیم کے نام سے فی زمانہ بھی قوچان سے دو فرسخ کے فاصلے پر ہونے کی تصدیق ہوتی ہے جس کے کتبہ پر نام و نشان معہ ولدیت درج ہے۔

حالات روانگی قافلہ

مصائب الابرار میں بحوالہ ریاض الانساب لکھا ہے کہ جب مولانا امام علی رضاؑ

کو اپنا ولی عہد بنا لیا اور لوگ امامؑ کے معجزات وغیرہ کو دیکھ کر مطیع ہونے لگے تو اس کو حسد ہوا اور دُرپے قتل امامؑ ہوگیا حضرت کو جب اس کی شرارت معلوم ہوئی تو آپ نے مدینہ منورہ کو خط لکھا کہ اپنے اقرباء، دوست و احباب کو بلایا۔ وہاں بارہ ہزار چھ سو تہتر نفر ابو ترابیوں کے نام سے جمع ہوئے۔ اور اپنے میں سے ایک کو سردار قافلہ بنانے کی تجویز ہوئی اس انتخاب کے لئے سب روضۂ مبارک جناب رسول خدا صلعم پر آئے اور ہر ایک نے سلام کیا مگر کسی کو جواب نہ آیا۔ آخر میں جب ابراہیم نے سلام کیا جن کی عمر اٹھارہ سال تھی تو قبر منورہ سے جواب ملا۔ علیکم السلام یا ولدی یا قرۃ العین۔ یہ سنتے ہی ہر طرف سے سب دوڑ پڑے اور ابراہیم کے ہاتھوں کو چوما۔ ان کی بیعت کی اور سردار قافلہ بنایا۔ اسی دن سے ان کا لقب ابوالجلیل ہوگیا۔

یہ قافلہ مدینہ منورہ سے نصرت امامؑ کو مشہد جانے کو روانہ ہوا۔ نقشہ نظری جانے قافلہ و پہنچنے مقام سارو قمس تک شامل کر دیا گیا ہے۔

روانگیٔ قافلہ

سنہ ۲۰۳ھ کو یہ قافلہ نصرت امامؑ کو روانہ ہوا۔ صعوبات سفر اٹھاتے ہوئے جب علاقہ شہر ری میں ۱۰ محرم کو پہنچا تو اس کے موضع سارو قمس میں قیام کیا۔ جس کے قریب مرکزی قلعہ بھی تھا وہاں ایک شب سکینہ خاتون بنت امام موسیٰ کاظمؑ سوتے سوتے رو پڑیں۔ ان کے بھائی نے جگا کر پوچھا کیوں روتی ہو۔ تو کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ زمین اور آسمان کے درمیان ایک مرغ کہتا ہے کہ یہ گروہ اجل کی طرف دوڑ رہا ہے اور سب آوارہ وطن ہو جائیں گے یہ سن کر سب رونے لگے اور تمام رات رونے میں گذری۔ یہاں سے قریب جو قلعہ تھا وہاں مامون کا حاکم رہتا تھا اس نے امام زادوں اور قافلے والوں کی آمد کا حال مامون کو لکھا۔ جس نے فوراً امام رضا علیہ السلام کو مرو میں زہر سے شہید کر دیا۔ اور محمد سمنانی اور سیاہ پوش سمنانی کو لکھا کہ خبردار کسی امام زادہ کو زندہ نہ چھوڑنا۔ ان دونوں نے راہداروں سے کہہ دیا کہ دیکھو

ابو ترابی کو بی ادھر اُدھر نہ جانے پاوے۔ چنانچہ تقریباً ایک سال دو ماہ تک وہاں یہ قافلہ پڑا رہا۔ ایک روز ابراہیم (سردار قافلہ) نے خواب دیکھا کہ سب کو فوج نے گھیر لیا ہے۔ صبح کو سب سے کہا کہ جنگ اور شہادت کے لئے آمادہ ہو جاؤ۔ ناگاہ محمد سنانی چالیس ہزار فوج لے کر سادات پر حملہ آور ہوا۔ امام زادے بھی مستعد جنگ ہوئے۔ خوب لڑائی ہوئی۔ قریب زوال تک چھ ہزار کفار کو فی النار کیا۔ کفار ناہنجار بھاگنے کو تھے کہ سیاہ پوش ملعون بھی تیس ہزار فوج لاکر مدد کو آگیا۔ بڑے گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ اور کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ غروب آفتاب کے بعد لڑائی بند ہوئی۔ امام زادوں کی شجاعت دیکھ کر دشمن نے اور مدد مانگی چنانچہ سمنان اور قزوین سے مدد پر مدد آنے لگی۔ اب امام زادوں نے ادھر اُدھر پراگندہ ہونا اختیار کیا۔ یہ سنہ ۲۰۵ھ کا واقعہ ہے۔

جعفر۔ ابراہیم کو موضع سلمان علاقہ شہریار میں منصور دمشقی نے شہید کر دیا۔ حسنؑ اور حسینؑ قزوین پہنچے۔ ان کو وہاں شہید کیا گیا۔

ابراہیم بن امام رضا علیہ السلام کے حالات میں لکھا ہے۔

در ولایت شہریار بموضع سلمان آباد بسر چشمہ منصور دمشقی شہید کردہ و سر و تن امام زادہ در میان خاک و خون افتادہ بود، و کسی را زہرہ آن۔ نبود کہ امام زادہ را دفن کند۔ ناگاہ ہمائی آمدہ و در میان آسمان و زمین معلق بالستادہ و سایہ بسر امام زادہ افگندہ روی بود در دیہہ سلمان آباد نام وی الیاس آمدہ، امام زادہ را در آنجا دفن کردہ، آن موضع را باں سبب ہمہ ند خوانند (کنز الانساب بحر مصاب سید مرتضیٰ کاشانی صفحہ ۷۲ مطبوعہ ۱۳۱۶ھ بمبئی)

ترجمہ :۔ ابراہیم بن امام علی رضا علیہ السلام کو کنارے چشمہ سلمان آباد منصور دمشقی نے شہید کر دیا تین روز تک مبارک امام زادہ، درمیان خاک و خون پڑا رہا۔ کسی کو ہمت نہ ہوئی کہ امام زادہ کو دفن کر دے

ناگاہ ہما یعنی طائر، آیا اور درمیان آسمان و زمین معلق ہو کر امام زادے پر اپنا سایہ کیا۔

روایت ہے کہ موضع سلماں آباد کا الیاس نامی شخص آیا اور امام زادے کو دفن کیا یہی وجہ ہے کہ وہ مقام طاہر کے نام سے مشہور ہوا۔

رسالہ فارسی:۔ "اطلاعات ہفتگے ایران جمعہ اسفند ۔ شمارہ ۱۵۲۵۔ نامہ نگار منوچہر صفحہ ۳۰۔ ابراہیم فرزند امام رضا علیہ السلام کی قبر قوچاں شہر سے دو فرسخ کے فاصلے پر ہے جس کے زیارت نامہ میں تصریح ہے کہ وہ سلطان ابراہیم بن امام رضا علیہ السلام کا مزار ہے

کتاب مصائب الابرار مذکورہ کے صفحہ ۲۴۱ پر لکھا ہے کہ حسین بن امام رضا علیہ السلام کو شیخ بایزید جو حضرت کا دربان تھا۔ خراسان سے نکال کر قزوین کی طرف لے گیا جب قزوین میں پہنچے تو شیخ نے حسین سے کہا کہ آپ بیرون شہر ٹھہریں۔ میں شہر میں جا کر محفوظ مکان کا انتظام کراؤں۔ وہ شہر میں چلا گیا۔ حسین نے دو ساعت ہی قیام کیا تھا کہ ناگاہ شہر میں شور ہوا حسین وہ شور سن کر دیکھنے گئے۔ جب ایک حمام کے دروازے پر پہنچے تو دیکھا کہ ایک اندھا کہہ رہا ہے کہ بدوستی علی بن موسیٰ الرضا ایک پیالہ پانی میرے سر پر ڈال دو۔ حسین سے نہ رہا گیا۔ حسین نے پانی ڈالا۔ وہ فوراً بینا ہو گیا۔ اور اس محسن کش نے فوراً حسین کا دامن پکڑ کر شور کیا کہ دوڑو یہ شخص امام زادہ ہے اور تمام شہر میں خبر ہو گئی لوگ جمع ہو گئے۔ انہوں نے امام زادہ کا گلا گھونٹ دیا۔

منتخب التاریخ صفحہ ۳۲۲ مصنفہ الحاج محمد ہاشم المشہدی بہ نحو التاریخ گزیدہ حمد اللہ مستوفی درج ہے کہ شاہ حسین امام علی رضا علیہ السلام کی قبر قزوین میں ہے۔
تاریخ اشرفی قلمی کے حوالے سے راوی کا بیان ہے کہ حسن بن امام علی الرضاؑ قریب

محلہ یا قریہ کوزہ کلاں دمشق کے برتن بنانے والے میں ایک شخص کے یہاں چھپے ہوئے تھے وضو یا غسل کا پانی موری کے راستے شارع عام تک آگیا جس میں خوشبو آرہی تھی۔ اتفاقاً اسی مقام سے حکومت کے ملازماں یا جاسوسوں کا گذر ہوا۔ پانی کی خوشبو سے سمجھ گئے کہ اس مکان میں کوئی امام یا امام زادہ ہے۔ یکایک مکان کے اندر گھس آئے وہاں امام زادہ حسن کو جو دیکھا۔ سمجھ گئے کہ یہ امام زادہ ہے۔ پوچھ گچھ کے بعد ان کو پکڑ کے لے گئے اور حکومت وقت کے سامنے پیش کر دیے جس نے ان کو قتل کر دیا۔

کنز الانساب معروف انوار السیادت مطبوعہ ایران کے صفحہ ۹۰ پر درج ہے کہ شاہزادہ عبداللہ و عبدالرشید فرزنداں شاہزادہ حسن کی اولاد قزوین میں ہے۔

محمد محسن عرف داؤد فرزند شاہزادہ حسن بن امام علی الرضاؑ کی بابت کتاب ایران سوانح شہنشاہ ایران اعلیٰحضرت محمد رضا شاہ پہلوی اپنے وطن کے لیے "ترجمہ اردو مطبوعہ کراچی ۱۹۶۳ء پر ارقام ہے کہ اعلیٰحضرت گرمیوں میں ہر سال تہران کے پہاڑوں پر امام زادہ داؤدؒ کے خوبصورت مقام پر جایا کرتے تھے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ امام زادہ۔ خوف حکومت سے وہاں جا کر روپوش ہوئے۔ صاحب کرامت تھے۔ اس مقام کو اپنے کشف و ریاضت سے گلشن بنا کر اپنی آرامگاہ بنایا۔ قدرتی طور پر اس مقام کی یہ عزت افزائی ہوئی کہ شہنشاہ ملک ہونے والی ہستی کی سیرگاہ بن گیا اور لوگ بھی وہاں جا کر فیض سے مستفید ہوتے ہوں گے۔ یہ سربستہ رازہائے قدرت ہیں۔

چاروں فرزندوں کی نسل کے نسب نامے تسلسل پشت سے کچھ پشتوں تک کے موجود ہیں جن کی کثیر اولاد موجود ہیں جو ہمیشہ سے سادات رضوی اولاد امام علی رضا علیہ السلام کہلاتے آئے ہیں چنانچہ شجرہ نسب بطور نمونہ ایک شاخ نسب اولاد میراں سید محمد غازی مشہدی جواد اولاد شاہزادہ ابراہیم بن امام علی الرضا علیہ السلام سے ہیں۔ شامل ہذا کیا جاتا ہے جس کا تعلق خاندان مؤلف ہذا سے ہے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اتنی مدت تقریباً بارہ سو۱۲۰۰ سال سے ان کی تاریخ منظر عام پر کیوں نہ آئی۔ جواب میں کہا جا سکتا ہے کہ یہ رازہائے قدرت ہیں۔ تاریخ میں بہت سے ایسے واقعات ہیں کہ مدتوں بعد ان کا انکشاف ہوا۔ جب بھی انسان کو عبرت کے لئے قدرت کی طرف سے سبق دینا منظور ہوا اس کو منکشف کیا۔ جس کی تازہ مثال یہ ہے کہ جس زمانہ میں قافلہ جانے کا اوپر کیا گیا ہے اسی زمانہ میں ایک قافلہ بنی فاطمہؑ۔ اولادِ علیؑ و بتول صلواۃ اللہ علیہ مظالم حاکم وقت بغداد سے تنگ آکر پناہ کی جگہ تلاش کرتا چلا۔ راستے میں محفوظ مقام مل گیا وہیں بود و باش اختیار کر لی۔ کسی کو پتہ نہ چلا۔ تاریخ میں کوئی ذکر نہیں آیا۔ ممکن ہے وہ شہید ہوئے۔ اور حکومت نے یا اس کے خوف سے کسی نے ان کا پتہ نہ دیا ہو۔ اور اب ان کے آثار پائے گئے۔ قبروں کی تختیوں سے پایا گیا کہ یہ جناب حضرت علی علیہ السلام کے خاندان سے تھے۔ اخبار روزنامہ مشرق کراچی ۸ فروری ۱۹۷۶ء پیر۔ صفحہ اول کی خبر ہے۔

اخبار ریاض دارالحکومت سعودیہ عرب۔ ۷ فروری (اے۔ پی۔ پی)

سعودی محکمۂ آثار قدیمہ نے جدہ سے مدینہ جانے والی شاہراہ پر "قصبہ القریشی" کے قریب ایک قبرستان کا پتہ چلایا ہے۔ اس قبرستان میں ستائیس۲۷ قبریں ہیں جن کی تختیوں سے پتہ چلتا ہے کہ یہ قبریں اسلام کے چوتھے خلیفہ حضرت علیؓ ابن ابی طالبؑ کے پوتے، پوتیوں اور نواسے، نواسیوں کی ہیں۔

سعودی محکمہ آثار قدیمہ کا کہنا ہے کہ یہ قبریں فرا نامی مقام پر واقع ہیں۔ اور سعودی عرب کی ماہیاتی ایجنسی کی سروے ٹیم نے پہلی بار اس کا سراغ لگایا اور محکمہ آثار قدیمہ کو اس کی اطلاع دی۔

سعودی محکمۂ آثار قدیمہ کے ایک ماہر کا کہنا ہے کہ ان قبروں کی اصل تعداد

…ہائیں ہے اور یہ حضرت علیؑ کے پوتے، پوتیوں اور نواسے، نواسیوں کی یہاں قبریں ہیں۔ یہ
…بریں ایک قلعہ بند قصبہ کا حصہ ہیں اور یہاں پر ایک اونچی مسجد بھی ہے۔ ماہرین آثار قدیمہ کا
…یال ہے کہ حضرت علیؑ کے یہ پوتے اور نواسے گورنر بغداد کے ظلم و ستم سے بچنے کے لئے اس
…وڑے سے قصبہ میں آ کر آباد ہو گئے تھے۔ اس قبرستان کے قریب مٹی کے ایسے ظروف
…کے ٹکڑے بڑی تعداد میں برآمد ہوئے ہیں جو پہلی صدی ہجری میں عراق میں استعمال ہوتے تھے۔
یہاں جو قبریں دریافت ہوئی ہیں ان پر کوفی طرز تحریر میں حضرت علیؑ کے اشخاص
…وتے، پوتیوں اور نواسے، نواسیوں کے نام بھی درج ہیں جو یہاں دفن ہیں۔
اس قصبہ کے بارے میں ایک ثانوی تصور یہ ہے کہ یہ قصبہ حقیقتاً وہ ناحی قصبہ ہے
…جو امام قاسم الراس کی ملکیت تھا جنہوں نے جنوبی یمن میں زیدی فرقہ کی داغ بیل ڈالی تھی۔
سعودی محکمہ آثار قدیمہ نے اس علاقہ میں مزید کھدائی کا منصوبہ بنا لیا ہے۔ اور علاقے کے
…تحفظ کے لئے محافظ مقرر کر دیئے ہیں (بصد شکریہ: میر سید رضا شہدی رضوی الہیلی
متوطن شاہ گنج۔ آگرہ۔ یو۔ پی۔ ہندوستان)

(جو لوگ پرانی تاریخ۔ حال میں ابھرنے کے قائل نہیں وہ اس واقعہ سے سبق حاصل
کریں۔ مؤلف)

آثار قدیمہ کے سلسلہ میں بڑے بڑے انکشافات ہو رہے ہیں۔ اگر قدرت کا منظور
قافلہ ابو ترابیوں کے ان شہداء، امام زادوں اور ان کے ساتھیوں کی قبروں کا منکشف کرنا
منظور ہوا، اور محکمہ آثار قدیمہ ایران کی توجہ علاقہ سارو قس کی طرف آثار قدیمہ کے دریافت
کے لئے مرکوز ہو کر کھدائی ہوئی تو ممکنات سے ہے کہ پورے واقعہ کی تاریخ جو کتب
مصائب الابرار وغیرہ کے ذریعہ اوپر بیان کی گئی ہے ابھر کر دنیا کے سامنے آجائے اس لئے
کہ وہ قافلہ بھی مشیت ایزدی کے تحت وطن چھوڑ کر غیر وطن ایران میں پہنچا۔ مدافعت کی
جنگ لڑی اور پھر وہیں بہت سے شہید ہوئے: اور ابدی نیند سو کر بستی بسائی دی ہیں

سرِ راہِ قافلہ ابراہیم کا مزار بنا جو اپنے فیوض سے خلق خدا کو مثل اپنے پدر بزرگوار امام علیہ السلام سلطان طوس مستفید کر رہے ہیں گے۔ (واللہ اعلم)

آثار قدیمہ کے سلسلہ میں ہی موجودہ اعلیٰحضرت شہنشاہ ایران اپنی سوانح کی کتب ترجمہ اردو "اپنے وطن کے لئے" کے صفحہ ۱۲۔ پر تحریر فرماتے ہیں کہ "آثار قدیمہ کی دریافت کے ذوق جدید کی بدولت ایران کے بعض مقامات قدیم تاریخ کے بارے میں بعض حیرت انگیز انکشافات ہوئے ہیں۔

تواریخی اختلاف اولاد۔ احفاد امام علیہ السلام پر

تبصرہ

کتب تواریخ کے مطالعے سے ظاہر ہوا کہ حالات زمانہ کی ناسازگاری کے سبب

سوانح ائمہ اثنا عشر معصومین علیہ السلام کی تاریخ تقریباً ڈھائی یا تین سو سال تک تاریکی میں رہی ۔ اگر ذکر آیا بھی تو بعض کتب اہل سنت میں جو مصالح وقت کے لحاظ پر کیا گیا یا اصحاب اور اہل بیت کی خفیہ یادداشتوں میں محفوظ رہا جس کا اظہار گرفت حکومت کے سبب نہ ہو سکا بعد میں اولاً بلا ذکر مشہور اکابر و جید علماء، شیخ کلینی علیہ الرحمہ، شیخ صدوق علیہ الرحمہ شیخ مفید علیہ الرحمہ و شیخ فضل طبرسی علیہ الرحمہ کی کتب اصول کافی، عیون الاخبار رضا، ارشاد و اعلام الوریٰ میں امام ہشتم حضرت علی الرضا و ان کی اولاد کا ذکر آیا تو یہی درج فرمایا کہ ایک فرزند ابو جعفر محمد تھے جو بعد میں جانشین و امام ہوئے ۔ اہل سنت کی بعض کتب میں چھ اولاد پانچ فرزند اور ایک دختر کا ہونا درج ہوا ۔ تقریباً ساتویں صدی ہجری تک تا حکومت عباسیہ یہی کتابوں میں آتا رہا اس کے بعد جب معلومات کے وسائل و ذرائع کا دائرہ وسیع ہوا ۔ حکومت کی گرفت کا اندیشہ بھی نہ رہا تو شیعہ و سنی کی کتب میں کم از کم چھ اولاد پانچ فرزند اور ایک دختر کا ہونا درج ہوا ۔ اور یہ نام ظاہر کئے گئے فرزندان امام محمد تقی علیہ السلام، حسن ، حسین جعفر، ابراہیم، اور دختر فاطمہ ۔ بعض نے دس فرزند اور ایک دختر کا ہونا درج کیا یہیں سے اختلاف کی بنیاد پڑی ۔ ایک گروہ صرف ایک فرزند کا قائل با اتباع اقوال قدما رہا ۔ دوسرا گروہ چھ کا قائل ہوا بعد میں جو ان کے حوالوں سے سینکڑوں کتب، سوانح و تواریخ، مقاتل و رجال، نسب میں امام کی اولاد کا ذکر آیا ۔ دو گروہی اقوال کی بنیاد پر ہی آتا رہا ۔ وقوعات کے وقت کی مستند کتاب دو قول گروہوں کے سامنے ایسی نہیں آئی جس سے اختلاف دور ہو جاتا بعض حوالہ جات زیادہ تر روایات کی بنیاد پر بسبب تذکرہ بلا دلائل یا ثبوت قول درج ہوئے علم الکلام ۔ تفسیر، فقہ، احادیث کا مسئلہ نہ تھا ۔ کتب کا معاملہ تاریخ سے متعلق تھا ۔ تاریخ کی بنیاد اخبار ، اخبار کی بنیاد خبر جیسا جسے معلوم ہوا بیان کیا ۔ وہی کتب میں حوالے راوی سے درج کر دیا گیا ۔ وقوعات کو گذرے برسوں گذر گئے تھے ۔ بقول علماء تاریخ ، تاریخی بیانات میں یکسانیت نہیں ہوتی اس لئے اس معاملے میں اختلاف چلا آیا ۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے

کہ امام علی الرضاؑ کی اولاد و احفاد میں ہی کیوں شدید اختلاف رہا اور اپنے اپنے ادعا پر ہر گروہ نے ان کی مخالفت یا موافقت کیوں کی۔ دنیا کے واقعات بتلاتے ہیں کہ وجود یا عدم وجود کا مسئلہ انسانوں میں ہمیشہ سے زیر بحث رہا۔ مگر جب کسی زیر بحث مسئلہ کی عکاسی آئینہ کے طور پر مشاہدہ انسانی میں آئی اور تاریخ نے حقیقت کا اظہار کیا تو انسان صحیح صورت سے آشنا ہوا، یہ دوسری بات ہے کہ گرد و پیش اور مصالح دنیاوی یا ہٹ دھرمی سے ظاہرا قائل نہ ہو، مگر دل سے قائل ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر قبور سادات، حضرت علی علیہ السلام کے پوتے، نواسے اور پوتی نواسیوں کا واقعہ جس کا تذکرہ صفحات ماسبق میں بحوالہ اخبار ریاض سعودیہ عرب کیا گیا ہے جب تک اس کا علم ہو کر آثار قدیمہ کی کھدائی سے نشاندہی نہ ہوئی جس کے وقوع کو تقریباً بارہ۔ تیرہ صدی گذر گئیں۔ اگر کسی ثقہ راوی یا مورخ کے بیان سے بھی فی زمانہ اس کا تذکرہ کیا جاتا یا چاند پر جب تک روسی سائنسدان نہ پہنچے تھے اور کروڑوں انسانوں کو ٹیلیویژن پر ان کا پہنچنا اور حالات کا مشاہدہ نہ کرایا گیا ہوتا تو کسی انسان کو صحیح صورت حال کا یقین نہ ہوتا۔ تاریخ نے نہ معلوم کیا کیا توضیح اور تصریح کی ہوگی۔ مگر سب غلط ثابت ہوا۔ اور حقیقت کا انکشاف ہوا۔ انسانوں نے مشاہدہ کیا جب یقین آیا۔ اسی طرح پر ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کے واقعات دنیاوی انسانوں سے بالکل جداگانہ ہیں۔ اس لئے کہ خالق کائنات نے اس امتحان کا سبق پڑھانے، عملی شکل میں انسانوں کو ان کے اس وعدہ کو یاد دلانے کے لئے دنیا میں اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا جس کو عالم ارواح میں وقت خلقت لیا تھا کہ میں تمہارا پیدا کرنے والا ہوں، مجھے نہ بھولنا اور میری اطاعت و بندگی میں رہنا۔ شیطان رجیم کے بہکانے میں نہ آنا۔ اور پھر امتحان کے مراکز قائم کر کے مبلغان بھیجے۔ ان پر قانون نازل کئے۔ انسانوں نے شیطان کے بہکانے پر ان پر مظالم کئے۔ وہ سب مصائب برداشت کرتے ہوئے حق و صداقت کی تعلیم دے کر امتحانی پرچوں کے سبق دیتے رہے۔ اور آخری معلم اور نمائندہ کو پردۂ خفا میں تا قیامت رکھ کر باقی کو اپنے پاس بلا لیا۔ صدر الصدر آخری پیغمبر

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی آل ائمہ ھدیٰؑ کی یادگاروں کو قائم کرکے ان کے روحانی فیوض سے اپنے نیک اور مطیع بندوں کو مستفید کرنے کے لئے امتحانی درسگاہیں بھی باقی رکھیں۔ اسی سلسلہ کی ایک مرکزی درسگاہ مشہد مقدس ہے جہاں حضرت رسول خدا صلعم کے ارشاد کے بموجب ان کا ایک پارۂ بدن وہاں دفن ہیں۔

(جلاء العیون صفحہ) ان کی زیارت کرنے پر ارشاد نبویؐ مومن پر جنت واجب۔ جہنم اس کے بدن پر حرام۔ بقول معتبر بارشاد جناب امیر المومنین علیہ السلام جو زیارت کرے بارگاہ امام علی الرضاؑ۔ خداوند عالم اس کے گناہوں، گزشتہ و آئندہ کو بخش دے گا۔ اگرچہ گناہ اس کے دست ہائے آسمان قطرہائے باران و برگ ہائے درختاں ہوں۔ صدیقین کے اقوال ہیں جن میں ذرہ برابر شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

یہ راز الٰہیہ ہیں انسان تو کیا فرشتے تک ان کی عقدہ کشائی نہیں کر سکتے ہیں اولاد امامؑ کے متعلق دیگر وہی اقوال کے علاوہ ایک ثانوی تصور بھی ذہن میں آتا ہے اور اس سے اختلاف کی عقدہ کشائی ہوتی ہے وہ یہ کہ یہ راز الٰہی اور مصالح امامؑ کی وجہ بھی کہ امام علیہ السلام نے اپنی دیگر اولاد کو سوائے ایک فرزند جانشین اور آئندہ ہونیوالے امامؑ کے جنہیں مامون کا امتحان لینے کے لئے مدینہ میں چھوڑا باقی کو اپنے پاس خط بھیج کر بلا لیا۔ اس لئے کہ جہاں پارۂ جگر رسول صلعم رہے وہیں اس کے پارۂ جگر فرزندان شہید ہو کر علاقہ طوس میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں اور وہاں کے ذرات کو اپنے خون کی ضیاپوشی سے منور کریں یا وقت آنے پر قدرت ان کے خون سے کوئی کام لے۔ جیسا کہ ایک موقع پر اکبر الٰہ آبادی صاحب نے فرمایا:- ؎

بحمد اللہ کہ خون شہیداں رنگ لایا ہے

اگر یہ فرزند ظاہر ہو جاتے تو نہ مامون مغالطہ میں پڑ کر امامؑ اور ان کے فرزند امامؑ کو بلا کر امتحان خداوندی میں فیل ہوتا نہ اولاد درجہ شہادت پر فائز ہوتی نہ ان کے ذرات خون سے ظالموں کا ظلم اور ان کی بیکسی، غریب الوطنی، دربدری اور ان کی نسلوں کے پھیلاؤ سے دین الٰہی کی

نشر و اشاعت غیر ملکوں میں ہوتی۔ نہ معلوم کون کہاں جاتا۔ کس مذہب و ملت کو اختیار کرتا جیسے کہ دیگر ائمہ علیہم السلام کی اکثر اولاد نے درویشوں، صوفیوں کی ملت اختیار کی۔ اکثر غیر ممالک میں پہنچ کر صراط مستقیم سے بہک گئے وغیرہ وغیرہ۔ جیسا کہ اوپر ذکر کیا ہے یہ صورت نہ ہوتی کہ ان کی نسلیں ان کے نقش قدم پر چل کر یادگار قائم کر کے ان کے نام کو روشن کر رہے ہیں چنانچہ ان رموز کے تحت امامؑ نے اپنی دیگر اولاد کو پانات میں رکھا اور ان کا اظہار نہیں کیا۔ بقول جناب زبدۃ العلماء رئیس مولانا آغا مہدی لکھنوی صاحب رسالہ السجاد صفحہ ۳۹ بعض اہل قلم اختلافی مواقع پر تاریخ۔ تاریخ پکارتے ہیں۔ ائمہ علیہم السلام کی تاریخ ان کے روحانی فیوض بتلاتے ہیں انسان اگر غور کرے تو قدرت کی جلوہ گری سے ہی سبق حاصل کر سکتا ہے بقول ابن بطوطہ دو قبریں برابر ہیں۔ ایک بری، دوسری اچھی۔ بری قبر سے اچھی قبر کو کچھ نقصان نہیں۔ اچھی قبر سے بری کو کوئی فائدہ نہیں۔ قدرت کاملہ نے ظالم اور مظلوم دونوں کو درسگاہ امتحانی میں انسانوں کو دکھا رکھا ہے۔ تا کہ فیل ہو کر سزا پانے والے یہ نہ کہیں کہ مالک مجھے سبق نہ ملا تھا۔ اسی لئے ائمہ علیہ السلام کی اولاد کو دنیا بھر میں ظالم اور مظلوم کے افسانے سنانے، مجالس، جلسہ و جلوس سے الم تشریح کرنے کے لئے زندہ اور مردہ دونوں صورتوں میں بکھیر رکھا ہے جس کی حیثیت کو وہ خود جانتے یا اس کے مقربین اور نمائندے ائمہ علیہم السلام اس لئے آثار باقیات کے ہوتے ہوئے کسی کے وجود سے انکار بیدانائی نہیں ہے۔ اگر کسی مقرب صحابی کی روایت پر استدلال ہے تو وہ اس لئے صحیح نہیں ہے کہ اس راوی نے بھی مصالح امام کا تتبع کیا یا فرض کیجئے عالم کے قول پر استدلال ہے تو چونکہ اکابر اور جید علماء شیعہ کی نظر بھی مصالح امام تک پہنچنے والی ہے اور بعض تو قدسی ضمیر تھے۔ انہوں نے بھی پیروی امامؑ میں ایک فرزند امام کا اظہار فرمایا تا کہ امامت کے ختم کرنے کے درپے مخالفین کو موقع نہ ملے کہ اگر امام موسیٰ کاظمؑ علیہ السلام کے بعد امامت کا سلسلہ ختم نہ کر سکے تو امام رضاؑ کے بعد ختم کرا دیں۔ جیسے فرقہ واقفیہ وغیرہ کے اشخاص اس لئے تواتر سے راویان کو ہونے والے امامؑ سے واقف اور روشناس کرایا۔ راویان اس مصلحت کو سمجھتے ہیں

اور ایک فرزند کا تذکرہ امامؑ سے چلاتے رہے نہیں پر لوگوں نے یقین کر لیا۔ مصائب الابرار میں نصرت کے لیے اپنے دوستوں و اقرباء کو طوس بلانا لکھا ہے۔ اگر نصرت کی ضرورت ہوتی تو اہل ایران ہی کیا کم تھے ایک اشارے امام پر لاکھوں نثار ہونے کو تیار ہو جاتے۔ نصرت کو نہیں بلکہ نظام قدرت کے تحت امتحان دینے اور بعد شہادت امتحان لینے کے لئے اپنے جگر گوشوں، اعزاء، واقارب اور سچے معتقدین کو بلایا اور ذرات زمین طوس میں پنہاں کیا۔ آخر نہ معلوم ان سے کیا کام لے اصحاب کیف اور نہ معلوم کیا کیا مثالیں دنیا میں ملیں گی یا قیامت تک کیا کیا رموز کا انکشاف ہوگا ایسی صورت میں اب یہ اختلاف دور ہو جانا چاہیے۔

چمن بچاؤ غم آشیاں کا دور نہیں ؎

الحاصل یہ بات ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ طور پر تسلیم کی جا چکی ہے کہ امام ہشتم اثنا عشریہ حضرت علی الرضا علیہ السلام کے فرزندان میں ہادی، حسن، حسین، جعفر، ابراہیم بھی تھے۔ ابراہیم اور ان کی نسل کی ایک شاخ کا نسب نامہ مندرجہ تمہید کتاب ہفت بند مرا مولفہ جناب سید فضل رسول صاحب رضوی الہیلکی رئیس قصبہ بھیر سر زمیندار سالم پور سکوٹھا ضلع پرتاب گڑھ یو۔پی آٹھ مواضعات ضلع رائے بریلی سکونت پذیر لکھنؤ مطبوعہ ابراہیمی پریس ۱۹۲۸ء پر اکابر وحید، شریعتمدار چہ علماء عظام ذوالاکرام و ادباء و شعراء لکھنؤ کی تقاریظ کے علاوہ اخبار "اطلاعات" ہفتگی ایران ۲۲ ۱۹۶۶ء میں رپورٹر کی تصدیق سے بھی ثابت ہو چکا ہے کہ سلطان کے لقب سے شاہزادہ ابراہیم بن امام علی الرضا علیہ السلام کا مزار قوچان سے دو فرسخ کے فاصلہ پر اب بھی موجود ہے جس میں ان کے نام کا کتبہ ہے۔ ان کی نسل کے ایک فرزند کا نسب نامہ تسلسل پشت ہائے سادات مشہدی رضوی الہیلکی کا بھی مولف کتاب ہذا کے پاس موجود ہے جن کی اولاد میں ایک بہت بڑی تعداد ہندوستان و پاکستان میں موجود ہے اور ممکن ہے دیگر ممالک میں بھی موجود ہوں جن کو اختلاف تعداد اولاد کے باعث علم نہیں کہ کس بزرگ کی اولاد سے ہیں۔ بہت سے رضوی بلا تسلسل نسب کہلاتے ہیں۔ بہت سے عام شہرت

اولاد جناب موسیٰ مبرقعؑ کے مشہور رضوی ہونے پر انہیں کی نسل میں اپنے کو سمجھتے ہیں حالانکہ انکی اولاد کے نسب ناموں میں ان کے امجاد کا ذکر تک نہیں ہے۔ علاوہ اس کے اصل مسئلہ اختلافی یہ تھا کہ سادات رضوی اولاد دیگر فرزندان امام علیہ السلام سے ہیں یا امام محمد تقی علیہ السلام سے اس کی بابت کتاب انوار قمر مؤلفہ جناب سید صغیر حسین صاحب نقوی امروہوی کے صفحہ حصّہ اول میں درج ہے کہ حجتہ الاسلام نجم العلماء جناب مولانا سید نجم الحسن صاحب اعلی اللہ مقامہ، جناب حاجی سید انیس الحسنین صاحب قبلہ، جناب شیخ محمد شریعت مجتہد العصر پاکستان کا ارشاد ہے کہ اولاد جناب موسیٰ مبرقعؑ کو نقوی کہلایا جانا درست ہے۔ اور نسب نامے خاندان دانشمندان امروہہ میں نقوی ہی لکھا ہے اور جو پہلے سادات امروہہ اپنے کو رضوی لکھتے تھے اب بعض نقوی لکھتے ہیں۔ یہ ایک نسبی مسئلہ تھا۔ تاریخی تاریکی میں ڈوبا ہوا مگر زمانہ حال میں تاریخی، تحقیقی اور مشاہدی معلومات سے صاف ہو گیا جس میں اب اختلاف کی گنجائش نہیں۔ ایک حقیقت پسند مبصر کی دیانت فکر کا تقاضہ یہی ہونا چاہیے کہ روشن دلائل کی موجودگی میں مغالطہ کی اگر اصلاح ہوتی ہے تو اس سے تعاون کرے

مزید براں امام علی الرضا علیہ السلام کی اولاد کے اختلاف کی تو بین نظیر ہے کہ امام محمد تقی علیہ السلام کی ابنیت پر جب بھائیوں اہل خاندان نے رنگ روپ کے عذر لنگ پر اختلاف کیا تو قدرت نے معجزانہ طور پر قیافہ شناساں کی تصدیق پر اقرار کرایا کہ وہ ان کے ہی فرزند اور جانشین امام ہیں اس کی صورت ذرا سہل ہوئی تھی مگر بعینہ دیگر اولاد کا مسئلہ بھی اسی قسم کا اختلافی بن گیا کہ سوائے ایک فرزند اور کوئی اولاد ہوئی ہی نہیں یا ہوئی تو اس سے نسل نہیں چلی چنانچہ مدت دراز کے بعد اس کی عقدہ کشائی بھی قدرتی طور پر فی زمانہ روشن دلائل سے ہو کر تسلیم کی جا رہی ہے شاید کہ تحقیق بھی بڑی گہرائیوں تک پہنچتی ہے۔ جب ہی تو میر تقی میر اعلی اللہ مقامہ نے فرمایا۔

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں ۔ تب خاک کے پردوں سے انسان نکلتا ہے

باب یازدہم

خصوصیات شاہزادہ میران ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ

۱۔ منجملہ اہلِ قافلہ اولاد ابوتراب ۱۲۶۷۳ نفر کے صرف آپ کو اپنے جد بزرگوار جناب رسول صلعم کے مرقد مبارک سے جواب سلام ان الفاظ میں آیا عَلَیکُمُ السَّلاَمُ یَا وَلَدِیْ قُرَّۃُ الْعَیْنِیْ۔ چنانچہ آپ کا خطاب ابجواب ہوگیا۔

۲۔ اہلِ قافلہ نے آپ کے ہاتھوں کو چوما سب نے بیعت کی اور سردار قافلہ بنایا۔

۳۔ بعد شہادت بسر چشمۂ سلمان آباد تین دن تک آپ کی نعشِ مطہر خاک و خون میں آلودہ ریگ گرم پر پڑی رہی۔ آسمان سے ایک ہُما (طائر) آیا آسمان و زمین کے درمیان معلق رہ کر جسمِ اطہر پر سایہ فگن رہا۔ تین دن بعد الیاس نامی شخص نے آپ کو دفن کیا۔ (مصائب الابرار بحوالہ ریاض الانساب)

۴۔ آپ کا مزار قوچان سے دو فرسخ کے فاصلہ پر "سلطان ابراہیم کے نام سے ہے جہاں آپ کے نام کا کتبہ موجود ہے۔ وہ مقام اب "طائر" کے نام سے مشہور ہے (رسالہ اطلاعات ہفتگے ایران اسفند ۹ ع)

۵۔ آپ کے صاحبزادے سید محمد واسطی کی نسل سے گیارھویں پشت (۱۱) میں سید محمد غازی سادات الرضوی مشہدی مورث اعلیٰ سادات رضوی ہیبگی

تک ایک ایک پشت اور پھر ان کی اولاد کا مکمل شجرہ نسب مستند موجود ہے۔ ایک شاخ کے شجرۂ نسب کی تصدیق اکابر جید علماء، ادباء، شعراء لکھنؤ۔ مطبوعہ هفت بند زہرا شہ ۱۹۲۸ء مولفہ جناب سید فضل رسول صاحب رضوی ہیکل، رئیس

پہر سروز میندار سالم موضع کوٹھا ضلع پرتاب گڑھ (اودھ) وغیرہ پر ہو رہی ہے جو قابلِ ثبوت ہے۔

خصوصیات اولاد شاہزادہ ابراہیمؒ

۱۔ آپ کی نسل میں بارھویں پشت پر میر سید محمد تھے۔ جن کے آبا و اجداد کو خدمت مجاورت روضۂ اقدس جد بزرگوار حضرت امام رضا علیہ السلام کا شرف حاصل تھا چنانچہ بعد وفات سید مصطفےٰ پدر بزرگوار یہ بھی اس خدمت کو انجام دیتے رہے۔ جب مقامی حالات ہنگامی ہونے پر جب سلطان شہاب الدین غوری طوس ایک لشکر جرار بھرتی کرنے پہنچا۔ عمائدین ان کی ملاقات کو گئے تو میر سید محمد صاحب بھی معہ اپنے برادر نسبتی سید رکن الدین حسن عرف میر سلطان سے ملاقی ہوئے۔ چونکہ دونوں تن و مند سے خوش رو جوان تھے۔ سلطان نے میر صاحب سے تحریک کی کہ آپ صاحبان بھی فوج میں بھرتی ہو جائیں۔ چنانچہ دونوں صاحبان نے رضامندگی دے دی اور وہ سالاری کے عہدے پر مقرر ہو گئے۔ سید محمد صاحب بڑے جری اور دلیر تھے۔ ان کے حسن انتظام اور بہادری سے سلطان بہت خوش ہوا۔ جس مہم پر تعینات کیا وہی سر کی۔ سلطان کو کئی معرکہ آرائی میں فتح ہوئی۔ چنانچہ سید محمد صاحب کو غازی کے خطاب سے نوازا جو شاہی یا مخصوص خطاب تھا۔ اس کے بعد بمدِ طالع آپ کو سلطان نے اپنی فوج خاص کا سپہ سالار (کمانڈرانچیف) بنا دیا۔ اُس وقت سے آپ میراں سید محمد غازی کہلانے لگے

۵۹۲ھ ہجری میں سلطان موصوف نے ہندوستان پر حملہ کیا جبکہ یہاں کے ہندو راجپوت وغیرہ مسلمانوں کو تنگ اور پریشان کر رہے تھے۔ چنانچہ آپ کی سرکردگی میں فوج ہندوستان میں آئی۔ سلطان بھی موجود تھا۔ درمیانی معرکہ آرائیوں کے بعد قلعہ بیانہ پر حملہ کیا۔ جہاں راجپوت تمن پال و مدن پال پس ماندگان۔ راجہ بجے پال قابض تھے۔ چنانچہ ایک ہی حملہ میں ان کو مار بھگایا اور سلطان کا قبضہ ہو گیا اسکے بعد نواحات میں فوج بھیجی گئی اور وہاں فتح ہو کر سلطانی قبضہ ہوا۔ بیانہ سے تقریباً ۲۷ میل کے فاصلے پر علاقہ ہیرا نگر تھا جس کے متعلقہ دیہات تھے اس علاقہ پر ہیرا سنگھ جٹ جادون (راجپوت) کا قبضہ تھا جو بڑا ظالم اور سخت متعصب و تند خو تھا جس سے کل رعایا اور خصوصاً مسلمان جو اس زمانہ میں خال خال شمالی ہند سے آکر آباد ہو گئے تھے اور ان کو بزور طاقت ہیرا سنگھ جاٹ بنانا چاہتا تھا۔ جس سے وہ ناراض تھے۔ الغرض استغاثہ اہل اسلام پر جو ہیرا سنگھ کے مظالم سے تنگ آگئے تھے۔ میراں سید محمد غازی رضوی سپہ سالار کچھ فوج لے کر وہاں وارد ہوئے اور بعد تھوڑے کشت و خون کے راجہ ہیرا سنگھ کو معہ اس کے ہمراہیان قتل کیا۔ میراں صاحب نے فتح پائی۔ بعد فتح و نصرت بیانہ کو مراجعت فرمائی۔ سلطان اس کارگذاری سے بہت خوش ہوا۔ دیگر مفصل حالات کتاب تاریخ سادات بھرت پور کے صفحہ ۱۲۸ لغایۃ ۱۳۱ پر بھی درج ہیں اور آئندہ حصہ دوم اگر تدوین ہوا تو اس میں لکھے جائیں گے

سلطان میراں صاحب کی اولوالعزمی۔ جرأت۔ دلیری وغیرہ دیکھ کر بہت متاثر ہوا اور آپ کے خاندانی حالات معلوم کئے تو میراں صاحب نے بتلایا کہ میں سلطان عرب و عجم امام علی الرضا علیہ السلام کے فرزند شاہزادہ ابراہیم کی نسل سے ہوں یہ سن کر سلطان آپ کی تعظیم و تکریم کرنے لگا اور اپنی مملکت: نصف سترہ

ہندوستان میں ایک اعزازی فرمان جاری کر کے حکم دیا کہ میراں سید محمد غازی شہدی و انساب میراں موصوف کو وقت مراسلت وغیرہ مثل انساب شاہنشاہی حسب دستور شاہزادہ لکھا جایا کرے۔ اصل فرمان اعزازی و جاگیر، معافی وغیرہ کتاب تاریخ سادات بھرت پور مطبوعہ ۱۹۵۰ء کراچی کے صفحات ۱۲۰ تا ۱۲۷ پر مفصل درج ہے۔ اس کی تجدید جلال الدین اکبر بادشاہ ہندوستان کے زمانہ ۹۸۲ہجری مطابق ۱۵۶۹ء عیسوی میں ہوئی۔ تجدیدی فرامین موجود ہیں۔

میراں صاحب فوجی افسر تھے۔ فوجی افسران کے خطابات جداگانہ ہوتے چلے آئے ہیں جیسے فی زمانہ پاکستان میں فوجی سب سے بڑا خطابی نشان۔ نشانِ حیدر ہے۔ میراں صاحب اور سلطان شہاب الدین محمد غوری کا کوئی واسطہ شاہی بھی نہ تھا۔ شاہزادہ خطاب عموماً بادشاہ یا بڑے درجے کے علماء یا ائمہ علیہم السلام کی اولاد کو دیا جاتا رہا ہے۔ اس دلیل کی صورت میں یہ امر تسلیم کرنا پڑے گا کہ سلطان موصوف نے میراں صاحب اور ان کی نسل کو شاہزادہ کے خطاب سے اس وقت نوازا جب اس نے پورے وثوق سے سمجھ لیا کہ یہ سلطان عرب و عجم کی اولاد میں فرزند امامؑ کی نسل سے ہیں، یہ وہ سلطان ہے جس نے ہندوستان جیسے بڑے ملک کو فتح کر کے مسلمانی سلطنت قائم کی۔ یہ فرمان اپنی نظیر آپ ہے۔ مؤلف کی نظر سے آج تک ایسا فرمان نہیں گذرا۔ یہ خصوصیت میراں صاحب اور ان کی اولاد کے لئے مخصوص ہے۔

۴۔ میراں سید محمد غازی سپہ سالار نے ہیلک (ہیرانگر) کو جمادی الثانی فتح کیا۔ ان کے خاندان کی خواتین نے بیادگار فتح میراں صاحب اس مہینہ کا نام میراں جی کا مہینہ رکھا۔ اسی نام سے موسوم کرتی ہیں۔ میراں صاحب سے تقریباً

نے دو سو سال قبل اسی نواح میں سالار مسعود غازی نے بزمانہ سلطان محمود غزنوی حملہ کیا اور علاقہ میوات میں پہنچ کر میووں کو جو اصلاً مسلمان تھے مگر ہندو گروہوں میں مل کر ان کے رسم و رواج و طرز معاشرت میں شامل ہو گئے تھے اسلام تعلیم دے کر اپنے جھنڈے کے تلے جمع کیا اور عہد لیا کہ آئندہ قوم میو اس جھنڈے کی جھوٹی قسم نہ کھائیں گے۔ چنانچہ ۱۹۴۷ء تقسیم ہند تک یہ عمل رہا کہ کسی بھی صورت میں سالار یا جھنڈے سالار کی جھوٹی قسم میو نہیں کھاتے تھے اب کا حال معلوم نہیں۔ سالار مسعود غازی کی آمد ربیع الثانی کے مہینہ میں ہوئی تھی اس مہینہ کا نام مدار خواتین نے رکھا اور یادگار آمد سال سالار مدار کی چھڑیاں اس مہینہ میں نکالی جاتی تھیں (چھڑیاں نقل جھنڈا) لڑکی کی شادی کے موقع پر سالار کی چھڑی کے نام سے جس کو مبارک اور فتحمندی کا نشان سمجھا جاتا تھا۔ دولھن کے گھر والے رکھتے تھے ـــ ریاست بھرت پور دو ضلعوں میں تقسیم تھی۔ ایک ضلع بھرت پور جس کے دیہات و تحصیلات ملحقہ اضلاع انگریزی آگرہ، متھرا ریاستہائے ہنڈون، دھولپور، جے پور، تھے۔ دوسرا ضلع ڈیگ کے نام سے مشہور تھا۔ جو شمالی و مغربی حصہ، کچھ ضلع متھرا، گوڑگانوں، ریاست الور سے ملحق تھا اور علاقہ میوات کہلاتا تھا۔ ضلع ڈیگ میں زیادہ تر آبادی میو مسلمانوں کی تھی اسی ضلع میں ہیلک تحصیل کمہیر میں تھا جو میوات سے قریب تھا۔ اس لئے لڑکی کی شادی کے موقع پر خواتین سادات ہیلک میں بھی چھڑی سالار کے نام سے رکھنے کا رواج تھا۔ بعض نافہمی کے سبب اور اس مغالطہ سے کہ سالار مسعود بھی غازی کے لقب سے ملقب تھے اور میراں سید محمد رضوی سپہ سالار بھی، اس لئے یہ سمجھنے لگے کہ سادات ہیلک نسل سالار مسعود غازی سے ہیں جو سراسر غلط ہے۔ مسعود غازی کا کوئی واسطہ میراں صاحب سید محمد غازی یا اُن کی نسل سے نہ تھا۔ اس غلط

فہی کو دور کرنے کی غرض سے ہی یہ تفصیلات بیان کی گئی ہیں تاکہ نسلی مغالطہ رفع ہو جائے۔ آئندہ کے مفصل حالات اولاد شاہزادہ میراں سید محمد غازی مورث اعلیٰ سادات رضوی ہیلکی انشاء اللہ بشرط حیات و حالات سازگار، حصہ دوئم تاریخ ہذا میں درج کئے جائیں گے۔

---

*

باب دوازدہم

اگرچہ ہمارے پاس دیگر چاروں فرزندان امام رضا علیہ السلام کے نسب نامے کچھ شاخوں کے جن کی آمد ہندوستان میں ہوئی اور نساب مستند نے اُن کو صحت کے ذریعے لکھا موجود ہیں اور بعض شاخوں کے کچھ حالات بزرگان بھی جن کو حصہ دوئم تاریخ ہذا میں انشاء اللہ بشرط حیات و تندرستی ضبط تحریر میں لانے کا مقصد ہے۔ بشرطیکہ متعلقہ صاحبان کی طرف سے پورے طور پر زبانی نہیں بلکہ تن۔ من۔ دھن کے ساتھ تعاون ہوا۔ اس وقت بقولے ؎

کچھ اس انداز سے چھیڑیں گے اپنا نغمۂ رنگیں
کہ فرط شوق سے جھومے گی شاخ آشیاں برسوں

فی الحال اولاد شاہزادہ ابراہیم کی ایک شاخ اولاد کا مختصر احوال معہ شجرۂ نسب جس کا تعلق خاندان راقم الحروف سے ہے نموتاً پیش کیا جاتا ہے۔ جس کے مستند تاریخی حالات و سندات بادشاہ یا حکمران وقت وا کابر علماء کا مصدقہ نسب نامہ موجود ہے۔

نسب نامہ اولاد شاہزادہ ابراہیم بن امام علی موسیٰ الرضا علیہ السلام

حضرت امام موسیٰ رضا علیہ السلام
|
شاہزادہ ابراہیم فرزند سوئم
|
سید محمد واسطی
|
سید فضیل
|
سید محمد تقی
|
سید موسیٰ رضا
|
سید محمد باقر
|
سید عبد المعانی
|
سید صدر الدین
|
سید بہاؤالدین
|
سید نقی معروف مرتضیٰ
|
سید مصطفیٰ
|
میران سید محمد غازی شاہزادہ

مورث اعلیٰ تین تھوک قصبہ ریلک

- سید دولت
  - [illegible]
  - [illegible]
- سید فضل دوئم
  - [illegible]
  - [illegible]
- سید ثناء اللہ
  - سید فتح اللہ
  - سید محمد چاند
  - سید رکن الدین } عرف ڈوگر بزرگ
  - [illegible]
  - [illegible]

سید رکن الدین ڈوکر

سید جان محمد — سید مبارک علی — سید شبیر عرف شاہ لاہیم

سید جان محمد: آپ کی کثیر اولاد کراچی ودیگر مقامات پاکستان اور ہندوستان میں ہے جو سادات رضوی سیلکی کہلاتے ہیں۔

سید شبیرؒ — سید غلام علیؒ — سید ثناء اللہؒ — سید نواز علیؒ — سید رحمت اللہؒ — سید عسکری عرف لشکریؒ

سید ہادیؒ :۔ ان کی کثیر اولاد کراچی ودیگر مقامات پاکستان میں ہے جو سادات ہیلک کہلاتے ہیں اور ہندوستان ودیگر مقامات پر رضوی نام سے مشہور ہیں مگر اپنے سلسلۂ نسب سے واقف نہیں۔ جن کا سلسلۂ نسب مؤلف کے پاس ہے۔

سید محمد

سید علی محمد — سید علی احمد — سید ولیس محمد — سید فیض محمد

ان کی اولاد بھی پاکستان و ہندوستان میں ہے

سید فیض محمد:

سید فضل علی — سید روشن علی — سید امراؤ علی

سید روشن علی: انکی اولاد کا پتہ نہیں

سید امراؤ علی: انکی اولاد بھی کثیر تعداد میں پاکستان و ہندوستان میں ہے

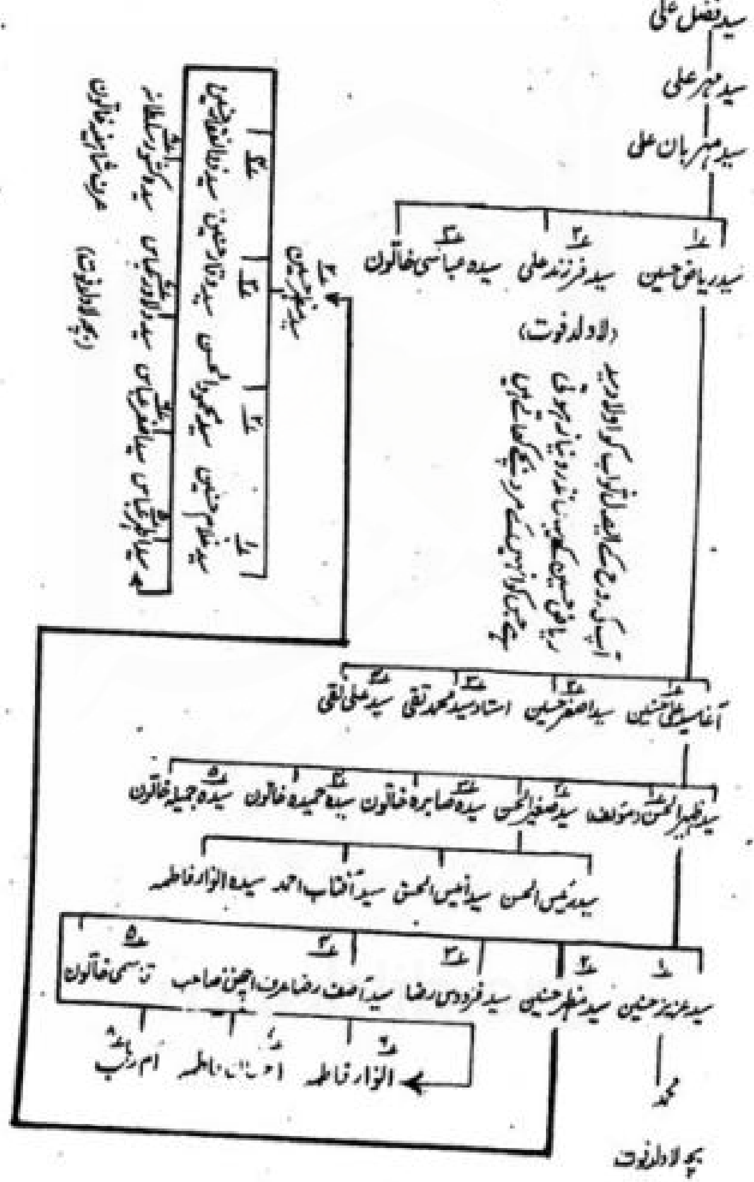

سید فضل علی
سید مہر علی
سید مہربان علی
سید ریاض حسین
سید فرزند علی
سیدہ عباسی خاتون
(لاولد فوت)
آغا سید علی حسین
سید اصغر حسین
استاد سید محمد تقی
سید علی نقی
سید ظہیر الحسن (مؤلف)
سید صغیر الحسن
سیدہ صابرہ خاتون
سیدہ حمیدہ خاتون
سیدہ جمیلہ خاتون
سید رئیس الحسن
سید انیس الحسن
سید آفتاب احمد
سیدہ انوار فاطمہ
سید عزیز حسین
سید مظہر حسین
سید فردوس رضا
سید آصف رضا عرف اچھن صاحب
قدسی خاتون
انوار فاطمہ
محمد
بچہ لاولد فوت

سید فردوس رضا (۳)

- (۱) سید رضوان رضا
- (۲) سید عرفان رضا
- (۳) سید عمران رضا
- (۴) سید سلطان عباس

سید آصف رضا عرف اچھن صاحب (۴)

- (۱) سید بشارت عباس
- (۲) سید شجاعت عباس
- (۳) سید ثمر عباس
- (۴) سیدہ عشرت عباس
- (۵) سیدہ عترت عباس

سید اصغر حسین (۲)

- سید محمد عبد اللہ
  - (۱) سید قمر رضا
    - (۱) سید طاہر رضا
    - (۲) سید محمد اقبال رضا
    - (۳) سیدہ شمیم فاطمہ
    - (۴) سیدہ نسرین فاطمہ
    - (۵) سیدہ یاسمین فاطمہ
    - لاولد فوت
    - (۶) سیدہ ناہید فاطمہ
    - (۷) سیدہ شہناز فاطمہ
    - (۸) سیدہ آمین فاطمہ
  - (۲) سید انصار رضا
    - سید ناصر رضا
    - سیدہ انجم زہرا
    - سیدہ خورشید زہرا
  - (۳) سید اظفر رضا
    - (۱) سید مظفر رضا
    - (۲) سیدہ تحسین فاطمہ
    - (۳) سیدہ فاطمہ زہرا
    - (۴) سیدہ عروس زہرا
    - (۵) سیدہ الماس زہرا
- سیدہ سائرہ خاتون عرف چھبو

سید محمد تقی اُستاد ع۲

- سید منظور حسن
  - سید حسن مظاہر (ع۱)
    - سید نقی حسن (ع۱)
    - سید تقی حسن (ع۲)
    - سید حسن عباس (ع۳)
    - سیدہ سکینہ خاتون (ع۴)
    - سیدہ شاہدہ خاتون (ع۵)
  - سید غلام محسین عرف علی کوثر (ع۲)
    - لاولد فوت
  - سید افتخار احمد (ع۳)
    - سید غلام عباس (ع۱)
    - سید محمد عباس (ع۲)
    - سید ضیا عباس (ع۳)
    - سیدہ حسن فاطمہ (ع۴)
    - سیدہ حسن زہرا (ع۵)
      - سیدہ تسلیم زہرا
      - سیدہ مقبول زہرا
  - سیدہ انوار فاطمہ (ع۴)
    - سید منصور حسن (ع۱)
    - سید محمود حسن (ع۲)
    - سیدہ رقیہ بانو عرف شیلا خاتون (ع۳)
    - سیدہ نرجس بانو (ع۴)
      - سیدہ شہر بانو
      - سیدہ انیس زہرا
      - سیدہ محمودہ بانو

سید علی نقی ع۴

- سید محمد صالح
  - سید ریاض احمد (ع۱)
  - سید حسن علی (ع۲)
  - سیدہ تسنیم فاطمہ (ع۳)
  - سیدہ انوار فاطمہ (ع۴)

نوٹ:- معز الملک سید محمد غازی رضا شہزادہ سپہ سالار خاص فوج سلطان شہاب الدین غوری فاتح دہلی کی اعلیٰ پرگنہ ہیلک ریاست بھرتپور کاماں میں اولاد نسب نامہ راقم الحروف کے پاس موجود ہے (مؤلف)

واقعات کی نمود و اولادوں کے ظہور سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابراہیم بن امام علی الرضاؑ تنہا قافلے کے ساتھ گئے اور اپنے اہل و عیال کو واسط بھیج دیا جہاں کے قبیلے کی آپ کی زوجہ تھیں وہ محمد و مجتبیٰ ۔ دونوں بچوں کو اپنے ساتھ لے کر اپنے میکے میں چلی گئیں۔ نسب ناموں سے صرف دو فرزندان کا پتہ چلا ہے ممکن ہے اور کوئی اولاد ہو۔ سید محمد و علی سے سید محمد غازی تک ایک ایک فرزند اور اولاد۔ میراں محمد غازی رضوی کی بعض شاخوں کا پورا اور بعض کا ادھورا شجرہ نسب ہمارے پاس موجود ہے۔ ان کا ذکر بشرط حیات و دلچسپی اور تعاون متعلقہ صاحبان ذوق، آئندہ حصہ دوئم میں پورا شجرۂ نسب یا صرف علمائے۔ مشاہیر وغیرہ کے مختصر تذکرات کے ساتھ مع سوانح مورث اعلیٰ آمد ہندوستان۔ معرکہ آرائی اعزاز عطیات شاہی و بعد کے حالات وغیرہ درج کئے جائیں گے۔

کی صدری روایات سے پتہ چلا کہ میراں محمد غازی مورث اعلیٰ سادات رضوی ہیلکی زحال ہیلک بھیرہ سربھرتپور۔ آگرہ شہر و شاہ گنج ثانی الحال پاکستان تک کسی بزرگ نے غیر سیدانی سے نہ شادی کی نہ اس سلسلہ اولاد کی نجیب الطرفی میں کوئی جھول ہے۔ زوجین کے نام یا پتے معلوم نہ ہو سکے نہ ان کا امکان پایا گیا۔ یہی غنیمت ہے کہ بزرگوں کی یادداشتوں سے سلسلہ نسب کی کڑیوں نے مثل دلنے یا تسبیح۔ ایک لڑی کے پرونے میں مدد دی۔ دوسرے فرزند ابراہیم کے بھتیجے شجرات میں درج ہیں۔ ان کی نسل کے مندرجہ نسب نامہ کے نام سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کوثر سے پھسل کر لب جمنا پہنچے جن کا تعلق سادات اثنا عشری سے نہیں رہا۔ یہ بھی امر قابل ذکر ہے کہ سادات ہیلک سابق ریاست بھرتپور میں ایک شاخ سادات تقوی مشہور رضوی۔ اولاد امام محمد تقیؑ سے بھی تھی جن کے مورث اعلیٰ سالار سید رکن الدین حسن عرف میر تھے جو اولاد جناب عروج کی المعروف زرین کمر بن جعفر ثانی بن امام محمد تقی علیہ السلام سے تھے۔ ان کے مع اولاد وغیرہ تفصیلی حالات بھی حصہ دوئم کتاب ہذا میں درج کئے جائیں گے یہ برادر نسبتی جناب میراں محمد غازی رضوی المشہدی سپہ سالار تھے۔ اگرچہ نسب نامہ اولاد

جناب موسیٰ برقعؒ سادات تقوی میں جعفر ثانی نام کا کوئی فرزند امام نہم علیہ السلام کا ہونا تسلیم نہیں کیا گیا۔ جس طرح چار فرزندان امام علی الرضا علیہ السلام مذکورہ بالا بھی بربنا، اقوال کتب و روایات تسلیم نہیں ہیں مگر ہمارے پاس کافی مواد دیگر فرزندان امام محمد تقی علیہ السلام کے ہونے اور ان سے نسل چلنے اور سادات تقوی کے وجود کا ہے سے

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردوں سے ہوتا ہے گوہر پیدا
غالب

خاتمۃ الطبع

راقم الحروف نے اپنی بساط بھر کاوش اور تحقیق سے یہ تاریخ۔ دیگر تاریخی کتب و سوانح اور خفیہ ریکارڈ سرکاری و بزرگان کی یادداشتوں کے ماخذ سے ترتیب دے کر کوشش یہ کی ہے کہ سادات بنی فاطمہ جو آل محمدؐ ہیں ان کے کیا درجات ہیں اور کیسے محترم ہیں۔

حضرت امام علی موسیٰ الرّضا علیہ السلام نے حفاظت و تبلیغ دین اسلام کے لئے جو مصائب برداشت کئے اور ہر حالت میں راضی برضا الٰہی رہے، اُن کو کن کن مصیبتوں اور مشکلات کا مقابلہ کرنا پڑا یہاں تک کہ بالآخر دینی مصالح کے تحت زہر سے جو بظاہر دغا اور فریب سے دیا گیا، شہادت قبول کی۔

مگر قدرت کاملہ نے اسی سلطنت دنیاوی کو جس کی خاطر ایمان اور عہد فروشوں نے آپ کو شہید کیا، ہمیشہ کے لئے امام مظلوم کے نام سے موسوم کرتے ہوئے اس عروج بام پر پہنچایا کہ آج دنیاوی بادشاہوں کی سطوت سلطانی ہر لحاظ سے ہیچ ہے اور امام عالی مقام سلطان عرب و العجم۔ ابوالحسن۔ حضرت علی بن موسیٰ الرضاؑ کی روحانی سلطنت، عظمت، جلالت، انسانی ہمدردیوں کے ساتھ ضوفشاں اور دردکی درماں

مشاہدہ دنیا میں موجود ہے۔

کہا جاتا ہے کہ تاریخ اپنا ورق الٹتی ہے۔ چنانچہ آج کی سیاسی کشمکش میں امام عالی مقام کی زندگی، شہادت، موجودہ سطوت سلطانی، ہمارے لئے سبق آموز ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ پنجتن پاک اور ائمہ علیہم السلام کا دامن ہمارے ہاتھ سے نہ چھوٹے آمین علاوہ سوانح امام علیہ السلام کے تقریباً بارہ سو سال کے اختلاف، تعداد ازدواج و اولاد امامؑ کی گتھی سلجھانے میں بھی ناقابلِ تردید دلائل کے ساتھ کوشش بلیغ سے اپنی نوعیت کی یہ پہلی کتاب تالیف کی ہے، جس میں مامون رشید عباسی کی اس عیاری کی موشگافی کی گئی ہے کہ اس کے عہد میں اس اختلاف کی تخم ریزی ہوئی اور اب تک وہ درخت بارآور ہوتا چلا آیا۔ برگ و بار پر رائے زنی ہوتی رہی۔ جڑ کو نہیں کریدا جس سے نسبتی سادات رضوی کی تاریخی صورت میں روشناسی ہوئی۔

تاریخ سے ہی قومیں اور قبیلے زندہ جاوید رہتے اور گم ہوتے ہیں۔ علماء تاریخ اس بات پر متفق ہیں کہ انسانی کردار اور سیرت کے بنانے اور بگاڑنے میں دو چیزیں اثر انداز ہوتی ہیں، جو خاندانی طور پر ایک بچہ ورثہ میں پاتا ہے۔ جیسے خدوخال کی مشابہت یا خاندانی شرم و حیا اور شرافت و شعور اس میں ماں باپ اور آباؤ اجداد کے مخلوط خون کے اثرات مجموعی طور پر کارفرما ہوتے ہیں۔ اس لئے بچہ کا پہلا مدرسہ اُس کے گھر کا ماحول اور ماں کی گود ہوتی ہے۔ صحبت کا اثر بھی انسانی کردار کے بگاڑ، سدھار میں کنجی کا کام کرتا ہے۔ بقولے۔ تخم تاثیر صحبت کا اثر۔

تاریخ خاندانی سے بزرگوں کے حالات، عظمت و شرافت معلوم ہو کر سبق آموز تے ہیں۔ تاریخ کی قدر نہ کرنے سے جہالت، بے حسی اور پسماندگی کو مدد ملتی ہے۔ اس لئے گوں کے حالات پڑھ کر اُن سے سبق لینا دانشمندی کی دلیل ہے۔

آخر میں اپنے ایک بزرگ محترم جناب سید وزیر حسین صاحب رضوی المیکی سابق سب جج ریاست بریلی اعلی اللہ مقامہٗ کی کتاب تاریخ الائمہ کے چند اشعار جو اپنی کتاب مذکور کے سال طبع

کے سلسلے میں تحریر فرمائے ہیں اور وہ اس تالیف پر بھی منطبق ہوتے ہیں پیش کئے جاتے ہیں سہ

واللہ کتاب اب تک ایسی نہیں دیکھی — عقل ملک وجن وبشر وصف میں گم ہے

ہوتے ہیں دل مُردہ احباب جو زندہ — آواز قلم کی نہیں یہ نعرۂ قُم ہے

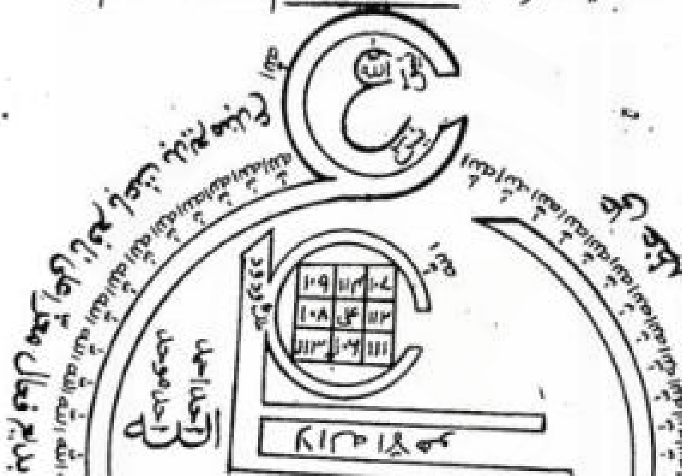

شرح این لمعہ نورانیہ روایت کردہ است سید علی از حضرت امام رضا
کہ ہر کہ این شکل عین را با خود دارد یا آنکہ ہر روز ہر قدر تواند ہر وقت
نگاہ کند و آیۃ الکرسی را بخواند در دنیا محتاج بہ کسے نہ شود عزیز بین الناس
باشد و در رزق بر او کشادہ شود کہ مردمے نا اہل و نامفید مخفی باید دانست
اسرار بسیار نوشتہ بودند کہ مختصر شد۔

نقل فرمان شاہی

نقل فرمان عطیۂ محمد جلال الدین اکبر شاہ - بادشاہ غازی

غازی ۹۶۹
محمد اکبر بادشاہ
جلال الدین

ہوالغنی

طغرہ
غازی
محمد اکبر بادشاہ
فرمان جلال الدین

دریں وقت غریب عالی شان ورجب الاذعان شرف صدور یافت کہ جماعہ فرزندان نامدار وکامگار والاتبار - ووزرائے ذوی الاقتدار وعالی مقدار و حکام کرام وعمال کفالت فرجام متصدیان مہمات سلطانی ومتکفلاں معاملات سلطانی و تسبیح کنندگان رحمانی وجاگیرداران ووابستگان وکروریان حال واستقبال ودعاگویان سلطنت ومتولیان دولت ومتوسلان عظمت ابداً ومؤیداً مژدہ باد کہ میر معز الملک چودھری سید محمد غازی مشہدی بن سید مصطفٰے کہ سادات الرضوی - سپہ سالار خاص سپاہ فیض مآب شاہ جمجاہ شرافت کلاہ - سلطان شہاب الدین غوری بادشاہ جنت آرام گاہ کہ از معتمد حضور خیر خواہ خاص المنظور ہستند - بدیں وجہ خود بدولت رانظر بہ استحقاق نگارش می رود - و بخاطر عاطر می آید کہ میراں محمد غازی مشہدی وانصاب میراں موصوف وقت مراسنت ومقدمت واحتیاج مثل انساب شاہنشاہی حسب دستور شاہزادہ بنویسند - مجدداً فرمان ورجب الطاعت بخواہش حاجی سید ابراہیم اسفراینی بن سید فضیل کہ سادات الرضوی منسوب ازمیراں صاحب مشہدی متوطن محمد آباد بموجب فرمان ورجب الطاعت سابقۃ المرقومہ ۵۹۳ھ زیب نگارش گاہ سلطان الموصوف الالقابہ تسلیماً وتصریحاً وتادیباً بنویسند کہ جمیع

تابع ایمانی و دانشمندان کامرانی و قانون گویان و چودھریان و زمینداران و
مھروریان و متاثران امور و اشغال سرکار مذکور حسب المسطور مطلع
باشند تغیر و تبدل بہ قواعد در عہدہ فخان نداشتہ از فرمودہ نگردند
۹ ربیع الاول سنہ ۹۸۳ ہجری نبوی صلعم سنہ ۲۱ جلوس ابد مانوس
شاہ معدلت پناہ غازی المغازی اکبرآباد

عبدہٗ محمد طاہر بن میر خسرو　　　　بندہ اشرف خان

عبادت پشت فرمان

باعتبار مقابلہ نقل مطابق اصل ہے۔
این فرمان عطیہ شاہ جہاہ شرافت کلاہ حاجی سید ابراہیم ابن میران
سید محمد سپہ سالار غورہ مسکونہ محمد آباد فرمان ثبتہ ناصیہ ۹ ربیع الاول
سنہ ۹۸۳ ہجری نبوی صلعم سال جلوس ابد مانوس سنہ ۲۱

شیخ حمزہ لکھنوی　شیخ ابوالفتح گجراتی　مصطفیٰ میاں گجراتی　شیخ زین امروہوی
خواجہ عبدالرشید　وجیہہ الدین احمد آبادی　شیخ عبداللہ　سید عبدالرسول
شیخ حسین علی موسلی　شیخ ابوالفضل　ابوالفیض فیضی　مبارک میاں
راجہ بیربر　شیخ عبدالواحد بلگرامی　شیخ عارف حسینی　میر سید علاؤالدین
شیخ محمد حسین سکندی　شیخ جلال الدین　شیخ سعداللہ

تمت بالخیر

شبیہ روضۂ مبارک حضرت امام رضا علیہ السلام

(مشہد مقدس)

باسمہ سبحانہ — یا علی مدد

کتاب

علی مرتضیٰ

حیدر شیرِ خدا

مؤلف۔ سید ظہیر الحسن رضوی، بھرتپوری۔ ریٹائرڈ تحصیلدار۔

کتاب کے نام سے ہی تقدس و جلالت عیاں ہے۔ مزید خوبی اس کی صنعت دیدہ زیب، منتخب کے علاوہ نعرۂ حیدری کا جواز پیش کرتے ہوئے مولا علی شیرِ خدا کی ولادت، نام کی وجہ تسمیہ، معجزات، دوسرے مذاہب کی کتب میں اعجاز کا ذکر اور اُن سے حُسنِ عقیدت، بروقت امداد، خاص کر پاک و ہند کی ۱۹۶۵ء کی جنگ کے وقت مولا کی اعجاز نمائی جس کو دیکھ کر یو۔ این۔ او تک کے نمائندے حیرت زدہ رہ گئے۔ وغیرہ۔ علامہ اقبالؒ کی نظم قصیدہ کے اشعار سے قارئین کے حُسنِ عقیدت میں اضافہ کے ساتھ معلومات کا کافی مواد جمع کیا گیا ہے۔

بہترین کاغذ۔ عمدہ چھپائی۔ قیمت صرف ۵ روپے علاوہ محصول ڈاک۔

۳۴۔ سی رضویہ سوسائٹی ناظم آباد کراچی